عشاق کے قافلے

8

کروپسکایا

اور

لینن

شاہ محمد مری

جملہ حقوق بحق سنگت اکیڈمی محفوظ ہیں

نام کتاب	....	کروپسکایا اور لینن
مصنف	....	شاہ محمد مری
اشاعت	....	2023ء
تعداد	....	500
قیمت	....	1000روپے
پبلشر	....	سنگت اکیڈمی

ملنے کا پتہ:

سنگت اکیڈمی

مری لیب، ڈاکٹر شیر محمد روڈ کوئٹہ

www.sangatacademy.net

فون:0300-3829300

اسٹاکسٹ:

علم و ادب پبلشرز اینڈ بک سیلرز

بک مال، تھرڈ فلور، اردو بازار، کراچی

www.ilmoadabpublishers.com

فون:0335-7466580

0306-9881728

اپنی والدہ گل ناز کے نام

جن کی زندگی سے میں نے صبر و عجز سیکھا

اور

اپنے والد حاجی محمد مراد کے نام

جن سے میں نے علم کا ساتھ دینا سیکھا

قتل گاہوں سے چن کر ہمارے علَم
اور نکلیں گے عشاق کے قافلے

فہرست

پیش لفظ	11
دونوں کا تعارف	18
یہ عالم فاضل کون تھا	36
لینن کا خاندان	39
لینن کا والد	39
لینن کی والدہ	40
لینن کی بڑی بہن	42
لینن کا بڑا بھائی	43
بھائی کی پھانسی اور لینن	48
سب سے چھوٹی بہن	49
چھوٹا بھائی	50
لینن کی تعلیم	50
کروپسکایا اور لینن سیاست کے گڑھ میں	58

لینن دوات کھاتا تھا	61
اندرونِ ملک جلاوطنی	65
لوّ برڈز کی شادی	69
پارٹی کی پہلی کانگریس (1898ء)	78
لینن کی اندرونی جلاوطنی پوری	79
لینن کی بیرونی جلاوطنی	81
کروپسکایا کی بیرونی جلاوطنی	84
سیاسی پارٹی	87
اسکرا	87
کروپسکایا، اسکرا کی ایڈیٹوریل سیکریٹری	93
کیا کیا جائے؟	95
اسکرا لندن منتقل	100
دیہات کے غریب	101
پارٹی کی دوسری کانگریس (1903ء)	104
ایک قدم آگے دو قدم پیچھے	109
انقلاب نمبر ایک......	114
پارٹی کی تیسری کانگریس (اپریل 1905ء)	122
پہلا انقلاب معمولی نہ تھا!	125
پارٹی کی چوتھی کانگریس (اپریل 1906ء)	133
پارٹی کی پانچویں کانگریس، لندن (1907ء)	138
ایک بار پھر جلاوطنی	140

کامو 141

سیاہ ترین رجعت کا دور 148

کپری 149

میٹریلزم اور امپیریو کرٹسزم 150

صدمہ 154

پارٹی کی چھٹی کانگریس (1912ء) 158

1912ء انقلابی تحریک کا ابھار 159

پہلی عالمی سامراجی جنگ 161

امپیریلزم، کپٹلزم کی بلند ترین سٹیج 170

راسپوٹین 175

فروری انقلاب... 177

لینن نے جلاوطنی ختم کر دی 183

لینن نے سب کچھ تلپٹ کر دیا... 192

اسمبلی توڑ دی گئی 199

اپریل تھیسز 199

پارٹی کی ساتویں کانفرنس 205

جولائی بغاوت 208

فن لینڈ روپوشی 209

کورنیلوف کی فوجی کودتا 211

پارٹی کی چھٹی کانگریس (1917ء) 214

سٹیٹ اور انقلاب 215

اقتدار کب قبضہ کیا جائے؟ 217

فن لینڈ روپوشی ختم 218

عظیم اکتوبر سوشلسٹ انقلاب 220

زمیں ہل گئی، آسماں دہل گیا 220

انقلابی اعلانات 230

1۔امن کا فرمان 232

2۔زمین کا فرمان 233

3۔آٹھ گھنٹے دن کا فرمان 236

4۔آرٹ، کلچر اور پاپولر ایجوکیشن کا فرمان 236

5۔قوموں اور قومیتوں کے لیے اعلان نامہ 238

6۔مذہبی مراعات ختم 239

7۔بینک اور انڈسٹری قومی ملکیت میں 239

8۔عورتوں کے لیے 240

9۔عدالتوں کے بارے میں فرمان 243

10۔پولیس کے بارے میں 244

11۔الیکٹری فکیشن 244

12۔سائنس وٹکنالوجی 244

13۔یتیموں کے بارے میں فرمان 245

14۔ٹریڈ یونین 245

15۔ڈیموکریسی 246

16۔القابات کے خاتمے کا فرمان 248

17۔آرمی کا فرمان 249

جرمنی کے ساتھ صلح نامہ 251

پارٹی کی ساتویں کانگریس (1918ء) 254
دارالحکومت تبدیل 257
سول وار 258
سوویتوں کی پانچویں کانگریس 261
لینن پہ چلی گولی 262
سوویت یونین پہ سب کا حملہ 264
کمیونسٹ انٹرنیشنل کی پہلی کانگریس 266
پارٹی کی آٹھویں کانگریس (1919ء) 267
پارٹی کی نویں کانگریس (1920ء) 270
کمنٹرن کی دوسری کانگریس 270
کمیونزم میں بائیں بازو کی طفلانہ بیماری 271
کمیونسٹ انٹرنیشنل کی تیسری کانگریس 271
پارٹی کی دسویں کانگریس (1921ء) 273
سٹروک 275
پارٹی کی گیارہویں کانگریس (1922ء) 276
کمنٹرن کی چوتھی کانگریس 277
کروپسکایا بیوہ ہونے لگتی ہے 277
موت ابھی تک برحق ہے 283
کروپسکایا اور لینن، اچھے لوگ! 288
تکبر نیایاید ز صاحب دلاں 288
مسٹر ڈِرن ڈِرن 301

دوسروں کے عقیدوں کا احترام 302
آرٹ اور لٹریچر 303
سیاست اول سیاست آخر 304
تشدد 304
ایک ٹیچر والا طریقہ 305
کروپسکایا کے لیے لمبی جدائی 309
دریا کا سمندر میں اتر جانا 318

پیش لفظ

جس علاقے پر بادشاہ، زار نکولس دوم حکمرانی کرتا تھا، وہ بنی نوعِ انسان کی تاریخ میں ایک واحد حکومت کے تحت چلنے والا سب سے بڑا علاقہ تھا۔ گلوب کے چھٹے حصے پر پھیلا ہوا۔

روس ایک ایسا علاقہ تھا جسے کم ترقی یافتہ کہا جاتا تھا جو خارجی سرمایہ کا محتاج تھا۔ ایک حقیر حکمران طبقہ اَن پڑھ اور توہماتی بدبختی میں ڈوبے ''سیاہ بخت لوگوں'' کے انبوہ کی گردنوں پر جھولتا تھا۔

روس ایشیائی بھی نہ تھا اس لیے کہ جغرافیہ میں یورپ کے اندر واقع تھا۔ مگر یورپی بھی نہ تھا اس لیے کہ اُسے رے نے ساں اور روشن خیالی کی تحریکوں نے چھوا تک نہ تھا۔

بلوچستان تک اگر ''رے نے ساں'' کی برکتیں نہ پہنچیں تو ہم یہ مضحکہ خیز بات کر سکتے ہیں کہ ہم یورپ سے بہت دور تھے یا کوہستان وغیرہ کی رکاوٹیں حائل تھیں، وغیرہ وغیرہ۔ مگر یورپ میں روس؟ وہاں تو فزیکل فاصلے اس قدر مہیب نہ تھے۔ مگر پھر بھی ایسا ہوا۔ روس کی بے بختی کہ اسے شاہی نظام نے یورپ میں زبردست سائنسی اور فکری تبدیلیوں کی ہوا بھی لگنے نہ دی۔ اسی وجہ سے روس کا تاریک دور طویل ترین رہا۔

مگر روس کو رینے ساں کے بجائے براہِ راست ریوولیوشن نصیب ہوا۔ یوں روس زیادہ خوش نصیب ٹھہرا کہ رینے ساں کا ریوولیوشن میں تبدیل ہونا مغربی صنعتی یورپ کو تو آج تک نصیب

نہ ہوا۔ مگر بغیر رینے ساں کے، پس ماندہ روس میں انقلاب لایا گیا۔

یہ الگ بات ہے کہ ایسا ہونے میں پانچ سو برس لگ گئے، یعنی ایک ہزار نسلیں۔ تصور کریں کہ وہاں ظلمت و جبر کے خاتمے اور شاہ و فیوڈل کی موت کس قدر سست رفتار رہی ہے؟

چلیں ہم بھی چھلانگ لگا کر آگے گزرتے ہیں اور رینے ساں سے معطر مغربی یورپ کے بجائے روس آجاتے ہیں۔ جب 1883ء میں مارکس کا انتقال ہوا تو روس میں کروپسکایا نامی ایک لڑکی چودہ برس کی تھی اور ایک لڑکا لینن تیرہ برس کا تھا۔ اِن دونوں کو ہسٹری نے گود لے لیا۔

دراصل ہسٹری کو فوری ضرورت پڑی کہ مزدور طبقے' محنت کش عوام اور دنیا بھر میں محکوم قوموں کی سرمایہ داری اور سامراجیت سے نجات ہو اور سوشلزم کی راہ لینے کی انقلابی جدوجہد شروع ہو۔ ہسٹری اس جدوجہد کی راہ نمائی کرنے کے لیے مزید قابلیت کے ساتھ مارکس ازم کی مزید ترقی کی خواہش مند ہوئی۔

لگتا تھا کہ زمانے بھر کے دیوانے کسی ایسے دشت میں صحرانوردی کرتے رہے جہاں نہ تو کوئی اُن کی آہ و فغاں سے واقف تھا اور نہ اُن صلیبوں سے، جن پر وہ اپنے مقصد کی خاطر جھول گئے۔ عشاق کے قافلے کا ہر فرد انسان کے وقار کے نظریے کو زیادہ تخلیقی بناتا گیا، زیادہ سائنسی بناتا گیا۔ ہر نیا قافلہ انسانیت کے منشور کو کٹر عقیدہ بنانے کے خطرے سے دُور لے جاتا رہا اور اُسے ایک ایسا مسودہ بناتا رہا جو عمل کے لیے رہ نما ہو۔

لینن اور کروپسکایا اُن سب میں نمایاں تھے۔ وہ جو محنت میں لاثانی تھے، پڑھتے بھی بہت تھے، لکھتے بھی بہت تھے اور جدوجہد میں تو ان کا کوئی بدل موجود ہی نہ تھا۔ اِن دونوں انقلابیوں میں کمال صفت یہ تھی کہ وہ سماجی تبدیلی کے ایجنٹ کے بہ طور تحریری لفظ کے مؤثر ہونے پہ یقین رکھتے تھے۔

اُن دونوں نے مارکس اور اینگلز کے فلسفے کے مطالعے تک ہی خود کو محدود نہ رکھا بلکہ انھوں نے اسے مزید فروغ دیا اور اس میں نئے تصورات اور منصوبوں کا اضافہ کیا۔ انھوں نے غریبوں کی طبقاتی جدوجہد کے لیے راہ نما اصولوں اور قوانین کا ایک نظام بنا دیا۔ لینن کے ایسے پمفلٹ مثلاً ''کیا کیا جائے؟...... دو طریقائے کار، سامراج، ریاست اور انقلاب، پرولتاری اور

بھگوڑا کاؤٹسکی اور لیفٹ ونگ کمیونزم''، بلاشبہ مارکسزم کے بڑے خزانے اور اس کے انقلابی اسلحہ خانے میں سب سے زیادہ باقدر اضافہ بن گئے۔ لینن ازم کی ٹیکٹک اور سٹریٹجی، پرولتاری انقلابی جدوجہد سے متعلق ایک سائنس ہے۔

کروپسکایا ایک ایسی خاتون تھی جس نے ہول ناک دکھ جھیلے تھے۔ وہ شہد کی کارکن مکھی کی طرح زندگی بھر جدوجہد کرتی رہی۔ وہ دنیاوی نظروں میں سات برس تک حکمران لینن کی بیوی کی حیثیت سے فرسٹ لیڈی اور یوں شہد کی کوئین مکھی بن سکتی تھی۔ مگر اس طرح کا تصور انقلابیوں میں نہیں ہوتا۔ لینن اور کروپسکایا کو ذات سے کبھی لڑنا نہیں پڑا۔ ذات پہ قابو تو وہ کب کا پا چکے تھے۔ اب تو سماجی وسیاسی جنگ لڑنا تھی۔ نادژدا پوری زندگی اُن باتوں کے لیے لڑتی رہی جو عام لوگوں کو ناممکن نظر آتی تھیں۔

نادژدا اور لینن دونوں ہم پلہ تھے۔ نظریہ اور عمل دونوں میں۔ اسی لیے تو وہ زندگی بھر جڑے رہے۔ اُن دونوں کی آپس میں پہلی ملاقات 1890ء کی دہائی کے اوائل میں ہوئی۔ دونوں پہلے ہی سے کمیونسٹ تھے۔ اس لیے کوئی استاد شاگرد نہ بنا۔ ملاقات نے محض انھیں ہم فکر دوست بنا دیا۔ بہت عرصہ بعد دونوں تین تین سال کے لیے سائبیریا جلاوطن کیے گئے۔ وہاں جلاوطنی میں دونوں نے شادی کرلی اور پھر، موت ہی انھیں جدا کر پائی۔

کروپسکایا کے بارے میں سوچے بغیر لینن کے بارے میں بات کرنا ناممکن ہے۔ وہ لینن کی قابلِ اعتماد سنگت اور اُس کی سب سے بڑی مددگار تھی۔ وہ اپنی انقلابی پارٹی کے سربراہ لینن کی سوچ کی تشکیل دہندہ بھی تھی اور اُس سوچ کی قائل شدہ ترین کامریڈ بھی تھی۔ وہ اس کے خیالات کی سب سے زیادہ تجربہ کار اور سرگرم شارح تھی۔ وہ عقل مندی کے ساتھ ورکنگ کلاس کے اندر اپنے خیالات پھیلانے میں ماہر تھی۔ اس کے علاوہ اس کے پاس سرگرمیوں کی اپنی دنیا بھی تھی جس پہ اس نے خود کو اپنی پوری روح کے ساتھ وقف کر رکھا تھا: یعنی پاپولر تعلیم اور تربیت کا نظام۔

کروپسکایا ایک ذمے دار انقلابی کی طرح اپنی پارٹی کے ساتھ بڑی ہوتی ہے۔ پارٹی کی پریشانیاں اٹھاتی ہے.....فتوحات تو ہوتی ہی نہیں ہیں۔ لینن چوں کہ پارٹی سنگت بھی ہے، رہ نما

ہے اور جیون ساتھی بھی ہے لہٰذا وہ لینن کے لیے کام کرتی ہے اور اُس کے لیے پریشان ہوتی ہے۔ کروپسکایا نے اپنی پوری زندگی یہی کچھ کیا: پارٹی اور لینن۔ لینن اور پارٹی۔

لینن اور کروپسکایا زندگی بھر ساتھ رہے اور یہ زندگی جلاوطنیوں میں ہی گزر گئی۔ البتہ کچھ مواقع پر بہت کم مدت کے لیے انھیں جدا بھی ہونا پڑا۔ مثلاً اُن کی جیل الگ الگ ہوا کرتی تھی۔ اسی طرح جب لینن کو گرفتاری اور مرگ سے بچنے کے لیے روپوشی اختیار کرنا پڑتی تو اُس وقت بھی وہ دونوں اکٹھے نہیں رہ سکتے تھے۔

کروپسکایا کی حتمی شفیق فطرت نے لینن کی رہائش کو دنیا کا عمدہ ترین ''گھر'' بنا دیا۔ یہ گھر جس روحانی فضا میں لپٹا ہوا تھا، یہ فضا وہاں زندہ اور حرکت کرتے ہوئے دو انسانوں کو جوڑنے والے رشتوں کا نتیجہ تھا۔ یہ واضح تھا کہ اُن رشتوں میں ہر چیز اخلاص میں لپٹی ہوتی تھی، سچ میں تفہیم میں اور پاکیزگی میں۔

1871ء کا پیرس کمیون مزدور طبقے کی طرف سے اقتدار ''فتح کرنے کی'' اولین کوشش تھی۔ پیرس کمیون نے بتا دیا کہ ایک فیصلہ کن جدوجہد کرنا اور اس کے نتیجے میں بورژوا سٹیٹ کو تباہ کرنا مزدور حکومت کے قیام کی پیشگی شرط ہے۔ بعد میں ہم نے دیکھا کہ 1917ء میں روسی اکتوبر انقلاب اسی فارمولے کا برپا کردہ اولین کامیاب انقلاب تھا۔

یہ دونوں بختاور لوگ ہزاروں دوسرے انقلابیوں کی طرح 1917ء کے سوشلسٹ انقلاب کے بانی تھے۔ ایک ایسا انقلاب جو اُس پورے سلسلے کو شروع کرنے والا بنا جس نے انسانی شرف و آزادی کو بلندیوں تک پہنچا دیا۔ دوسری عالمی سامراجی جنگ کے بعد مشرقی یورپ میں ان ہی تعلیمات سے کئی ممالک میں کمیونسٹ انقلاب آئے۔ اسی نظریاتی رو میں کئی ممالک میں قومی آزادی کی تحریکیں کامیاب ہوئیں۔ مارکسزم ہی کے حوالے سے چین اور ویت نام میں کمیونسٹ انقلاب آئے۔ اس نظریے نے لاطینی امریکا اور افریقا کو پارے کی طرح متحرک کر دیا اور یوں سارے افریقا میں سفید فام حکم رانی کا خاتمہ کیا۔

ہم اگلے صفحوں میں تفصیلاً ذکر کریں گے کہ روسی انقلابیوں کا راستہ نہ تو ٹامک ٹوئیاں

مارنے والا تھا اور نہ یہ راستہ بے سمت تھا۔سوشلسٹ انقلاب کے بعد لینن سر براہِ ملک تھا تو کروپسکا یا انقلابی روس کی حکم ران پارٹی کی ایک باوقار،عقل منداور تعلیم یافتہ نمائندہ تھی۔کروپسکا یا اپنے انتقال کے وقت تک ایک ممتاز عوامی شخصیت اور ایک مدبر رہی ۔لینن نظریہ اور امورِ مملکت کا ماہر تھا تو کروپسکا یا پارٹی تنظیم ،خفیہ خط و کتابت اور خفیہ کوڈز کی سپیشلسٹ تھی ۔اسے تعلیمی وتربیتی تھیوری پہ عبور حاصل تھا۔اسے ساری دنیا میں ایجوکیشنل اور لائبریری سائنس میں ایک نظریہ دان اور مؤرخ گردانا جاتا ہے اور نظامِ تعلیم میں اہم ترین تنظیم کاروں میں گنا جاتا ہے۔اس کے عظیم کام کے احترام میں یونیسکو کا ''نادژدا کروپسکا یا انٹرنیشنل پرائز اینڈ ڈپلوما'' موجود ہے۔یہ ایوارڈ ہر سال اُن ممالک ، اداروں ،تنظیموں اور افراد کو دیا جاتا ہے جو نا خواندگی کے خاتمے میں نمایاں ترین خدمات انجام دیتے ہیں۔وہ ٹیکٹکس اور سٹریٹجی کی ماہر شخصیت تھی۔وہ ایک پیشہ ور انقلابی، ایک تربیت کنندہ،ایک صحافی اور انقلاب کے بعد تعلیم کی ڈپٹی وزیر رہی۔

کروپسکا یا اچھی شستہ انگریزی بولتی تھی۔ وہ اس قدر سادہ لباس پہنتی تھی کہ مزدور اور کسان عورتوں کے ہجوم میں پہچانی نہیں جاتی تھی۔

مگر وہ دونوں کوئی آسمانی لوگ نہ تھے ، نہ وہ مائتھالوجیکل درجہ حاصل کرنے کے لیے جیے۔وہ تو عام فرشی انسان تھے۔انسانی کام یابیوں، نا کامیوں،کم زوریوں اور کوتاہیوں کے ساتھ ۔اور انسانوں سے غلطی نہ ہونا ناممکن ہے۔مگر غلطی کر کے چھپانا غیر انسانی ہے۔اپنی غلطی کو دوسروں پر ڈالنا یا اُس کے لیے دلیل بازی کرنا منافقت ہے۔ایک بار غلطی کر کے بار بار دہرانا بے بختی ہے۔

کروپسکا یا اور لینن دانا تو تھے ہی مگر وہ اس کے ساتھ ساتھ بلا کے بے خوف انسان بھی تھے۔اُن کی زندگی کا نوبل کاز کمیونزم تھا۔ایسے انسان جو عوام کا استحصال کرنے والی اقلیت سے نفرت کرتے تھے اور محنت کش عوام الناس سے محبت کرتے تھے۔ایسے انسان جن کے پاس کام کرنے کی حیران کن سکت تھی اور جدوجہد میں بے مثال استقامت اور دلیری تھی......اور اُن دونوں میں یہ ساری خصوصیات ایک خوش دلی، پُرمسرت طریق ترتیب، عاجزی اور سادگی کے ساتھ موجود تھیں۔

وہ بختاور اور بڑے انسان تھے۔اتنے بڑے اور بختاور انسان کہ اُن کی تاریخی اہمیت کے

لیے کوئی پیمانہ موجود نہیں ہے۔

چوں کہ میں اپنی آٹو بائیوگرافی لکھنے کو پسند نہیں کرتا ،اس لیے نہیں لکھوں گا لیکن اگر مجھے اپنی زندگی کا ماحصل لکھنا پڑے تو میں کروپسکا یا کا درج ذیل پیرا گراف لکھ کر نیچے اپنا نام لکھوں گا:

''میں بہت خوش ہوں کہ میں انقلاب میں سے زندہ رہ پائی ہوں اور اُس کام سے پیار کرتی ہوں جو میں اب کر رہی ہوں ۔میری ذاتی زندگی بہت پُرمسرت رہی اور اگر کچھ ساعتیں ہیں جو برداشت کرنا مشکل ہیں۔تو بھلا کس کے پاس ایسی ساعتیں نہیں ہوتیں؟ میں نے واقعات سے چھلکتی ایک سرگرم زندگی گزاری ہے ۔شکایت کرنے کو میرے پاس کچھ نہیں۔اگر مجھے اپنی زندگی دوبارہ شروع کرنی پڑے تو میں اس میں بہت کم تبدیلیاں کرنے کا سوچوں گی ،شاید ماسوائے بہت چند معمولی چیزوں کے۔''

مجھے تسلیم ہے کہ اُن دونوں پہ، اُن کی ذاتی زندگی، اُن کے خاندانوں، اُن کی فکر، اُن کے عمل، اُن کی پارٹی ،ان کی جدوجہد اور اُن کے انقلاب کے بارے میں ہزاروں کتابیں اور ہزاروں مضامین لکھے گئے اور لکھے جائیں گے ۔بے شمار فلمیں ناولیں وجود میں آئیں ، ہزاروں سیمینار منعقد ہوئے اور آئندہ بھی رہتی دنیا تک یقیناً اُن پر ایسا کام مستقبل بعید تک جاری وساری رہے گا۔اس لیے کہ اُن کے نظریات لمحاتی اور وقتی نہیں ہیں، بلکہ یہ لامحدود زمانوں تک انسانوں کے کام آتے رہیں گے۔

میری یہ منکسر کوشش نہ ماضی کے اُن کے سوانح نگاروں کے برابر ہو سکتی ہے اور نہ آنے والے محققوں بائیوگرافروں کے سامنے ٹک سکے گی۔مگر بڑے انسانوں کا احترام کرنے والوں کے پلڑے میں خود کو ڈالنا اچھا ہوتا ہے، میں بس اِسی نیت سے ایسا کر رہا ہوں۔

شاہ محمد مری

29 جنوری 2023ء

نادِژدا کروپسکایا

(26فروری1869ء۔23فروری1939ء)

لینن

(22اپریل1870ء۔21جنوری1924ء)

دونوں کا تعارف

ایک کلومیٹر لمبا پورا نام دیکھیے :نادیژدا کونسٹنٹی نوونا کرو پسکایا۔

اِس سارے لمبے چوڑے نام میں سے ''کروپسکایا'' اُس کا خاندانی نام تھا۔یعنی یہ لفظ اُس خاندان کے ہر فرد کے نام کے آخر میں موجود ہوتا تھا۔اُس کا اپنا اصل نام نادِژدا تھا۔جس کے معنی ہیں:امید۔(1)

'امید'26فروری1869ءکوسینٹ پیٹرس برگ میں پیدا ہوئی۔

نادیژدا ایک سٹوڈنٹ،ایک ٹیچر،ایک لائبریرین،ایک ایڈمنسٹریٹر،ایک انقلابی اور ایک مارکسسٹ تھی۔ ایجوکیشن پر اُس کی تحریروں کی گیارہ جلدیں ہیں۔ اس کی یادداشتوں کی کتاب لاکھوں کی تعداد میں چھپی ۔ وہ عوامی ، جمہوری سیاسی سرگرمیوں کی بنا پر روس کے بادشاہ کے ہاتھوں اندرونِ ملک دُور جہنم جیسے سائبیریا میں جلاوطن ہوئی۔اور بعد میں برسوں تک بیرونِ ملک جلاوطنی کی قہرناکی میں انقلابی سیاست کرتی رہی۔اس کی بوڑھی ماں اُس کے ساتھ جلاوطنی بھگتتی وہیں جلاوطنی میں مرگئی اور اُس کی لاش تک وطن میں دفن نہ ہوسکی۔روسی اکتوبر انقلاب میں نادیژدا کا قائدانہ رول تھا۔وہ اسی انقلاب کے نتیجے میں قائم نئے ملک یعنی سوویت ملک کی ماں تھی۔

مگر دنیا بھر میں انسان ابھی تک اس قدر بالغ نہیں ہوا کہ کسی بڑی عورت کے رول کو اُس کے شایانِ شان بیان کرسکے۔چناں چہ نادِژدا کا تعارف کرنے کے لیے میں وہ فقرہ استعمال

کرنے پر مجبور ہو رہا ہوں جسے میں استعمال کرنے سے گریز کرنا چاہتا ہوں: ''نادِژدا لینن کی رفیقہء حیات تھی۔''

خدشہ رہتا ہے کہ صرف لینن کی بیوی کہنے سے اس کا اپنا رول چھپ جاتا ہے۔ اُس کی اپنی قربانیاں، اُس کی محنت، انقلابی ہنر مندی اور قائدانہ کردار ثانوی بن جاتے ہیں۔ ایک آدھ فقرے میں تاریخ کے اندر نادژدا کی اہمیت بتانا ہو تو وہ یہ ہے کہ اُس نے انقلابی سیاست کی چٹانوں اور دریاؤں میں سے گزارنے میں اپنے ساتھیوں اور پیروکاروں کی قیادت کی۔ اس نے اپنے دیگر رفقا سے مل کر دوسرا کام یہ کیا کہ تاریخ میں پہلی بار وسیع پیمانے پر ایک بڑے ملک روس میں مارکسزم کا اطلاق کیا اور پھر اُس ملک اور اس کی تحریک کو مارکسسٹ لائن پر راہ نمائی فراہم کیے رکھی۔

نادِژدا کا خاندان شروع میں تو بالائی طبقے سے تھا مگر بعدازاں یہ خاندان بہت مفلس ہو گیا۔ نادِژدا کے کوئی بہن بھائی نہ تھے۔ وہ ایک ریڈیکل شخص ''کونسٹنٹین اِگنتی وچ کروپسکی'' اور ایک نجات یافتہ عورت ''الیزاویتا تستر ووا'' کی اکلوتی اولاد تھی۔

کروپسکایا کا والد چرنی شیوسکی اور ہرزن کو پڑھتا تھا۔ وہ بہ ظاہر انقلابی تنظیم ''زمین اور آزادی'' سے وابستہ تھا۔ (2) کہتے ہیں کہ وہ مارکس کے انٹرنیشنل ورکنگ مینز ایسوسی ایشن کے ساتھ بھی رابطے میں تھا۔ (3)

چناں چہ اگر اِس باصلاحیت اور کمیٹڈ کمیونسٹ نادژدا کو لینن سے شادی کی بنا پر ''انقلاب کی دلہن'' کا اعزاز حاصل ہے، تو بلاشبہ اس کی ایسے والدین کے ہاں پیدائش و پرورش اُسے ''انقلاب کی بیٹی'' کے ٹائٹل کا بھی حق دار قرار دیتی ہے۔ (4)

نو سال کی عمر میں یتیم شدہ اُس کا والد ایک ملٹری افسر تھا۔ یوں وہ روسی سلطنت کا ایک معتبر آدمی تھا۔ اُسے جب پولینڈ میں ایک آرمی انتظامی پوسٹ پہ تعینات کیا گیا تو وہاں وہ کرپشن اور رشوت کے خلاف کام کرنے لگا اور یہی بات اُس کی بدقسمتی ثابت ہوئی۔ بھئی یہ کوئی بات ہوئی؟ بادشاہت میں رشوت کی مخالفت کیسی؟ بادشاہت میں کرپشن کی مخالفت کیسی؟

چناں چہ اِس شریف اور انقلابی آدمی سے اُس کے ''بڑے'' اور بادشاہ کے اہل کار خفا

ہو گئے۔ انھوں نے اس پر ''غیر روسی سرگرمیوں'' کا الزام لگایا گیا۔ پاکستان میں مارشل لائی سوچ کی طرح پولینڈ میں تعین اس افسر پر ایک الزام یہ تھا کہ وہ پولش زبان بولتا ہے، رقص کرتا ہے، چرچ نہیں جاتا......اور زار بادشاہ کی سال گرہ ''دل'' سے نہیں مناتا۔

اس کے خلاف رپورٹ بنا کر اوپر بھیجی گئی اور چھے سال کی نوکری کے بعد اُسے افسری سے برطرف کیا گیا۔

نوکری سے برطرف کردہ یہ افسر اب کیا کرتا؟ بال بچوں کو روٹی روزی تو چاہیے تھی چناں چہ وہ اِدھر اُدھر کی فیکٹریوں میں نوکری کرنے لگا۔ کبھی یہاں، کبھی وہاں۔ اِس قدر غریب کہ نہ اُن کے پاس گھر تھا نہ ذاتی جائیداد۔

یہ ہے کروپسکایا کے بچپن کا پس منظر اور یہیں سے اُس کے مستقبل کی زندگی کی بنیادیں پڑنا شروع ہوئیں...... وہ بچپن ہی سے اپنے اردگرد کی بدصورت زندگی کے خلاف ہو چکی تھی۔

اُس زمانے میں پوری روسی زندگی پر ''انقلابی سیاست'' ہی چھائی ہوئی تھی۔ یہ ایک مقبول سیاسی رجحان بن چکی تھی۔ کروپسکایا نے اِسی راستے کو اختیار کیا۔

اُسے پیٹرس برگ کے ایک سیکنڈری سکول میں تعلیم پانے کا موقع ملا۔ اس سکول میں کچھ سابقہ انقلابی لوگ اساتذہ کے بہ طور کام کرتے تھے۔ وہ 1882ء میں زبردست نمبر لے کر کام یاب ہو گئی۔ اپنے مستقبل کے ہونے والے خاوند (لینن) کی طرح اس نے اپنی کلاس میں گولڈ میڈل لیا، جو ایک زبردست عالمانہ ایوارڈ تھا۔

اس دوران اُس کا باپ در بہ در کی ٹھوکریں کھاتا رہا۔ اس کی تحقیقات کو بلاوجہ طول دیا گیا۔ یوں دس سال تک اس کے گھرانے کو فاقہ زدہ رکھ کر اُس کے کیس کا فیصلہ ہوا اور موت سے ذرا پہلے اُسے بے گناہ قرار دیا گیا۔

اس کا باپ 1883ء میں فوت ہو گیا۔ اُس وقت کروپسکایا 14 برس کی تھی۔ اس طرح اب باپ کی بے گناہی خاندان کے کسی کام نہ آئی۔ یوں بیوہ ماں اور یتیم بیٹی روٹی کمانے گھروں میں گورنیس کا کام کرنے لگیں۔ (5) نادِژدا روٹی کمانے کے لیے امیروں کے بچوں کو پڑھانے لگی۔ اسی دوران وہ

سینٹ پیٹرس برگ کے ایک چھوٹے سے ویمن کالج سے گریجویٹ کرنے کے قابل ہوئی۔

وہ جب گریجویٹ ہوگئی تو اس نے سکول ٹیچر بننے کی ناکام کوشش کی۔

چوں کہ اُس کا باپ جلدی فوت ہوگیا تھا، اس لیے کروپسکایا کی زندگی پہ اُس کے بہت کم اثرات ہیں۔ مگر نادِژدا کی ماں بہت دیر تک زندہ رہی اور کیوں کہ خاوند مرگیا تھا اور اولاد یہی ایک تھی لہٰذا وہ اپنی بقیہ ساری زندگی بیٹی کے ساتھ ہی رہی۔ اسی وجہ سے اُس کی زندگی پر ماں کے اثرات زیادہ پڑے۔ اُس کی پرورش میں، جلاوطنیوں کے سفر وحضر میں، حتیٰ کہ اُس کی سیاست میں بھی ماں ایک بھرپور حصہ دار کے بہ طور زندگی کی آخری سانس تک شریک رہی۔

اُس کی ماں کا نام تھا: الیزاویتا تستروا (پیدائش: 1841ء)۔ وہ ایک ریٹائرڈ فوجی میجر کی بیٹی تھی۔ وہ ستم زدہ عورت خود بھی ایک یتیم کے بہ طور بڑی ہوئی تھی اس لیے کہ اُس کی ماں بچپن میں ہی مرگئی تھی۔ (6) وہ ایک بے زمین روسی اشرافیہ کی بیٹی تھی۔

چناں چہ یتیم بچی کروپسکایا، سکالرشپ پہ تعلیم حاصل کرتی رہی اور جب ادارہ سے چھٹی ہوجاتی تو فوراً ہی وہاں جاتی جہاں وہ گورنس کی نوکری کرتی تھی۔

اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ اس غربت اور یتیمی کا اِس لڑکی پر کیا اثر پڑا ہوگا۔

اُس زمانے میں چرنی شیوسکی کا ناول ''کیا کیا جائے؟'' روس میں ایک ضروری کتاب تصور ہوا کرتی تھی۔ کروپسکایا نے بھی یہ کتاب بچپن میں پڑھ لی اور وہ شاید لینن سے بھی قبل اِس کتاب سے واقف ہوگئی تھی۔ (7)

وہ ٹالسٹائی کی تعلیمات کے بہت زیادہ زیر اثر رہی۔ بالخصوص ٹالسٹائی کے مضمون ''عیش اور محنت'' نے تو اس پہ بہت اثر ڈالا۔ چناں چہ سکول چھوڑتے وقت اسے ٹالسٹائی کی تیرہ جلدوں والی تصانیف ''گریجویشن گفٹ'' کے بہ طور ملیں۔

ان ہی تعلیمات کے سبب اسے فیشن والے لباس سے کبھی رغبت نہ رہی۔ زندگی بھر وہ آرام دِہ اور عیاش طرزِ زندگی کو ناپسند کرتی رہی اور اُس کی یہ سادگی زندگی بھر جاری رہی۔ وہ ''باوقار، فہمیدہ اور تعلیم یافتہ'' انسان رہی۔ (8)

وہ خاموش، لمبے قد کی لڑکی الگ تھلگ والی دنیا کی مخلوق رہی۔ کمر تک لمبے ہوا بال والی کروپسکایا زندگی بھر سادہ رہی۔ لباس میں، آسائش میں۔

حتیٰ کہ وہ اُسی کی تعلیمات کے زیر اثر دیہات بھی گئی اور عام کسان عورتوں میں کام کرنے لگی۔ مگر بہت جلد اُسے اندازہ ہوا کہ ناانصافیاں تو ذاتی اخلاق اور انفرادی اچھائی سے ختم نہیں ہوتیں۔ بہرحال دیہات میں جا کر عام عورتوں میں کام کرنے سے اُسے یہ فائدہ ضرور ہوا کہ اسے دیہی زندگی کے بارے میں زبردست معلومات حاصل ہوئیں۔

کروپسکایا کو شروع سے ایجوکیشن کا شعبہ پسند تھا۔ اور پھر اُس نے پوری زندگی ایجوکیشن ہی کی خدمت کی۔ ایجوکیشن میں بھی اُسے ٹالسٹائی کے نظریات اچھے لگتے تھے جو کہ سٹرکچرڈ نہیں تھے۔ مگر ٹالسٹائی تو شانت کرتا ہے، سکون دیتا ہے۔ اس کے نظریات طبقاتی مسلح مدبھیڑ سے بچانے کے لیے بہت اکسیر ہوتے ہیں۔ چناں چہ ہم کہہ سکتے ہیں کہ جوانی کی ذہنی شعوری اتھل پتھل کے زمانے میں اُسے Tolstoyan بن کر کچھ پناہ ملی تھی۔

البتہ عمر کے ساتھ ساتھ اس کے ٹالسٹائی والی فکر کو ارتقا نصیب ہوئی۔ نادِژدا نے ٹالسٹائی سے آگے جانا تھا۔ ہر نوجوان کی طرح وہ بھی سماج سے متعلق مزید کچھ جاننے اور کچھ کرنے کی جستجو میں تھی......اور شرطیہ لکھوا لیجیے کہ تلاش والوں کو استحصال سے پاک معاشرے کے لیے مارکسزم کا فلسفہ ہی ملے گا۔ چناں چہ مستقبل میں نادِژدا کے نظریات زبردست انداز میں مارکسی اور انقلابی ہوئے۔

مگر ٹالسٹائی ازم نہ تو اُس سے یک دم ختم ہوا' اور نہ یک سر ڈھل گیا۔ اُس کے اندر ٹالسٹائی بہرحال زندہ رہا۔ ٹالسٹائی بہرحال قاری کی روح کے اندر زندہ رہتا ہے۔

نادِژدا 1889ء کے اواخر میں پیٹرسبرگ میں عورتوں کی یونی ورسٹی سطح کے ایک تعلیمی ادارے میں داخل ہوئی۔ مگر اُسے جلد اندازہ ہوا کہ اس کے ذہن میں مسلسل کھلبلی مچانے والے سوال ''کیا کیا جائے؟'' کا جواب وہاں بھی نہ تھا۔ ایسے سوالات کے براہِ راست جوابات یونی ورسٹی میں نہیں ملتے۔ وہاں تو لگے بندھے نصابی کلیے فارمولے ہوتے ہیں۔ ایک فیوڈل معاشرے کی یونی ورسٹیاں کبھی بھی فلسفے کی بنیادی باتوں کو نہیں چھیڑتیں۔ وہاں تو بادشاہت ذرا زیادہ نفیس

الفاظ میں پڑھائی جاتی تھی۔

زندگی کے بارے میں بنیادی سوالوں کے جوابات اُن زیرِ زمین سرکلوں میں ملتے تھے جو اُس زمانے میں اِس شہر میں موجود تھے۔ اُن سرکلوں کے اندر دانش وروں کا ایک گروپ باقاعدگی سے ملتا تھا اور ایسے پیاسے سوالات کے سیر حاصل جواب ڈھونڈنے کی کوشش کرتا۔

1881ء میں بادشاہ الیگزینڈر دوم کے قتل کے بعد پولیس نے کسی بھی طرح کے دانش وروں کے اکٹھ کی طرف سخت رویہ رکھنا شروع کیا اور یوں سرکل عارضی طور پر زوال کی طرف گئے۔

مگر پھر 1890ء کی دہائی کے اوائل میں ریڈیکل او، زیرِ زمین بحث کے گروپ تیزی سے نمودار ہوئے۔ کروپسکایا کی طرح کے نوجوان لڑکے لڑکیوں پر مشتمل، یہ ایسے سرکل ہوا کرتے تھے جو سیاسی نقطہ نظر رکھتے تھے۔ چناں چہ اُس زمانے میں دانش وروں، انقلابیوں اور سیاسی ورکروں کے کئی سرکل کام کر رہے تھے۔ جن میں بحثیں، لیکچرز، مطالعہ اور غور وفکر ہوتا تھا۔

اس زمانے میں دو قسم کے سوشلزم ظاہر ہونا شروع ہوئے: کچھ خود کو نرودنک سمجھتے تھے (کسانوں کے طرف دار) اور دوسرے مارکسسٹ کہلانے والے (یعنی کیپٹلزم آئے، مر جائے، پھر صنعتی مزدور اقتدار سنبھالیں)۔

نادژدا 1880ء کی دَہائی کے اواخر اور نوے کی دہائی کے اوائلی برسوں کے دوران ''مزدوروں کے سنڈے سکول'' میں جغرافیہ پڑھانے لگی۔ وہ محتاط سرکلوں کے احیائے نو کا کام کرتی رہی۔ گو کہ اُسے کہیں بھی اطمینان نہیں ہو رہا تھا۔ اِن سرکلوں میں سے ایک گروہ تو ٹالسٹائی والوں کا تھا جہاں مزاحمت کی بات نہ تھی۔ ایک اور اٹلی اور آئرلینڈ میں زرعی صورت حال پہ بحث جاری تھی۔ ایک اور ادبی تھا۔ وغیرہ وغیرہ۔

اُس وقت تک وہ 21 برس کی ہو چکی تھی۔ کروپسکایا کی سکول کی دوست اولگا نے اسے بحث کے ایک گروپ سے متعارف کرایا جو کہ ایک مارکسسٹ سرکل تھا۔ مارکس اور اینگلز کے نام بھی سرکل میں لیے جاتے تھے۔ کروپسکایا اُن کے متعلق مزید مطالعہ کرنے کی طرف مائل ہوئی۔ گروپ نے لاوروف کے ''تاریخی خطوط'' کے مطالعے کی ذمہ داری اُسے دی۔

اُس زمانے میں مارکس اور اینگلز کی تصانیف آسانی سے نہیں ملتی تھیں۔ مارکس کی کتابوں پر پابندی لگی ہوئی تھی۔ چناں چہ ایسی کتابیں انقلابی لوگ خفیہ طور پر ایک دوسرے کو دیتے رہتے تھے۔ حتیٰ کہ چھوٹی سی کتاب، ''کمیونسٹ مینی فیسٹو'' بھی حاصل نہیں کی جا سکتی تھی۔ کیپٹل جلد نمبر ایک تو بہت مشکل سے دست یاب ہو سکتی تھی۔ کروپسکایا نے کسی نہ کسی طرح سے اُسے حاصل کیا اور وہ اِس کو پڑھنے میں جُت گئی۔ کیپٹل کا تیسرا باب تو اسے بہت اچھا لگا۔ اس نے کہا تھا: ''میرا دل اس زور سے دھڑک رہا تھا کہ اس کی آواز تک سنائی دیتی تھی''۔ (9)

''کمیونسٹ مینی فیسٹو'' اُس نے 1898ء میں پڑھ لیا تھا۔ وہ بھی جب وہ جلاوطن تھی۔

یوں وہ آہستہ آہستہ مارکسی انقلابی نظریات تک پہنچ گئی۔ اس نے بعد میں 1932ء میں لکھا: ''مارکسزم نے مجھے وہ عظیم ترین مسرت بخشی جس کی کہ ایک انسان خواہش کر سکتا ہے۔ راستے کے انتخاب کا علم اور جس مقصد کے لیے کسی نے خود کو وقف کر رکھا ہو اُس کے آخری نتیجے پہ اعتماد۔ راستہ ہمیشہ آسان نہ تھا مگر راستہ کے درست ہونے پر کبھی شک نہ ہوا''۔ چناں چہ اُس نے ایک انقلابی کے بہ طور خود کو وقف کر دیا۔ وہ اور گہرائی سے مارکسزم کا مطالعہ کرنے لگی۔

یہاں اس نے مشہور زمانہ کتاب کیپٹل کی پہلی جلد کا ریویو بھی کیا اور ''خاندان ذاتی ملکیت اور ریاست کا آغاز'' نامی اینگلز کی کتاب کا ہاتھ سے لکھا نسخہ پڑھا۔

اُس نے شہر کے مضافات میں مزدوروں کے لیے پیٹرس برگ سنڈے ایوننگ سکول میں ٹیچنگ کا کام شروع کیا۔ یہاں ہزار سے زیادہ مزدور پڑھنے آتے تھے۔

نادژدا پانچ سال تک (1891ء۔ 1896ء) اِس ''ایوننگ سنڈے سکول'' سے جڑی رہی۔ یہ سکول فیکٹری مالک نے اپنے مزدوروں کے لیے شام کے وقت کے لیے کھولا تھا۔ یہاں قانونی طور پر تو پڑھنا، لکھنا اور علم حساب کتاب سکھائے جاتے تھے مگر غیر قانونی طور پر انقلاب کے زیر اثر چیزیں اُن مزدوروں کو پڑھائی جاتی تھیں۔ سنڈے ایوننگ سکول کے اساتذہ بغیر تنخواہ کے پڑھاتے تھے۔ یہ بہت کمال لوگ تھے۔ یہ بے لوث ایجوکیٹرز کا پورا جھرمٹ تھا۔ یہ مفت سکول، فیکٹری مزدوروں کو تعلیمِ بالغاں دیتا تھا۔ اتواروں اور ہفتہ کی دو راتیں نادژدا مزدوروں کو پڑھاتی

تھی۔ وہ وہاں ہسٹری اور روسی ادب پڑھاتی تھی۔

یہاں اُس نے مزدوروں کی زندگی بہت قریب سے دیکھی۔ وہ اُن کے گھر جاتی تھی اور انھیں فیکٹری میں ٹریڈ یونین، لکھائی پڑھائی اور پمفلٹ پوسٹر تیار کرنے میں مدد کرتی تھی۔

سنڈے کو سکول میں شاعری اور نثر پڑھی جاتی تھی۔ کروپسکایا کی تجویز پر کبھی کبھی شاعری اور نثر کے بجائے دوسرے ممالک کے عوام کے بارے میں کہانیاں سنائی جانے لگیں۔ مزدوروں میں یہ کہانیاں بہت مقبول ہوئیں۔(10)

چناں چہ لینن سے ملنے سے پہلے ہی وہ ایک بھرپور مارکسسٹ اور انقلابی بن چکی تھی۔

وثوق سے کہا جا سکتا ہے کہ وہ 1890ء میں انقلابی تحریک میں شامل ہوگئی۔

ایک دو سالوں کے اندر کئی مارکسسٹ ٹیچر، اس سکول کے سٹاف میں شامل ہوئے۔ سٹاف میں مارکسسٹوں کے مرکزے کی موجودگی سے سکول کو سیاسی مقاصد کے لیے استعمال کرنے کی کوششوں میں اضافہ ہونے لگا۔ ان لوگوں نے اپنی سرگرمیوں کو مربوط کرنے کے لیے ایک خفیہ سرکل بنالیا۔ ان کی سرگرمیوں میں مزدوروں کو مارکسسٹ گروپوں میں بھرتی کرنا شامل تھا۔

کروپسکایا کا مستقبل کا جیون ساتھی دور دراز سمآرا کے علاقے کا رہنے والا تھا۔ اس سنجیدہ انقلابی نے تیئس سال کی عمر (1893ء) میں سمارا چھوڑا' اور دارالحکومت سینٹ پیٹرس برگ چلا آیا۔ یہی وہ سفر تھا جس میں اُس نے ایک نئی حیات پانی اور جینی تھی، دنیا بھر کے غریبوں کے لیے خوش گواری کی پہلی اینٹ رکھنی تھی اور اسی عمر میں اس نے جاگیرداروں، سرمایہ داروں کے لیے سرگردانی کی پوری ڈیڑھ صدی نازل کرنی تھی۔

پیٹرس برگ اُس زمانے میں دارالحکومت ہونے کے ساتھ روس کی مزدور تحریک کا ایک اہم مرکز بھی تھا۔ وہاں کئی خفیہ سرکلز قائم تھے جن کے شرکا مارکسزم کا مطالعہ کرتے تھے اور مزدوروں میں مارکس اور اینگلز کی تعلیمات کا پرچار کرتے تھے۔ کروپسکایا والوں کا بھی ایک سٹڈی سرکل قائم تھا اور نو آمدہ لینن بھی آ کر ایک ایسے ہی حلقے میں شامل ہوگیا۔

کروپسکایا والے سٹڈی سرکل والوں کو پتہ چلا کہ سمآرا، یعنی وولگا کے علاقے سے ایک

پڑھا لکھا نوجوان مارکسسٹ آ گیا ہے۔ ایک بہت ہی پرانے ممبر کرژیژانوفسکی کے بقول: ''اور ایک غیر معمولی شخص نمودار ہوا ہے جو دوسروں سے زیادہ اُس ہتھیار کی مہلک طاقت کو اہمیت دیتا ہے جس کو مارکس کی عقل و دانش نے ڈھالا ہے۔''

کروپسکایا کے بہ قول اِس ''عالم'' مارکسسٹ کے بارے میں، اُس کے آتے ہی اصلی نقلی کہانیاں سنائی جانے لگیں۔ اُس کے مبالغہ آمیز اوصاف اور خصلتیں ایک دوسرے کو بتائی جانے لگیں۔ اُن سنی سنائی باتوں میں ایک یہ تھی: ''......لینن صرف سنجیدہ کتابوں کی تلاش میں رہتا ہے اور اس نے زندگی بھر ایک بھی ناول نہیں پڑھا''۔ مگر نادژدا اس روح افزا شخص کے بارے میں اس تاثر کی نفی کرتی ہے: ''مگر بعد میں سائبریا جلاوطنی میں مجھے معلوم ہوا کہ یہ سب محض افسانہ تھا۔ لینن نہ صرف ترگنیف، ٹالسٹائی اور چرنی شیوسکی کو پڑھتا ہے بلکہ وہ ان ادیبوں کو بار بار پڑھتا ہے اور اُسے عمومی انداز میں کلاسیکس کے بارے میں اچھی معلومات ہیں اور وہ اِس کی توصیف کرتا ہے۔ اُس کے پاس ایک البم تھا جس میں عزیزوں اور پرانے سیاسی جلاوطنوں کے ساتھ ساتھ زولا، ہرزن اور چرنی شیوسکی کے کئی فوٹو لگے ہوئے تھے۔''(11)

کروپسکایا ''والگا کے علاقے سے آئے اس ''عالم مارکسسٹ'' سے پہلی بار فروری 1894ء میں مارکسسٹ سرکل میں ملی۔(12) وہ ''عالم'' کروپسکایا سے ایک سال چھوٹا تھا۔ نادِژدا کروپسکایا ایک سادہ، محنتی خاتون تھی۔ اس کی عادتیں، غیر شہزادیانہ تھیں۔ اس کے اندر محنت کش طبقے کی طرف داری والا ایک وقار تھا۔ وہ ایک لمبی، زرد اور سنگین و سنجیدہ سکول ٹیچر تھی۔ اُس کے بال اس کے سر کے پیچھے بندھے ہوتے تھے، وہ درمیان میں مانگ نکالتی تھی۔

یہ وہ زمانہ تھا جب لینن نے ایک مضمون لکھا: ''نام نہاد مارکیٹوں کا معاملہ''۔ اِس مضمون میں اُس نے روس میں کپٹلزم کی ترقی پہ مارکسزم اور نارودنِک نظریات کا تقابل کیا۔ یہ مضمون اِس سرکل میں پڑھا گیا۔

آیئے ذرا چیزوں کا پس منظر دیکھتے ہوئے اِس مضمون پہ بات کرتے ہیں۔

روس یورپ میں واحد ملک تھا جس کے دل و دماغ کے لب رے نے ساں کے لبوں

نے نہیں چومے تھے۔ اُسے سولھویں صدی کے ''ریفارمیشن'' نے بھی گلے نہیں لگایا تھا۔ یعنی لوہسوآن کے چین کی طرح لینن کے روس کو بیرونی روشنی نے کبھی نہ چھوا تھا۔

سترہویں صدی کے آخری حصے میں بادشاہ ''پیٹر دی گریٹ'' نے یورپی کلچر اور ٹکنالوجی کی طرف کھڑکیاں کھولنے کی کوشش کی تھی۔ مگر نپولین کی شکل میں یورپ، روس کو ترقی دینے اور وہاں انقلابی و صنعتی اثرات ڈالنے کے بجائے توسیع پسند حملہ آور کے بہ طور نمودار ہوا۔ روس نے اُسے شکست دے دی۔ یوں وہ فرنچ کپٹلسٹ انقلاب کے اثرات سے بھی محروم رہا۔ چناں چہ روس' یورپ میں اپنی پسماندگی میں ہی غوطہ زن رہا۔

انیسویں صدی کے آخری عشرے میں روس کی صنعت میں ابھار پیدا ہوا۔ نئی فیکٹریاں اور کارخانے نمودار ہوئے، مزدور طبقہ تعداد اور طاقت میں تیزی سے بڑھا اور قطعی عزم کے ساتھ سرمایہ داروں کے خلاف جدوجہد کرنے لگا۔ پرولتاریہ کو اپنا تاریخی رول پورا کرنے کے لیے مزدوروں کی ایک خودمختار انقلابی پارٹی کی ضرورت تھی۔ مگر وہاں، مارکس ازم کو مستحکم بنانے اور مزدور پارٹی قائم کرنے میں سب سے بڑی رکاوٹ ''نرودنک'' تھے۔ نرودنک لوگ اپنی کتابوں اور رسالوں میں عوام کے دوست ہونے کا اعلان کرتے تھے مگر ساتھ میں مارکس ازم پر زور شور سے حملے کرتے تھے۔

نارودنک مارچ 1881ء کو بادشاہ الیگزنڈر دوم کو بم سے ہلاک کرنے میں کام یاب ہوگئے تھے۔ لیکن اس سے عوام کو کوئی فائدہ نہیں ہوا تھا۔ چند افراد کو ہلاک کر کے نہ تو بادشاہی ختم ہوسکتی تھی اور نہ فیوڈلزم۔ چناں چہ مقتول بادشاہ کی جگہ پہ ایک اور شخص بادشاہ ہوگیا اور اس نے خود کو الیگزنڈر سوم کا نام دیا۔ اُس کے دور میں تو مزدوروں اور کسانوں کی حالت اور بھی ابتر ہوگئی۔

مارکیٹوں کے موضوع پر لینن کے طویل مسودے کے بارے میں کروپسکایا نے لکھا:

''اس ساری اپروچ میں ایک تازہ دم مارکسسٹ محسوس ہوتا تھا جو صورت حال کی اُسی ٹھوس انداز میں گرفت کرسکتا ہے جیسی کہ وہ ہے...... میں اس نوآمدہ کو مزید قریب سے جاننا چاہتی تھی، اس کے خیالات کو مزید قریب سے جاننا چاہتی تھی۔'' (13)

اِس نئے ساتھی کا قد چھوٹا، گٹھیلا اور اس کے کندھوں پر بڑا سا سر تھا۔ سر پر بال نہیں تھے

اور پیشانی باہر کو نکلی ہوئی تھی۔ اس کی چھوٹی چھوٹی آنکھیں، کھڑی ناک، بڑا ذہن، بھاری ٹھوڑی اور مخصوص تراشیدہ داڑھی تھی۔ اس نے ڈھیلا ڈھالا اور بوسیدہ لباس زیبِ تن کر رکھا تھا۔ اس کی پتلون اس کے سائز سے بڑی دکھائی دے رہی تھی۔

اُسی شام کو جب وہ سرکل سے فارغ ہوئے تو پھر یہی سکالر اُن کا موضوعِ سخن بن گیا۔ وہیں نادِژدا کو لینن کے بڑے بھائی کی صدمہ بھری موت کا معلوم ہوا۔

منابع بتاتے ہیں کہ لینن پیٹرس برگ میں مارکسسٹوں کی تلاش میں رہتا تھا۔ وہ انٹیلی جنشیا سے کنی کتراتا تھا اور ترجیحی طور پر سرگرم انقلابی ایجی ٹیٹروں سے ملتا تھا۔ وہ مزدوروں سے ملنے کی کوشش کرتا۔ اس سلسلے میں کروپسکایا نے اُس کی مدد کی۔ اس لیے کہ کروپسکایا مزدوروں کو پڑھاتی تھی۔ بعد میں لینن نے بھی مزدوروں کو مارکسزم کے لیکچر دینے شروع کر دیے۔

1894ء کے موسم گرما میں لینن نے ایک کتاب ''عوام کے دوست، کیسے ہیں اور سوشل ڈیموکریٹوں کے خلاف کیوں کر جدوجہد کرتے ہیں؟'' لکھی۔ (14) یہ کتاب بھی نرودنِکوں کے خلاف تھی۔

دراصل وکیل لینن 31 اگست 1893ء میں سینٹ پیٹرس برگ آیا ہی اس لیے تھا کہ نارودنِکوں کے خلاف ایک متحدہ محاذ قائم ہوسکے۔

یہ بات ذہن میں رہے کہ اُن نارودنِکوں کے خلاف کروپسکایا اور لینن نے تو بہت بعد میں جنگ کی۔ اُن کا اصل اور ابتدائی سامنا تو ایک اور بڑے سیاست دان اور نظریہ ساز نے کیا تھا۔ اس شخص کا نام جارجی پلی خانوف (1918-1856ء) تھا۔ روسی مارکسزم کا اولین نظریہ دان پلیخانوف، لینن سے تیرہ برس بڑا تھا۔ اس نے 1883ء میں جلاوطنی کے دوران جنیوا میں نارودزم کے خلاف ''مزدوروں کی نجات'' نامی تنظیم بنالی تھی۔

اس گروپ نے روس میں سائنسی سوشلزم کے نظریات پھیلانے میں اہم کردار ادا کیا، ملک میں معاشی صورت حال کا مارکسی تجزیہ پیش کیا اور نارودزم کا مقابلہ کیا۔ (15) اس غرض سے پلیخانوف نے بے شمار کتابیں لکھیں۔ اس کا مجموعہ تصانیف پانچ ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے۔

اس کی تعلیمات کا نچوڑ یہ تھا کہ حقیقت متحرک مَیٹر کے سوا کچھ نہیں ہے اور یہ مَیٹر حرکت بھی اپنی مرضی سے نہیں کرتا بلکہ اس کا ہلنا جلنا تک سائنسی قوانین کے تابع ہے۔ سماج، ماحول اور رائے کے باہمی عمل کا نام ہے۔ یہ درست ہے کہ دنیا آرا کے ذریعے چلائی جاتی ہے لیکن آرا بھی تو کبھی ساکت و جامد نہیں رہیں۔

نارودنک نظریہ کے خلاف لکھی گئی اپنی کتابوں میں پلیخانوف نے یہ دکھایا کہ روس کیپٹلزم کے راستہ پر چل کھڑا ہوا ہے اور اب کوئی طاقت اسے روک نہیں سکتی۔ انقلابیوں کا کام یہ نہیں ہونا چاہیے کہ وہ کیپٹلزم کی ترقی روک دیں اور یہ تو وہ کر بھی نہیں سکتے تھے۔ اُن کا کام یہ ہے کہ وہ اس زبردست انقلابی طاقت کی مدد حاصل کریں جو کیپٹلزم کی ترقی کی بنا پر پیدا ہوئی تھی، یعنی مزدور طبقہ کی۔ ان کو چاہیے کہ مزدور کے طبقاتی احساس کو بڑھائیں، اُس کی تنظیم کریں اور اُس کو اپنی مزدور پارٹی بنانے میں مدد دیں۔

پلیخانوف کسان طبقے کی کم زوریوں کو جانتا تھا اس لیے اُس نے کہا کہ پرولتاریہ اور کسان سیاسی طور پر دو متضاد قوتیں ہیں۔ کیوں کہ پرولتاریہ کا تاریخی کردار انقلابی ہے جب کہ کسانوں کا تاریخی کردار رجعت پسندانہ ہے۔ کسان ہزاروں سال پرانی شہنشاہیت کی حمایت کرتے ہیں جب کہ مزدوروں نے مغربی یورپ کے بادشاہی معاشرے کی بنیادیں ہلا دی تھیں۔

پلیخانوف نے 1893ء میں ہی یہ اعلان کر دیا تھا کہ روس میں انقلابی تحریک صرف مزدور تحریک کے بہ طور کام یاب ہوگی۔ باوجود اس کے کہ روس میں کسانوں کی تعداد بہت زیادہ تھی اور مزدوروں کی تعداد نسبتاً کم تھی لیکن پھر بھی انقلابیوں کو مزدور طبقہ اور اُس کی ترقی ہی پر بھروسہ کرنا چاہیے۔ مزدور بہ حیثیت ایک طبقہ روز بروز بڑھ رہا تھا اور اس کے سیاسی شعور میں ترقی ہو رہی تھی۔ بڑے پیمانے کی صنعتوں میں کام کی جو کیفیت ہوتی ہے، اس کی وجہ سے مزدوروں کی تنظیم کرنا زیادہ آسانی سے ممکن تھا۔ اس کے علاوہ پرولتاری حیثیت کی وجہ سے ان کا طبقہ سب سے زیادہ انقلابی طبقہ تھا کیوں کہ اُن کے پاس اُن کی غلامی کے سوا اور کیا تھا جو انقلاب اُن سے چھین لیتا؟

کسانوں کا طبقہ تعداد میں زیادہ ہونے کے باوجود ایسا طبقہ ہے جو پسماندہ ترین معاشی

نظام سے وابستہ ہے اور اس لیے اس کا مستقبل زیادہ اُمید افزا نہیں ہو سکتا۔

اس کے علاوہ چوں کہ کسان دیہات میں بکھرے ہوتے ہیں، اس لیے اُن کی تنظیم کاری مزدوروں کی بہ نسبت زیادہ مشکل ہوتی ہے اور پھر چھوٹی چھوٹی زمینوں کے مالک ہونے کی وجہ سے وہ مزدوروں کے مقابلہ میں انقلابی تحریک میں شرکت کرنے پر مشکل سے آمادہ ہوتے ہیں۔

پلیخانوف نے نارودنکوں کی تیسری بڑی غلطی بھی ظاہر کر دی۔ وہ لوگ یہ سمجھتے تھے کہ سماجی ارتقا کی بنیاد ہیروؤں اور ممتاز افراد کے خیالات پر ہے، عوام کی کوئی خاص اہمیت نہیں ۔ پلیخانوف نے دکھایا کہ سماجی ارتقا ممتاز افراد اور ہیروؤں کے خیالات پر نہیں بل کہ سماج کے مادی حالات کے ارتقا پر مبنی ہے۔ خیالات' انسانوں کے سماجی اور معاشی حالات کا تعین نہیں کرتے بل کہ بات اِس کے الٹ ہے۔ یہ انسانوں کے سماجی اور معاشی حالات ہوتے ہیں جو انسانوں کے خیالات کی تشکیل کرتے ہیں۔ ممتاز اور ہیرو افراد اگر سماج کے معاشی ارتقا کے خلاف ہوں، یعنی سماج کے اہم ترین طبقہ کے متضاد ہوں تو وہ گم نامی کے گڑھے میں پڑ جائیں گے اور اگر ان کے خیالات و جذبات سماج کی معاشی ترقی کی ضرورتوں کی اور اس کے اہم ترین طبقہ کے مفاد کی ترجمانی کرتے ہوں تو نمایاں افراد کے نام بھی روشن ہو جاتے ہیں۔

پلیخانوف نے بتایا کہ کوئی ''عظیم شخص'' سماجی ترقی میں صرف اُسی وقت اثر انداز ہو سکتا ہے جب معاشرتی تنظیم اس کی اجازت دے۔

پلیخانوف نے کہا کہ دنیا میں حادثات کا وجود نہیں ہوتا۔ اس لیے کہ اُن کے پیچھے بھی اسباب و علل کا پراسیس ہوتا ہے۔ دنیا میں کوئی واقعہ بے سبب نہیں ہوتا۔ مثال کے طور پر بلوچستان کے باشندوں کے لیے بہ ظاہر انگریزوں کا نمودار ہو جانا ایک حادثہ ہی تھا۔ کیوں کہ اُن کی آمد ہمارے اپنے سماجی حالات کی وجہ سے نہیں ہوئی تھی۔ لیکن ہم جانتے ہیں کہ انگریزوں کی طرف سے اپنی دولت اور غلام رقبہ بڑھانے کے لیے نئے ممالک پر قبضہ کرنے کی ضرورت ہی اُسے بلوچستان لائی۔ چناں چہ بلوچستان میں انگریز کی فتح کوئی حادثہ نہ تھی۔ دراصل یہ دو عوامل کا نتیجہ تھی۔ اولاً اُس فاتح قوم کی بلند فوجی اور معاشی حالت، دوم ہم مفتوح قوم کی معاشی حیثیت۔

پلیخانوف نے یہ بھی بتایا کہ مارکسزم دیہات کی بہ نسبت شہر کو اور کسان کی بہ نسبت فیکٹری کو اہمیت دینے والی سائنس ہے۔

یوں پلیخانوف نے سٹڈی سرکلز کو رواج دیا تھا۔ ہوتے ہوتے اب روس میں بالعموم اور پیٹرس برگ میں بالخصوص اس طرح کے کئی سرکل موجود تھے۔لینن سینٹ پیٹرس برگ جیسے صنعتی مرکز میں موجود رہنا چاہتا تھا جہاں پرولتاریہ کی بڑی تعداد موجود ہو۔

سرکل میں ''مارکیٹ معاملہ'' والے مقالے میں لینن نے نارودنکوں پہ سخت تنقید کی۔اُس نے بہت میچور انداز میں روس کے موجود معاشی حالات کا مارکسی تجزیہ کیا۔''جب مارکیٹ نہ ہوں گی تو کپٹلزم نہ ہوگا اور کپٹلزم نہ ہوگا تو کسان ہی انقلابی قوت ہوں گے اور دیہات انقلاب کا مرکز ہوگا۔'' لینن نے اِسی مرکز پہ تابڑتوڑ حملے کیے۔اس کے بقول کپٹلزم نے حتیٰ کہ خود زراعت کے سیکٹر پہ بھی اثرات ڈالے ہیں۔کسانوں کے اپنے اندر بورژوازی اور پرولتاریہ پیدا ہو رہا تھا۔ بڑے بڑے کپٹلسٹ فارم چھوٹے مالک کسانوں کو کھائے جارہے تھے۔اس کا فقرہ تھا: روسی معاشی زندگی میں کپٹلزم سب سے اہم پس منظر ہے۔(16)

لینن کے مضمون نے نرودنکوں کے خلاف مارکسسٹوں کو ایک زبردست نظریاتی ہتھیار تھما دیا اور یہ مضمون پیٹرس برگ کے باہر بھی بڑے پیمانے پر پڑھا جانے لگا۔

جواب میں نرودنکوں نے سیدھا مارکسزم پہ حملے کرنے شروع کیے۔ چوں کہ وہ زار بادشاہ کے خلاف رہے اور کسانوں کی محتاجی اور غلامی کی مخالفت کرتے چلے آئے تھے، اس لیے وہ عوام بالخصوص نچلے طبقے میں بہت مقبول تھے۔ان کا لیڈر کوئی عام آدمی نہ تھا بلکہ مشہور و معروف اور باوقار و معتبر نظریہ دان میخائلوفسکی تھا۔ وہ اُس زمانے میں ''انسانوں کے دماغوں کا حکمران'' کا لقب پا چکا تھا۔اس لیے مارکسزم پہ اُن کے تابڑتوڑ حملے محنت کشوں کو متاثر کر رہے تھے۔

چناں چہ نرودنکوں کو بے نقاب کرنا ضروری ہوگیا تھا اور یہی کام گویا وقت کا اہم ترین کام بن چکا تھا۔ چنانچہ لینن نے ساری توجہ یہیں دے رکھی۔

اسی زمانے (1894ء) میں اس نے اپنی سٹوڈنٹ لائف کے مضامین اور لیکچرز کو کتابی

صورت میں خفیہ طور پر چھپوایا: ''عوام دوست کون ہیں اور وہ کس طرح سوشل ڈیموکریٹوں سے لڑتے ہیں؟'' یہ بھی نرودنکوں اور اُن کے فکری راہ نماؤں کے خلاف تھی۔اس نے اُن کے معاشی تجزیہ سے لے کر اُن کے سیاسی نظریے اور سیاسی عمل، داؤ پیچ اور ان کی حکمتِ عملی پر مارکسسٹ نقطۂ نظر سے تنقید کی۔ یہ کتاب ''کمیونسٹ مینی فیسٹو''، ''کریٹک آف پولیٹیکل اکانومی''، ''فلسفے کا افلاس''، ''جرمن آئیڈیالوجی'' کے اقتباسات سے بھری ہوئی تھی۔اسی طرح اس میں اینگلز کی کتاب ''اینٹی ڈوہرنگ'' اور ''خاندان ذاتی ملکیت اور ریاست کا آغاز'' کے کئی حوالے موجود تھے۔اس نے نرودنکوں کی سڑاند کو کرید کرید کر اسے خوب بیان کیا۔اس کی سب سے بڑی تشویش یہ تھی کہ نرودنک لوگ ملک کے محنت کش لوگوں کی نجات کی جدوجہد میں مزدور طبقے کے کردار کو گھٹا کر پیش کر رہے تھے۔ وہ لوگ تاریخ کے ارتقا کے قوانین کو نہیں مانتے تھے۔اور اُن کا خیال تھا کہ مفکروں یا اخلاقی طور پر ترقی یافتہ افراد کی خواہشوں کے ذریعے تاریخ کے بہاؤ کو موڑا جاسکتا ہے۔یعنی انفرادی ''ہیرو'' تاریخ بناتے ہیں۔ وہ عوام کو ''ہجوم'' قرار دیتے تھے جو صرف ''ہیروؤں'' کے پیچھے چلنے کے لیے ہی ہوتے ہیں۔

''عوام کے دوست کیا ہیں'' نامی لینن کی یہ کتاب چار چیزوں کے گرد گھومتی ہے:

1۔مزدور طبقہ انقلابی جدوجہد میں لیڈ طبقہ ہے۔

2۔مزدور طبقہ بادشاہت اور کپٹلزم کے خلاف مستقل مزاجی سے لڑنے والا طبقہ ہے۔

3۔اسی طبقے نے سوشلسٹ انقلاب میں فتح مند ہونا ہے۔

4۔مزدور طبقے کی اس جدوجہد میں مارکسزم اس کی راہنما، اور کسان اُس کے اتحادی ہیں۔

اس فارمولا کو جلد ہی بین الاقوامی پذیرائی حاصل ہوگئی اور ہر جگہ اِس فارمولے سے اِدھر اُدھر ہونے والوں کے خلاف جدوجہد شروع ہوگئی۔

لینن مزدوروں کو جاہل نہیں سمجھتا تھا۔سٹڈی سرکل کے پہلے حصے میں وہ وہاں مارکس کا ''کیپٹل'' پڑھتا اور اس کی تشریح کرتا۔اور وقت کا اگلا نصف مزدوروں کے اُن سوالات کے لیے وقف ہوتا جو اُن کے کام اور مزدوری کے حالات سے متعلق تھے۔ وہ انھیں بتاتا تھا کہ اُن کی زندگی

کس طرح سماج کے پورے ڈھانچے کے ساتھ مربوط ہے۔ سرکلوں میں تھیوری اور پریکٹس کو اکٹھا کرنا لینن کی خاص خصوصیت تھی۔

اپنے ساتھیوں کے اندر لینن کا وقار بہت بلند تھا۔ سادگی، ہنرمندی، اور زندگی کے لیے محبت اُس 23 سالہ نوجوان میں حیرت انگیز طور پر باہم ملے ہوئے تھے۔ اس کے اندر وقار تھا، جامع علم تھا، ناترس منطقی استقلال تھا، واضح نتائج نکالنے کا جوہر تھا اور وہ چیزوں کی درست ڈیفی نیشن میں یکتا تھا۔

اُس زمانے میں مزدوروں کے سٹڈی سرکل چلانا خطرے سے خالی نہ تھا۔ پولیس کی نگرانی کا سامنا ہوتا تھا۔ مگر کروپسکایا کے بقول، ''ہمارے سارے گروپ میں لینن سازشی کاموں میں سب سے ماہر تھا۔ اُسے پولیس جاسوسوں کو چکما دینا خوب آتا تھا۔ اس نے ہمیں نظر نہ آنے والی روشنائی (اِنک) سے کتابوں پر خفیہ تحریریں لکھنا سکھایا، خفیہ اشارے سکھائے اور ساتھیوں کے فرضی یعنی نقلی نام رکھنے کے سارے طرز بتائے۔'' (17)

خفیہ گروپ کے ممبروں نے حفاظت اور رازداری کے لیے اپنے نقلی نام رکھے ہوتے تھے۔ چوں کہ نادِژدا کو ''تھائرائڈ'' کی بیماری تھی اس لیے اُس کی آنکھیں باہر کو نکلی ہوئی تھیں۔ اسی مناسبت سے اس کا نقلی نام ''مینوگا'' تھا۔ اس نام کا لفظی مطلب ہے: تنبو مچھلی۔ ایک انڈر گراونڈ گروپ کا نقلی نام ''بندر'' تھا، اور ایک دوسرے کا ''مرغا''۔ (18)

جیسے کہ ذکر ہوا، پہلی ملاقات کے بعد لینن اکثر و بیش تر کروپسکایا کے گھر چلا جاتا۔ وہ مارکسزم، سیاسی پارٹی اور انقلاب کے بارے میں باتیں کرتے اور آئندہ کی خفیہ سیاسی سرگرمیوں کے بارے میں لائحہء عمل طے کرتے۔ بقول کروپسکایا، ''ہم نہ ختم ہونے والی گفت گو کیا کرتے۔'' (19)

دونوں کے بیچ یہ روابط پسندیدگی کا روپ اختیار کرتے چلے گئے۔ طبقاتی سماج کے خلاف بغاوت کی ابلتی یہ 4 آنکھیں محبت کی باحجاب دزدیدگی کو بھی جگہ دینے لگیں۔ در بہ در، محرم اور پیار بپا سے دو دلوں کی فضا پہ خوش گوار بادل سایہ فگن ہونے لگے تھے۔ سچا انقلاب محبت کے کمی نیشن سے مزید اُجلا ہونے لگا۔ لینن کے کروپسکایا کے گھر آنے جانے کے وقفے کم ہونے لگے۔ اِن

وِزٹس کا دورانیہ بڑھنے لگا اور وہاں گفت گو قوسِ قزح کے رنگوں میں نہانے لگی۔ کیوپڈ اور سائیکی روس کی سرزمین پہ حیاتِ نو پانے کے لیے لینڈ کر چکے تھے۔ توکلی مست کی بے چینیاں پیٹرس برگ میں ڈُپلی کیٹ ہو رہی تھیں۔

لینن ہر اتوار کو محبت کے اِس ٹمپل جانے لگا۔ اسے یہ گھر پریستان جیسا گداز لگنے لگا تھا۔ دل کا ماتھا ٹیکنے کو اس گھر سے اچھی جگہ کہاں دست یاب ہونا تھی۔ اب صدیاں محض ایک پل تھیں اور ایک پل صدیوں پہ محیط ہونے کے معجزے ہونے لگے۔ محبت کی پھوار نے اپنے لیے مناسب ارواح دیکھ لی تھی۔ محبت کے فرشتے نے ان دونوں لورز کے دلوں کے غموں اور دکھوں کے در و دیوار مسمار کر دیے۔

یک اتوار کو جب وہ کروپسکایا کے پاس نہیں گیا تو برسوں بعد اب کہیں جا کر سائبانِ دیدہ و دل کی مالکن پریشان ہو گئی۔ وہ اِدھر اُدھر پوچھ بھی نہیں سکتی تھی اس لیے کہ خفیہ سرگرمیوں کے اصول اس بات کی اجازت نہیں دیتے تھے۔ مگر چوں کہ اُسے کسی گرفتاری کی اطلاع بھی نہیں دی گئی تھی، اس لیے اُسے یقین ہو گیا کہ کوئی اور واقعہ ہوا ہوگا۔ ایک ہی امکان ہو سکتا تھا؛ ''وہ کہیں بیمار نہ ہو۔''

بلوچی کلاسیکل شاعری میں جب بیورغ کی محبوبہ صدو بیمار پڑ جاتی ہے، تو اُس نے کہا تھا:

''میں نے اپنی گائیوں کے رَم سے ساٹھ گائیاں پیر کے نام ذبح کرنے کی منت مانی
بھیڑوں کے ریوڑ سے سرخ کانوں والے مینڈھے۔
اپنی سیاہ گھوڑی، اپنی تلوار اور کٹار مع اُس کے خراسانی میان کے
میں اپنی ایک لونڈی آزاد کر دوں گا
اگر میری محبوبہ تن درست ہو جائے''

ایسے موقع پر ہونٹ واقعی سوکھ جاتے ہیں۔ چہرے پہ ہوائیاں اڑتی ہیں اور دل کی دھڑکن گننے کی حد کراس کر جاتی ہے۔ چناں چہ کروپسکایا بے اوسانی اور وحشت میں اُس گھر کی تنگ سیڑھیاں چڑھنے لگی جہاں لینن نے ایک کمرہ کرایہ پر لے رکھا تھا۔

مکان مالکن نے دروازہ کھولا: ''ہاں وہ بہت بیمار ہے۔ اسے نمونیا ہو گیا''۔ (20)

انداز ہ ہوسکتا ہے کہ لینن اُسے دیکھ کر کتنا خوش ہو گیا ہوگا۔اس کا چہرے پہ گلاب کھل چکا ہوگا،اس کی بیماری کا ایک حصہ تو اُسی وقت بھاگ گیا ہوگا۔

کروپسکایا نے ہر فارغ لمحہ اپنے بیمار کے پاس گزارا۔علاج بھی ہوا اور کروپسکایا جیسی تھیراپسٹ بھی موجود ہو تو بیمار نے تندرست ہی تو ہونا تھا۔لینن بالآخر ٹھیک ہو گیا۔

برباد بچپن اِن دونوں ''لَو برڈز'' کے بیچ کا مَن تھا۔ایک جیسے نظریات کے سبب ایک کا بھائی پھانسی چڑھ چکا تھا تو دوسرے کا باپ عرش سے فرش پر پٹخا جا چکا تھا۔اس کے علاوہ وہ دونوں خود بھی ارفع نظریہ کے وائرس کی بھرپور زد میں آئے تھے اور یوں دونوں کا سماجی پس منظر ایک طرح کا تھا۔کروپسکایا ایک ایسی انقلابی تھی جس کا انقلابی کیریئر بہت کٹھن مگر بہت عمدہ تھا۔اس نے انقلاب کے لیے سخت مشقت کی تھی اور بہت دکھ جھیلے تھے۔سیاسی پراسیس میں پستے پستے وہ ایک مدد کرنے والی، پُرسکون اور متوازن عورت بن چکی تھی۔وہ بہت ذہین تھی اور بہت محنتی بھی۔

مشترکہ کاز نے لینن اور کروپسکایا کے بیچ ناقابلِ تصور گہری دوستی پیدا کر دی۔1894ء کی سردیوں تک کروپسکایا اور لینن ایک دوسرے کو اچھا خاصا جاننے لگے تھے۔(21) اُن دونوں کے بیچ ایک باوقار، سنجیدہ اور گہری پسندیدگی پیدا ہو چکی تھی۔البتہ دکھوں، قربانیوں اور جدوجہد کی سنگینی نے انھیں اس طرح کے جذبات کی نمائش والی شخصیات رہنے ہی نہ دیا تھا۔''آپ وہ چُپ ہے اور اُس کا سراپا بولے'' کے مصداق اُن کے تعلقات حیران کن طور پر دھیمے تھے۔گوکہ محبت 'صد سالہ کو بھی ٹین ایجر بنا دیتی ہے مگر یہ بھی حقیقت ہے کہ آتش وخون کے دریا پار کرنے والے ''نَو'' جوان بھی اظہارِ محبت میں چلتن جیسی سنجیدگی سنگینی کا مظاہرہ کرتے ہیں۔

وہ دونوں مکمل طور پر انقلابی سوچ کے تسلط میں تھے۔اُن دونوں کی شانت ارواح کے باہمی خطوط میں شخصی سطح پہ بہت کم جذبات کا اظہار ملتا ہے۔(22) لگتا ہے ان دونوں انقلابیوں نے اپنی ذاتی باتوں کو بیان کرنا انکساری وحجاب وحیا کے خلاف قرار دے رکھا ہو۔اس لیے اِن دونوں کی محبت اور اس سے وابستہ معاملات کے بارے میں معلومات بالکل ہی کم ہیں۔

میں جینی اور مارکس کی محبت کو دیکھتا ہوں تو وہاں تو مجھے سیلابی دریا جیسی مستی ملتی ہے،

مست توکلی جیسا گرم جوش اظہار ملتا ہے۔مگر یہاں اِن دونوں عشاق کے منہ سے محبت کی گہری ٹھنڈی سانس تک سنائی نہیں دیتی۔حالاں کہ اُن کی دیگر تحریریں پڑھیں تو وہاں اُن کے لفظ جان دار ،ہُمکتے ،دمکتے اور سانس لیتے ہوئے محسوس ہوتے ہیں مگر یہاں محبت کے معاملے میں ضبط اس قدر کہ دل کی موجوں کا سطح پہ پتہ ہی نہ چلے!

چار سال کے بعد اِن دونوں مارکسسٹوں نے شادی کرنا تھی۔(23)

یہ ''عالم فاضل'' کون تھا؟

آیئے ذرا اِس ''عالم'' کے بارے میں تفصیلات جانیں۔اِس ''عالم فاضل'' کو ہم تو لینن کے نام سے جانتے ہیں۔مگر، کتابوں میں اُس کا نام ذرا طویل ہے: ''ولادیمیر ایلیچ الیانوف'' (جس کا لفظی مطلب ہے: ولادیمیر بیٹا اِلیا اولیانوف کا)۔بھئی، یہ تو کیمسٹری کے فارمولے جتنا لمبا اور مشکل نام ہے۔ہے ناں؟!

دنیا بھر میں ناموں کی دلچسپ قسمیں موجود ہیں۔صرف روس میں ہی نہیں بلکہ بہت سارے خطوں میں لوگوں کے لمبے لمبے نام ہوتے ہیں۔مثلاً عربوں میں دیکھیے۔وہاں فلاں ابنِ فلاں کی ایک پوری گردان کی ایک پوری زنجیر ہے جو نام کے مالک کے پیروں میں لپٹی ہوتی ہے۔سپین میں (اور یوں لاطینی امریکا میں) ناموں کے ساتھ ماں کا نام بھی شامل کیا جاتا ہے۔

مگر، ہم بلوچ لوگ اس طرح کے طویل ناموں کے عادی نہیں ہیں۔صرف سردار کا نام اس کے سابقوں اور لاحقوں کے ساتھ لمبا ہو جاتا ہے۔وگرنہ ہمارے ہاں بالخصوص مشرقی بلوچوں میں تو ہم اگر قبیلے کا نام اپنے نام کے ساتھ نہ لکھیں تو عموماً ہمارے نام ایک، یا زیادہ سے زیادہ دو الفاظ پر مشتمل ہوتے ہیں۔مثلاً توکلی، گدّو، رحم علی، کمالان۔

بہرحال ہم لینن کے طویل نام پہ بات کر رہے تھے۔اُس نام میں سے آخری حصہ یعنی ''اولیانوف'' اُس کا خاندانی نام ہے۔لہذا ہم دیکھتے ہیں کہ لینن کے والد اور لینن کے سارے بہن بھائیوں کے نام کے آخر میں یہ لفظ موجود رہے گا۔جی ہاں، لینن کے سارے بہن بھائیوں کے نام

کے ساتھ لفظ ''اولیانوف'' موجود ہے۔ بھائیوں کے نام کے ساتھ اولیانوف اور بہنوں کے ساتھ اولیانوفا۔اس لیے کہ یہ اُس خاندان کا خاندانی نام تھا۔

ایلیچ کا مطلب: بیٹا ایلیا کا۔یعنی باپ کا نام ایلیا۔ یہ ایلیا بھی اُس کے نام کے ساتھ خواہ مخواہ نتھی کردہ ہے۔اب اگر باپ کا نام بھی ہٹا دیں تو اُس کا بقیہ اور اصل نام ''ولادی میر'' رہ جاتا ہے۔یعنی لینن کا اصل نام'' ولادی میر'' ہے۔ بالکل سادہ نام، جیسے ہمارے ہاں شاہ میر اور جامیر۔

مگر اسے اپنا یہ نام استعمال کرنا کبھی نصیب نہ ہوا۔ بادشاہ اور بادشاہی نظام کے خلاف جدوجہد کا تقاضا رہا کہ اُس کا نام اور شناخت تبدیل ہوں۔ چناں چہ وہ وِلادی میر کے بجائے ''لینن'' کے نام سے مشہور ہے۔

لینن کے زمانے کا روس ایک قہار و جبار بادشاہ کے تحت تھا۔ وہاں کوئی سیاسی پارٹی نہ تھی، کوئی ٹریڈ یونین کام نہیں کر سکتی تھی۔کوئی پارلیمنٹ موجود نہ تھی، کوئی اخبار نہ تھا۔بادشاہ زمین کا خدا بنا بیٹھا تھا۔اُس کا حکم حتمی تصور ہوتا تھا۔ اس نے اپنی حکمرانی جاری وساری رکھنے کے لیے بدترین سیاسی پابندیاں لگا رکھی تھیں۔

جیسے کہ آمرانہ نظام میں ہوتا ہے، سرکار سست اور بے کار تھی۔تعلیم اور تعلیمی ادارے بہت کم تھے۔کسان آبادی غربت میں مبتلا تھی۔مختلف قوموں میں آزادی کی خواہش مچل رہی تھی۔ بیوروکریسی خودسر اور کرپشن میں لت پت تھی۔روسی (آرتھوڈوکس) چرچ انتہائی رجعت پسند تھا۔ سیاسی مخالفین کا مقدر سائبیریائی وحشتوں میں جلاوطنی تھی۔

اس بادشاہت کا نام رومانوف سلطنت تھا۔واضح رہے کہ روس بادشاہت والا ملک اُس وقت بنا جب پیٹر نامی ایک شخص (1725-1696ء) نے خود کو بادشاہ قرار دیا تھا۔اسے پیٹر دی گریٹ کہتے تھے۔بعد میں روس کے ہر بادشاہ کو ''زار'' کہتے تھے۔یہ اس قدر سخت بادشاہ ہوتے تھے کہ قانون یا ادارے کو تبدیل یا ختم کرنے کے لیے اُس کا ایک ہی لفظ کافی ہوتا تھا......لینن کے وقت کے بادشاہ کا نام نکولس دوم (1917-1894ء) تھا۔

روس رقبہ کے لحاظ سے دنیا کی سب سے بڑی زمینی سلطنت تھی۔یعنی مشرقی یورپ کے دل سے لے کر پیسفک ساحل تک اور آرکٹک سمندر سے لے کر سنٹرل ایشیا کے صحراؤں اور چینی سرحدوں تک۔اس ملک پر بادشاہ کی گرفت بڑی سخت تھی۔مخالفین کی خفیہ طور پر نگرانی ہوتی تھی۔ جاسوس ہر جگہ سیاسی لوگوں کی بُو سونگھتے رہتے تھے۔وہ سیاسی خفیہ گروپوں میں اپنے آدمی گھسا دیتے، گروپ میں سازشیں کروا دیتے، اُسے توڑ دیتے، اُس کے لیڈروں کو جیلوں میں ڈالتے اور سائبیریا جلاوطن کر دیتے۔

ظاہر ہے اس سخت حکمرانی میں لینن نے خفیہ سیاست ہی کرنی تھی۔ چوں کہ وہ بادشاہت کا خاتمہ چاہنے والوں میں سب سے سمارٹ، فہمیدہ اور سنجیدہ لیڈر تھا، اس لیے بادشاہ اُس کی جان کا دشمن بنا ہوا تھا۔اُس پہ سرکاری سختی اتنی تھی کہ وہ اصل نام سے نہ لکھ سکتا تھا اور نہ سیاسی کام کر سکتا تھا۔ چناں چہ وہ نہ صرف اپنی رہائش کی خفیہ جگہیں تبدیل کرتا رہتا تھا بلکہ اُسے خفیہ اور نقلی نام بھی اپنانے پڑتے تھے۔لہٰذا اُس کے بہت سارے خفیہ اور نقلی نام وجود میں آئے۔

مثلاً 1893ء میں اُس کی اولین تحریریں تو بغیر نام کے تھیں۔مگر اسی سال کے اواخر میں اس نے ''وی یو'' کا نقلی نام استعمال کیا اور پھر ایک سال بعد'' کے ٹولین'' کا نام اپنایا جو اُس نے ''ٹُولا'' نامی شہر سے لیا۔ 1898ء میں اس نے نقلی نام ''وی آئی اُلیین'' استعمال کیا۔ اگست 1900ء میں اس نے ''پتروف'' کا نام لکھا۔پھر 1901ء میں وہ ''فری ای'' ہوگیا۔ پراگ جلاوطنی کے زمانے میں وہ ''ماڈریسک'' تھا، ''ریٹ میئر'' تھا، ''میئر'' تھا اور 1902ء میں ''جیکب رِختر۔''

پہلی بار، جنوری 1901ء میں پلیخانوف کو لکھے خط میں اس نے خود کو ''لینن'' کہہ دیا اور اُس کے بعد اُس نے یہی نام جاری رکھا۔آج دنیا اُسے اسی نام سے جانتی ہے۔(24) یہ نام اس نے سائبیریا کے دریائے ''لینا'' سے لیا۔

مجھے یقین ہے کہ اب آپ کو یہ نام ''لینن'' نہ کنفیوز کرے گا اور نہ اجنبی اور طویل لگے گا۔

لینن کا خاندان

سیاست نہ صرف لینن کی زندگی تھی بلکہ اس کا پورا خاندان سیاسی تھا۔اس کی محبوبہ اور بیوی کروپسکایا تو پارٹی احباب کے ساتھ خط و کتابت پر معمور تھی۔ظاہر ہے یہ خط و کتابت خفیہ بھی تھی اور کوڈ ورڈز والی بھی۔لینن کا چھوٹا بھائی دیمتری 2-1900ء میں ''اسکرا'' اخبار کے ایجنٹ کے بہ طور کام کرتا رہا اور دوسری پارٹی کانگریس میں ایک مندوب تھا۔بڑی بہن آننا روس اور یورپ کے بیچ پیغام رسانی کرتی تھی۔سب سے چھوٹی بہن ماریا بھی بعد کے سالوں میں یہی کرنے والی تھی۔ آننا، دیمتری اور ماریا زبردست مارکسسٹ تھے۔وہ سب دیمتری کی بیوی انتونینا کے ساتھ جنوری 1904ء میں گرفتار ہو کر اندرونِ ملک جلاوطن ہوئے۔ انقلابی ماں، ماریا تو اولاد کے دکھوں، جیلوں، جلاوطنیوں کو بھگتنے کے لیے دیر تک زندہ رہی۔

لینن کا والد

لینن کے والد کا نام ایلیا نکولائیووچ اولیانوف تھا یعنی ایلیا۔

ایلیا، استراخان نامی علاقے کے ایک کسان کا بیٹا تھا۔ وہ روس کا ایک اچھا ایجوکیشن اسٹ تھا۔وہ تعلیم محکمہ میں فزکس کا ٹیچر تھا۔ایلیا ایک ''مہذب'' روسی محبِّ وطن تھا۔وہ ایک ماڈرن، یورپین، مغربی، اور روشن خیال سماج قائم کرنا چاہتا تھا۔(25)

ایلیا ایک عوامی ٹیچر تھا۔وہ تعلیم ہی کو تمام برائیوں کی بیخ اکھاڑنے کا ذریعہ گردانتا تھا۔وہ مذہبی سا آدمی تھا، گریک آرتھوڈوکس فرقے کا۔وہ اچھا پیار کرنے والا خاوند اور باپ تھا۔اس نے اپنی اولاد کو بھی انقلابی روح کی تربیت دی۔

چوں کہ اُس کی تن خواہ زیادہ نہ تھی، اس لیے غریبی تھی۔اس قدر غریبی کہ یہ خاندان دس سالوں تک سمبرسک میں کرائے کے مکانوں میں رہتا رہا۔اس کے بعد کہیں جا کر یہ لوگ اپنا مکان خرید پائے۔ایک نسل پرست معاشرے میں یہ لوگ ''اصل'' روسی نسل سے نہ تھے۔اس لیے انھیں معاشرے میں اصلی روسی جیسی عزت میسر نہ تھی۔

ایلیا زندگی کے آخری حصے میں ایک بڑا افسر یعنی انسپکٹر آف سکولز ہو گیا تھا۔اسے 1869ء میں سمبرسک کے صوبے میں انسپکٹر سکولز مقرر کیا۔وہ وہیں شفٹ ہو گیا۔لینن وہیں سمبرسک میں 22 اپریل 1870ء کو پیدا ہوا۔والگا دریا کے کنارے واقع اس شہر کا نام بعد میں لینن کے نام الیانوف کی نسبت سے اُلیانووسک پڑ گیا۔ بڑے انسانوں کو پیدا کرنے والے علاقوں کو اپنی شناخت اور اپنے نام کی قربانی تو دینا ہی پڑتی ہے۔

سکول انسپکٹری کے باوجود زندگی مجموعی طور پر تلخ ہی رہی۔سکولوں کے معائنوں پر جانے کی وجہ سے وہ اکثر طویل دوروں پر ہوتا۔لہٰذا گھر کا انتظام اُس کی بیوی ماریا ہی سنبھالتی تھی۔

محنتی اور دیانت دار ایلیا، جنوری 1886ء میں 53 برس کی عمر میں دماغ کی رگ پھٹنے سے اُس وقت انتقال کر گیا جب لینن کی عمر سولہ برس تھی۔اُس کی موت بلاشبہ خاندان کے لیے بڑا صدمہ تھا۔ یہ ایک معاشی تباہی بھی تھی۔خاوند کے مرنے کے بعد بیوہ نے خاوند کی پنشن کم ہونے کی وجہ سے اپنے گھر کا آدھا حصہ کرایہ پر چڑھا دیا۔

لینن کی والدہ

ہم پہلے ہی بتا چکے ہیں کہ لینن کا والد ملازمت کی ضروریات کے تحت اکثر گھر سے باہر رہتا۔ یوں ماں ہی خاندان کی سربراہ تھی۔ پھر جب والد کا انتقال ہو گیا تو سارا بوجھ والدہ پہ پڑا۔ مطلب یہ کہ لینن کی ماں کا اثر خاندان پہ زیادہ رہا۔اس لیے کہ وہ خاوند کی بہ نسبت زیادہ دیر تک زندہ رہی اور اپنے بچوں کی سرپرست رہی۔

اُس کا نام، ماریا، الیگزنڈرروونا (پیدائش: 1835ء) تھا۔یعنی ماریا اُس کا نام تھا اور وہ الیگزنڈر (نامی ایک ڈاکٹر) کی بیٹی تھیں۔گھر میں تعلیم یافتہ یہ خاتون جرمن، فرنچ اور انگلش زبانیں جانتی تھی اور بہترین پیانو بجاتی تھی۔اُسے پھولوں سے محبت تھی۔ وہ ایک زبردست کردار اور قوتِ ارادی کی مالک تھی۔وہ سکول ٹیچر اور ایجوکیشن اسٹ تھی۔

اس نے ایلیا سے 1863ء میں شادی کی۔عمومی طور پر سمجھا جاتا ہے کہ یہ شادی محبت

کی تھی اور بلاشبہ یہ ایک رفیقانہ شادی تھی۔ سچی دوستی اور باہمی احترام والی شادی۔

ان کے ہاں آٹھ بچے پیدا ہوئے۔ (دو بچے پیدائش ہی کے وقت مر گئے)۔ (26)

ان کی سب سے بڑی اولاد آنا تھی جو اُن کی شادی کے ایک برس بعد یعنی اگست 1864ءمیں پیدا ہوئی۔ اس کے دو سال بعد 1866ء میں الیگزنڈر نامی بیٹا پیدا ہوا جسے بعد میں زار بادشاہ نے پھانسی دی تھی۔ پھر 1970ء میں ولادی میر (لینن)، 1871ء میں اولگا پیدا ہوئی۔ اس کے بعد 1874ء میں دیمتری نامی بیٹا ہوا اور دیمتری کی پیدائش سے چار سال بعد بیٹی ماریا پیدا ہوئی۔

مجھے معلوم نہیں کہ ٹراٹسکی کا یہ پیراگراف کتاب میں کہاں زیادہ موزوں ہوگا۔ مگر میں اسے یہاں لگانا مناسب سمجھتا ہوں:

''جب نیا دور طلوع ہوا تو پرانے چیف خوف ناک قولنجوں اور خونی لڑائیوں کے عہد کے ساتھ رفتار برقرار نہ رکھ سکے۔ تاریخ نے خواہش کی کہ روس میں چٹان سے ڈھلا ایک شخص پیدا کرے، ایک ایسا شخص جو زمانوں کی ساری سختی اور عظمت سے لیس ہو۔ نہیں، یہ حادثہ نہ تھا۔'' (27)

قدرتی طور پر جو بچے عمر میں ایک دوسرے کے قریب تھے، کھیل کے ساتھی بنے۔ مثلاً آنا اور الیگزنڈر۔ اولگا اور لینن۔

ماریا زیادہ اپنے بچوں کے نظریات کا احترام کرتی تھی۔ اُس نے اپنے بچوں کی تربیت پہ پوری توجہ دی۔ اُس نے انھیں دیانت دار اور محنتی بننے اور انسانوں سے ہم دردی رکھنے کی تربیت دی۔ اس کے سارے چھے کے چھے بچے انقلابی بنے۔ وہ بچوں میں اپنی تنظیمی قابلیت منتقل کرنے میں بالخصوص کام یاب رہی تھی۔ ایک بار کروپسکایا نے لکھا تھا کہ تنظیم سے متعلق لینن کی قابلیت اُسے ماں سے ورثے میں ملی تھی۔ اسے لوگوں کے ساتھ مہربانی اور ہم دردی بھی ماں سے ورثے میں ملی تھی۔ اسی سبق کی بہ دولت ہی تو دعویٰ کیا جاسکتا ہے کہ لینن عام مزدور سے، عام عوام الناس سے ہمیشہ قریب رہا۔

محترمہ ماریا اپنے بچوں کی انقلابی جدوجہد میں 30 برس تک گرم جوش مددگار رہی۔ اس

بہت ہی حساس اور ہم درد خاتون کی زندگی اُس وقت برباد ہوگئی جب اُس کے بڑے بیٹے کو بادشاہ کے قتل کی سازش میں پھانسی پر چڑھایا گیا۔ اس کے علاوہ اس کی بیٹی اولگا اور دوسرے بچوں کی بار بار گرفتاریوں نے بھی اُس پہ بہت مصیبتیں برپا کردیں۔ یہ کچل کر رکھ دینے والی تکلیفیں اس نے اپنے جذبے اور ایقان کی قوت اور اپنے کردار کی مضبوطی سے سہیں۔ اس نے اپنے گھرانے پہ پے در پے ٹوٹتی بدقسمتیوں کا بہت بہادری سے مقابلہ کیا۔

ماریا الیگزنڈرونا 1916ءمیں فوت ہوئی اور لینن گراڈ میں دفن ہوئی۔ (28)

لینن کی بڑی بہن

لینن کی بڑی بہن کا نام آنا تھا (پیدائش: 1864ء)۔ وہ لینن کی بہن نہ ہوتی تب بھی روسی انقلابی تحریک میں اس کے رول کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا تھا۔ چوں کہ ان سارے بھائی بہنوں کو انقلاب کی سرخوشی لڑ چکی تھی اس لیے وہ سب مؤرخ کے قلم کو کھینچ کر اپنا تذکرہ کرواتی رہیں گی۔

آنّا اپنے خاندان کے دوسرے سارے افراد کی طرح ایک پروفیشنل انقلابی اور کمیونسٹ پارٹی کی سرکردہ راہ نما تھی۔ اس نے 1886ء میں انقلابی تحریک کے دامن کو بوسہ دیا۔ بادشاہ کو قتل کرنے کی سازش کے الزام میں وہ اپنے بھائی الیگزنڈر کے ساتھ گرفتار ہوئی تھی۔ اسی کیس میں بھائی پھانسی چڑھا اور آنا کی گردن پھانسی کی رسی سے بال بال بچی۔ اسے پانچ برس کی اندرونی جلاوطنی کی سزا ہوئی تھی۔ اسی قید میں وہ اپنے ابھی تک زندہ قیدی بھائی کو خط لکھتی ہے:

''روئے زمین پہ تم سے بہتر یا تم جیسا کوئی اور نہیں۔ میں یہ صرف ایک بہن کی حیثیت سے نہیں کہہ رہی۔ جو کوئی بھی تمھیں جانتا ہو یہی کہے گا، میرے محبوب ننھے بیٹے!'' (29)

چوں کہ وہ بہن بھائیوں میں سب سے بڑی تھی اس لیے وہ سب بہن بھائیوں کا ماں کی طرح خیال رکھتی تھی۔ وہ لینن کے مستقبل کے فیصلے پہ بہت دلچسپی لیتی رہی اور اسے یونی ورسٹی بھیجنے پر رضامند ہوئی۔ 1920ء کی دہائی تک وہ خود اپنی فیملی میں ''گرینڈ مدر'' بن چکی تھی مگر اس کے باوجود وہ اپنے بھائی دیمتری کے بچوں کا خیال رکھتی تھی۔

آنتا، پارٹی اخبار ''اسکرا'' اور پارٹی کی دیگر غیر قانونی مطبوعات سے وابستہ رہی۔ وہ کئی بار گرفتار ہوئی اور کئی بار جلاوطن بھی۔ وہ لینن کی کئی یادداشتوں کی مصنفہ بھی تھی۔ اس نے بچوں کے ادب پہ بہت کام کیا۔ چٹان کی طرح مضبوط یہ انقلابی، یہ معمر جنگ باز لیڈر 19 اکتوبر 1935ء میں انتقال کرگئی۔

اس کی راکھ جلوس کی صورت میں لے جا کر لینن گراڈ دفنائی گئی۔ کہتے ہیں کہ وہاں ایک لاکھ لوگ اُسے خراجِ تحسین پیش کرنے موجود تھے۔ وہ اپنی وصیت کے مطابق وہیں دفن کی گئی جہاں اولگا، اُس کی ماں اور اس کا خاوند دفن تھے۔ (30)

لینن کا بڑا بھائی

لینن کے بہن بھائیوں میں آنتا کے بعد دوسرا سب سے بڑا الیگزنڈر تھا۔ سب اُسے پیار سے ساشا کہتے تھے۔ (پیدائش: 1866ء)۔ ساشا' لینن سے چار برس بڑا تھا۔ محض چار سال کے فرق کا مطلب ہے کہ دونوں بچپن میں کھیل اور مشاغل کے ساتھی تھے۔ ہاں البتہ ساشا ذرا بڑے بھائی والی بزرگی دکھاتا تھا، سُپیریئر، ہیروٹائپ کا۔

لینن اپنے اس بھائی سے بہت پیار کرتا تھا۔ کروپسکایا بتاتی ہے کہ دونوں میں کئی شوق مشترک تھے۔ وہ دونوں اکٹھے رہتے تھے۔ دونوں محنتی تھے، دونوں انقلابی تھے۔ دونوں کو دیر تک تنہا سوچ و بچار کرنا اچھا لگتا تھا اور جب ان کے کئی کزن لڑکے لڑکیوں میں سے کوئی آجاتا تو اِن بھائیوں کا محبوب فقرہ ہوتا تھا: ''ہماری غیر حاضری کے لیے ہمیں معاف کیجیے۔'' (31)

الیگزنڈر نے 1883ءمیں گولڈ میڈل لے کر سکول کی تعلیم مکمل کی۔ یہ کمال کی بات ہے کہ سکول تعلیم میں الیگزنڈر نے گولڈ میڈل لیا، اُس کی دو بہنوں یعنی آنتا اور اولگا نے بھی گولڈ میڈل لیا اور خود لینن نے بھی گولڈ میڈل لیا تھا۔ لینن کا والد سلور میڈلسٹ اور کروپسکایا گولڈ میڈلسٹ تھی۔ گولڈ میڈلسٹ فیملی!!

الیگزنڈر 1883ء میں سینٹ پیٹرس برگ یونی ورسٹی میں میتھ اور فزکس کے شعبوں میں

داخل ہوا۔ اس کی بہن آنتا بھی وہاں ہسٹری اور فلاسفی پڑھنے اُس کے ساتھ گئی۔

وہ اور آنتا سینٹ پیٹرس برگ گئے تو والد نے خرچ کے بہ طور ہر ایک کے لیے 40 روبل ماہانہ مقرر کیے۔ الیگزنڈر نے باپ کو بتادیا کہ اس کے لیے 30 روبل کافی ہیں۔ مگر باپ اُسے 40 روبل ہی بھیجتا رہا۔ الیگزنڈر نے کہا تو کچھ نہیں اس لیے کہ آنتا محسوس کرتی۔ مگر وہ خاموشی سے ماہانہ دس روبل بچاتا رہا اور یوں، آٹھ ماہ بعد اس نے والد کو 80 روبل واپس کردیے۔

چوں کہ روس کے بادشاہ نے یونی ورسٹیوں کے اندر سٹوڈنٹس پالٹکس پر پابندی لگا رکھی تھی، چناں چہ وہاں ساری سیاست انڈر گراؤنڈ ہوتی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ وہاں کوئی متحدہ تنظیم یا لیڈر نہ تھا۔ طلبا اپنے اپنے علاقوں کے حوالے سے ایک حلقہ سا بنائے رکھتے تھے اور ایک دوسرے کی مدد کرتے تھے۔

یہی حلقے ڈسکشن گروپ کا روپ بھی دھارتے تھے۔ اُس زمانے میں بحث مباحثہ کا مرکزی موضوع ''انقلاب'' ہوا کرتا تھا۔ کوئی سمجھتا تھا کہ کپٹلزم کے مرحلے میں سے گزرنا انقلاب کے لیے ضروری ہے اور کوئی انقلاب کے لیے کسانوں پر امیدیں لگائے ہوئے تھا۔

الیگزنڈر سوشلزم تک پہنچنے کے لیے کپٹلزم کو ضروری سمجھتا تھا مگر ایک دوسرا رجحان اُس پہ حاوی ہوتا گیا۔ وہ سیاست میں دہشت کو بھی جائز سمجھنے لگا اور یوں وہ ایک ریڈیکل نوجوان بنا۔ اسی کی پہل کاری پر سٹوڈنٹس میں ایک سٹڈی سرکل قائم ہوا جس میں وہ لوگ کارل مارکس کا ''کیپٹل'' اور بادشاہی روس کی سیاست اور معیشت کا مطالعہ کرتے تھے۔ الیگزنڈر نے 1886ء کی گرمیوں میں کیپٹل کی پہلی جلد پڑھ ڈالی۔

لینن ابھی لڑکا ہی تھا کہ الیگزنڈر ایک ایسی تنظیم سے وابستہ ہوگیا جو بادشاہی نظام کے خلاف تھی۔ اس تنظیم کا نام تھا نرودنا والیا۔ یعنی ''عوامی ارادہ''۔ یہ 1880ء کی دہائی کے اوائل کی ایک وسیع انقلابی تنظیم تھی۔ اس تنظیم کی سربراہی ایک ایگزیکٹو کمیٹی کرتی تھی جو پیشہ ور انقلابیوں پر مشتمل تھی۔

یہ دہشت گرد گروپ بادشاہ الیگزنڈر سوم کو قتل کرنا چاہتا تھا۔ بہت سوچ بچار کے بعد

انھوں نے اس بادشاہ کے باپ الیگزنڈر دوم کے قتل ہونے کی چھٹی سال گرہ پہ اُسے قتل کرنے کی منصوبہ بندی کر لی۔ یہ تاریخ یکم مارچ 1887ء بنتی تھی۔

الیگزنڈر نے روسی عوام کے لیے ایک منشور بھی تیار کیا جسے بادشاہ کے قتل ہونے کے فوراً بعد چھپنا تھا۔ اس منشور کے ابتدائی فقرے یہ تھے: ''روسی سرزمین کی روح زندہ ہے اور اس سرزمین کے بیٹوں کے دلوں کے اندر سچ بجھا نہیں ہے۔ 1887ء کے دن زار الیگزنڈر سوم کو قتل کیا گیا۔''

اس نے انعام کے طور پر ملنے والے سکول کے اپنے ''گولڈ میڈل'' کو بیچ دیا اور اُس پیسے سے ڈائنامائٹ خریدا۔ پھر اپنے پانچ دیگر ساتھیوں کے ساتھ مل کر ان ناتجربہ کار نوجوانوں نے ایک بم سے بادشاہ کو قتل کرنے کی کوشش کی۔

مگر بدقسمتی کہ جن جگہوں سے بادشاہ کے گزرنے کا اندازہ تھا، وہ اُن میں سے ایک سے بھی نہیں گزرا۔ اس لیے قاتل ہر بار ہر جگہ سے ناکام لوٹتے رہے۔ وجہ یہ تھی کہ پولیس کو سازش کا شک ہوا تھا اور اس نے اُس روز بادشاہ کو محل سے ہی باہر آنے نہیں دیا۔

اگلی بدقسمتی یہ ہوئی کہ پولیس نے اُسی روز اِن دہشت گردوں میں سے ایک کا پیچھا کیا۔ اور یوں بالآخر پولیس اُن تک پہنچی اور اُن سب کو گرفتار کر لیا۔ الیگزنڈر اور اُس کی بہن آننا (جو سازش میں شامل نہ تھی) اپنے کئی ساتھیوں سمیت گرفتار ہوئے۔ سب سے چھوٹے لڑکے کی عمر 20 سال تھی اور سب سے بڑا 26 سال کا تھا۔ (32)

آننا کی جان بچ گئی اور اسے پانچ سال کے لیے سائبیریا جلاوطنی کی سزا سنائی گئی۔ پھر اس کی ماں کی درخواست پر اُس جلاوطنی کی سزا کو سائبیریا کے بجائے اُن کی خاندانی زمین ''کوکشکے نو'' میں پوری کرنے کی اجازت دی گئی۔

الیگزنڈر جو کہ یکم مارچ 1887ء کو گرفتار ہوا، اُس پہ مقدمہ چلا۔ اُس نے پہلے تو عدالت میں بولنے سے انکار کیا۔ ہم جنھیں مارشل لاؤں اور موقع پرست لیڈروں کے ہاتھوں ایسی سیاست میں ڈال دیا گیا جس میں ''ذات کو بچاؤ''، ''ذاتی فائدہ''، ''ذاتی بینک بیلنس'' کا رٹا لگایا جاتا ہے، ہم تصور ہی نہیں کر سکتے کہ انسانوں کی ایک اور قسم بھی ہے جو دوسروں کو بچانے کے لیے اپنا سر اور سینہ

آگے کرتے ہیں۔ اب دیکھیے ناں کہ عدالت میں بات نہ کرنے کا ارادہ کرنے والے الیگزنڈر نے اچانک اپنا فیصلہ بدل ڈالا۔ وہ فرفر بولنے لگا۔ اُس نے اپنے ساتھیوں کو سزائے موت سے بچانے کے لیے بڑی بہادری سے سارے کا سارا الزام اپنے سر لے لیا۔

اُدھر گھر اور خاندان کی بھی سنیے؛ الیگزنڈر اور اُس کی پیٹروگراڈ یونی ورسٹی سے بہت دور، گھر والوں نے تو اس سے ہمیشہ یہ سُن رکھا تھا کہ وہ گولڈ میڈل اور دوسرے اعزازات وصول کرتا رہتا ہے، اُسے زوالوجی میں لمبے اور حلقہ دار کیڑوں پر مقالہ لکھنے پر گولڈ میڈل ملا تھا مگر اب اچانک ایک روز یہ خوف ناک خبر آئی کہ وہ بادشاہ کو قتل کرنا چاہتا تھا اور اِس کوشش پر گرفتار ہو چکا ہے۔

جیسا کہ ایسے معاملات میں ہوتا ہے، سارے واقف کاروں نے فیملی سے شناسائی ختم کر دی۔ باپ تو مر چکا تھا۔ اب کم سن لینن اِدھر اُدھر دوڑتا بھاگتا رہا تاکہ وہ ماں کے سفر کے لیے کوئی ساتھی تلاش کر سکے۔ مگر بادشاہی روس میں کون ایسی ماں کا ساتھ دینے کے لیے تیار ہوتا جس کا بیٹا بادشاہ کو قتل کرنے کی کوشش میں گرفتار کر لیا گیا ہو۔

سمبرسک میں ریل وے لائن نہ تھی اور لینن کی 52 سالہ ماں ماریا گھوڑے پہ ساٹھ میل دور سیزران نامی جگہ کے ریلوے سٹیشن تک گئی۔ وہاں سے وہ ٹرین پکڑ کر پیٹرس برگ گئی جہاں بیٹا قید تھا۔ جب وہ پہنچی تو بیٹے کو گرفتار ہوئے سات دن ہو چکے تھے۔ وہ شلسل برگ کے خوف ناک جیل میں تھا۔

ماں کئی ہفتوں تک بیٹے سے ملاقات کی اجازت کے لیے ماری ماری پھرتی رہی۔ ناکام رہی تو پھر اس نے ڈائریکٹ بادشاہ کو بیٹے سے ملاقات کی اجازت کی درخواست دے ڈالی۔ بادشاہ نے درخواست کے حاشیہ پہ لکھا: ''میرا خیال ہے کہ بہتر ہوگا کہ اُسے اپنے بیٹے سے ملنے کی اجازت دی جائے تاکہ وہ خود دیکھ سکے کہ اس کا قیمتی بیٹا کیسا شخص ہے۔'' (33)

جب وہ 30 مارچ کو ملاقات کے لیے بیٹے کے پاس پہنچی تو بیٹا جھک کر ماں کے گھٹنے سے لپٹ گیا۔ اُس کے آنسو نکل آئے اور اس نے ماں کے سامنے ہر چیز کا اعتراف کر لیا۔ اس نے ماں سے معافی مانگی کہ وہ اپنے محبوب خاندان کے لیے غم لایا۔

حکام نے ماں کو بتایا کہ اگر بیٹا اپنی حرکت پہ پشیمانی ظاہر کرے اور بادشاہ سے معافی مانگے تو اس کی زندگی بچ جائے گی۔ مگر اسے معلوم تھا کہ بیٹا ایسا نہیں کرے گا۔ اس لیے ماں نے بچے پر زیادہ زور نہیں دیا۔

مقدمے پہ اُنیس سالہ الیگزنڈر نے کوئی وکیل نہ کیا اور نہ معافی مانگی۔ عدالت میں اس کی تقریر کا ایک ٹکڑا:

’’روسی عوام میں ایک درجن آدمی ہمیشہ ملیں گے جو اپنے نظریات کے ساتھ بہت مضبوطی سے کھڑے ہوں گے اور جو اپنے ملک کی ناخوشی اس قدر گہرائی سے محسوس کرتے ہیں کہ اپنے کاز کی خاطر مرنا اُن کے لیے کوئی بات نہیں ہے۔ ایسے لوگوں کو کوئی بھی چیز خوف زدہ نہیں کرسکتی...... اپنی سرزمین کے لیے مرجانے سے عمدہ موت کوئی نہیں ہوسکتی۔ اسی طرح کی موت مخلص اور ایمان دار انسانوں کے لیے کوئی دہشت وخوف نہیں رکھتی۔ میرا صرف ایک مقصد رہا ہے: بدقسمت روسی عوام کی مدد کرنا۔‘‘(34)

ماں مقدمے کی کارروائیوں میں جاتی رہی۔

فیصلہ آیا تو پندرہ لوگوں میں سے الیگزنڈر (ساشا) سمیت پانچ کو سزائے موت سنائی گئی۔ دو کو عمر قید اور بقیہ کو مختلف معیادوں کی سائبیریا جلاوطنی کی سزا ہوئی۔ مقدمے کے فیصلے کے بعد ماں نے ملاقات کی۔ جب وہ جانے لگی تو بیٹے نے عجب فرمائش کی۔ اُس نے ماں سے کہا کہ آخری ملاقات کے لیے آتے ہوئے اُس کے لیے ہائینے کی نظموں کی کتاب لائے۔ (بہادری کی کوئی انتہا ہے؟)۔ ماں نے ایسا ہی کیا۔ وہ پھانسی چڑھنے سے قبل کی آخری ملاقات میں یہ کتاب بیٹے کے لیے لے گئی......اور ماں نے بیٹے کو الوداعی بوسہ دیا۔(35)

20 مئی 1887ء کو صبح پھوٹتے ہی الیگزنڈر کو اس کے چار ساتھیوں جنرلوف، آندریو شکن، اوسیپانوف اور شیوریف سمیت شلسل برگ قلعے کے احاطے میں پھانسی دی گئی۔

باب ختم ہوا۔

نہیں، باب شروع ہوا......

بھائی کی پھانسی اور لینن

لینن کی عمر سترہ برس تھی جب اُس کے بڑے بھائی کو پھانسی دینے والا قہر ٹوٹا تھا۔ بھائی کی پھانسی سے محض سوا سال پہلے باپ مرا تھا۔ پورے خاندان پہ دنیا اندھیر ہوگئی۔ خوف زدہ دنیا نے بادشاہ سے بغاوت پہ پھانسی پانے والے کے خاندان سے منہ موڑ لیا تھا۔ مالی تنگ دستی، بحران کی شکل اختیار کرگئی۔ غربت اس قدر کہ خاندان کو کازان منتقل ہونا پڑا۔

لینن کی بہن اولگا نے اس موقع پر اپنی دوست کو لکھا:

’’خوشی؟ کہاں ہے یہ؟ خوش لوگ کہاں ہیں؟ نہیں۔ میں خوشی کو بالکل نہیں مانتی۔ ہاں صرف یہ مانتی ہوں کہ اپنی اور دوسروں کی ناخوشی کو صرف ایک طریقے سے فراموش کردینا ممکن ہے: اپنا فرض سرانجام دینے سے۔‘‘(36)

ظاہر ہے کہ غم زدہ لینن کے اندر یہ عزم مستحکم ہوگیا کہ وہ اپنی ساری زندگی انقلابی جدوجہد کے لیے وقف کردے گا۔

ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ اس کے بھائی کا سانحہ اُسے صرف گہرا صدمہ دیتا یا زیادہ سے زیادہ اُس کے نقشِ قدم پر چلنے کے لیے ایک ضرورت یا عزم کو جگاتا مگر ہوا اس کے برعکس۔ بھائی کے سانحہ نے اُس کے دماغ کو تیزی سے کام پر لگا دیا، اس نے اُس میں ایک حیرت انگیز متانت و سنجیدگی وکم گوئی پیدا کی، سچ کا ڈٹ کر سامنا کرنے کی اہلیت اور ایک لمحے کے لیے بھی محض باتیں بنانے، محض ایک واہمہ میں بہنے نہ دیا۔ اس نے اس کے اندر کسی بھی معاملے تک پہنچنے میں ایک زبردست فراست پیدا کی اور وہ بےفکر اور خوش باش نوجوان ایک دم ایک بالغ نظر آدمی بن گیا۔

اس کی بہن آنا کچھ دن بعد رہا ہوئی۔ اس نے لکھا: ’’الیگزنڈر ہیرو کی موت مرا۔ اس کے خون نے انقلابی شفق کو رنگ دے کر اس کی پیروی کرنے والے بھائی لینن کا راستہ روشن کردیا۔‘‘

اس کی بہن ماریا نے اُسی وقت سترہ سالہ نوجوان لینن سے ایک عجیب فقرہ سنا۔ ایسا فقرہ جو صرف وہی کہہ سکتا تھا اور اُسی کو ہی زیب دیتا تھا۔ فقرہ تھا: ’’نہیں، ہم ایک مختلف راستہ اختیار

کریں گے۔'' (37)

اوراس نے واقعی بھائی والے رستے کے بجائے دوسرا راستہ اختیار کیا۔اس نے ایک چھوٹا سازشی قاتل گروہ تشکیل دینے کے بجائے ایک وسیع اور منظّم سیاسی پارٹی قائم کرنے کی ٹھانی۔

کسی کو کیا خبر تھی کہ بڑے بھائی کی پھانسی کے تیس برس بعد چھوٹا بھائی اپنی اس پارٹی کی مدد سے ایک ایسا انقلاب برپا کردے گا جس سے کہ انسان کا مقدر بدل جانا تھا،تاریخ نے دھارا بدل دینا تھااور سارے جہاں نے الٹ پلٹ ہونا تھا۔

بڑے بیٹے کی پھانسی کے بعد سے ماں نے اپنی مادرانہ شفقت لینن کی طرف مرکوز کردی۔لینن بھی اپنی شکستہ دل، بے چاری ماں سے بہت محبت کرتا تھا۔(38)

کل چھے بہن بھائیوں میں سے لینن کا نمبر تیسرا تھا۔لینن سے ڈیڑھ برس چھوٹی بہن کا نام اولگا تھا (پیدائش: 1871ء) ۔وہ بچپن میں لینن کے کھیل کود کی ساتھی تھی۔ (39) اس باصلاحیت اورمحنتی لڑکی نے گولڈ میڈل لے کر گریجویشن کرلیا مگر وہ زیادہ دیر تک زندہ نہ رہ سکی۔ وہ 8 مئی 1891ء میں پیٹرس برگ میں تعلیم کے دوران ٹائی فائڈ سے 19 برس کی عمر میں فوت ہوگئی۔ وہ سینٹ پیٹرس برگ میں دفن ہے۔

سب سے چھوٹی بہن ماریا

لینن کی سب سے چھوٹی بہن کا نام ماریا تھا۔اس نے انقلابی تحریک میں اُس وقت شمولیت اختیار کی جب وہ ابھی طالب علم تھی۔ پھر تو وہ پیشہ ور انقلابی بن گئی۔وہ انقلابی سرگرمیوں کے جرم میں کئی بار گرفتار ہوئی اور کئی بار جلاوطن۔(40)

وہ اپنے بھائی لینن کی قریب ترین اسسٹنٹ رہی۔فروری 1917ء سے لے کر 1929ء کے موسمِ بہار تک وہ پارٹی اخبار ''پراودا'' کی سیکریٹری رہی۔اس کے بعد وہ سوویت کنٹرول کمیشن میں رہی۔اس نے لینن کے بارے میں بہت لکھا۔وہ اپنی موت کے دن تک کام کرتی رہی۔اس کا انتقال 1937ء میں ہوا۔

بیٹی ماریا اور ماں نادژدا کے بارے میں کسی نے کیا خوب کہا: ''نادژدا نے مزدوروں کسانوں کے ایک ناخواندہ ملک کو پڑھنا سکھایا اور ماریا نے ورکنگ کلاس کو لکھنا سکھایا۔'' (41)

چھوٹا بھائی دیمتری

لینن کے چھوٹے بھائی کا نام دیمتری تھا۔(پیدائش: 1874ء)۔دیمتری ماسکو یونی ورسٹی کے میڈیکل ڈپارٹمنٹ میں تعلیم کے دوران ہی مارکسسٹ بنا اوراس نے ماسکو کے اندر مارکسسٹ سٹوڈنٹس گروپس میں انقلابی کام شروع کیا۔وہ ایک پیشہ ور انقلابی تھا۔تربیت کے لحاظ سے وہ ڈاکٹر تھا۔

1900ء میں وہ اسکرا کی تنظیم میں شامل ہوا۔وہ اپریل 1905ء سے فروری 1906ء تک انڈر گراؤنڈ سرگرمیاں کرتا رہا۔دیمتری انقلابی سرگرمیوں کی بہ دولت بار بار گرفتار ہوا۔

اکتوبر انقلاب آیا تو وہ ہیلتھ سروسز کو منظّم بنانے میں لگا رہا۔

1943ء میں اس کا انتقال ہوا۔(42)

لینن کی تعلیم

لینن کا بچپن اس وسیع اور باہم محبت کرنے والے خاندان میں گزرا۔ وہ بچپن میں پھرتیلا، زندہ دل اور خوش باش بچہ رہا اور اُس کو شوروغل اور دوڑ دھوپ والے کھیلوں سے دلچسپی تھی۔(43)

انسان بھی ایک دلچسپ مخلوق ہے۔ پیار کرتا ہے تو پرستش کی حدود کو عبور کرتا ہے۔لینن کے ایک بائیوگرافر نے لکھا کہ چار برس کی عمر کی اُس کی ایک تصویر ہے جس میں اُس کا چہرہ گول، بال گھنے اور گھنگریالے ہیں۔ایک ہلکی سی مسکراہٹ اور غور بھری آنکھیں ہیں۔اس نے لکھا کہ 1962ء میں پاویل پوپووچ یہ تصویر اپنے ساتھ خلا میں لے گیا جس نے زمین کے مدار کے گرد 48 بار چکر لگائے۔(44)

پانچ برس کی عمر میں ماں نے اُسے پیانو بجانا سکھانا شروع کیا اور آٹھ برس کی عمر تک وہ اُسے اچھا خاصا بجا سکتا تھا۔لینن کو شطرنج کھیلنا بہت پسند تھا۔وہ سردیوں میں سکیٹنگ کرتا تھا اور گرمیوں میں دریا کی پیراکی۔

روس کے سکولوں میں پشکن، گوگول، ترگنیف، ٹالسٹائی اور دوستوئفسکی نہیں پڑھائے جاتے تھے۔اسی طرح روس کا کوئی سکول والٹیء، روسو اور گوئٹے نہیں پڑھاتا تھا۔ یہ سب کچھ اُسے خود سے پڑھنا تھا۔

لینن کے سکول کے ہیڈ ماسٹر کا نام یاد رکھیے۔اس لیے کہ آگے اُس کے خوب حوالے آئیں گے: فیودر کیرنسکی۔وہ الیگزنڈر کیرنسکی کا باپ تھا۔ وہی الیگزنڈر کیرنسکی جو بعد میں روس کا حکمران بنا اور اُسی کیرنسکی کا تختہ 1917ء میں لینن نے الٹنا تھا۔اپنے ہیڈ ماسٹر کے بیٹے کا تختہ الٹنا تھا۔الگزنڈر کیرنسکی صرف سکول کا ہیڈ ماسٹر نہ تھا بلکہ لینن کے والد کی وصیت کی رو سے وہ لینن فیملی کا گارڈین بھی تھا۔(45)

اپنے بڑے بھائی الیگزنڈر کی قید اور پھانسی کے مہینوں میں لینن اور اولگا سکول میں اپنے آخری سال کے امتحانات کی تیاری کر رہے تھے۔اُن دونوں کے اعصاب کی مضبوطی غیر معمولی تھی۔ بھائی کی پھانسی کے تین ماہ بعد یعنی 5 مئی 1886ء میں اُن دونوں کے امتحان شروع ہوئے اور ایک ماہ تک چلے۔گو کہ خاندان کو سینٹ پیٹرس برگ سے خوف ناک خبر نے نگل لیا تھا اور قصبے کے لوگوں نے اُن سے منہ پھیر لیا تھا۔مگر لینن کا سیلف کنٹرول اور قوتِ عمل حیران کن تھے۔اس نے کمال کوشش سے اپنے تسلی نہ دلائے جاسکنے والے غم کو روکے رکھا اور تعلیم و امتحان پہ مکمل توجہ دیے رکھی۔یہ انسانی فہم سے اونچی بات تھی کہ ایسے حالات میں اُس نے تمام دس پرچوں میں بلند ترین نمبر حاصل کیے، اپنے 29 ساتھی امیدواروں کی کلاس میں اول آیا اور گولڈ میڈل کا حق دار ہوا۔(46) گریجویشن وِد گولڈ میڈل!! وہ قابلیت، پراگریس اور برتاؤ میں سکول کا بہترین سٹوڈنٹ تھا!اس کی بہن اولگا نے بھی اپنے سکول میں یہی نتیجہ لیا۔دونوں سکولوں میں گولڈ میڈل کا معاملہ الیگزنڈر کے واقعے کے بعد نازک شکل اختیار کر گیا۔مگر ہیڈ ماسٹر کیرنسکی نے لینن کے لیے یہ حمایتی

خط لکھ کر سرکار کو گویا خاموش کر دیا:

''لڑکے کو اُس کے والدین نے ''مذہب اور شائستہ ڈسپلن پہ مبنی'' تربیت دی اور اُس نے نافرمانی کے کوئی آثار نہ دکھائے۔انتہائی باصلاحیت، مستقل طور پر متوجہ اور نقص سے پاک اولیانوف (لینن) ساری کلاسوں میں اول رہا اور اسے اپنے کورس کے آخر میں کارکردگی، نشو و نما اور برتاؤ میں سب سے زیادہ مستحق شاگرد کے بہ طور گولڈ میڈل دیا گیا۔''

لینن بچپن میں ترگنیف کے ناولوں کو پسند کرتا تھا۔اسے گوئٹے بھی پسند تھا۔اسی طرح وہ بچپن ہی میں چیخوف اور اس کے اسلوب کو بہت پسند کرنے لگا تھا۔اس نے سکول ہی کے زمانے میں سپارٹیکس، گیری بالڈی اور ٹارس بلبا جیسے تاریخی ہیروؤں کے بارے میں پڑھا۔کوئی تصور ہی نہیں کر سکتا کہ سترہ سال کی عمر میں کوئی نوجوان روس کے عالمی شہرت یافتہ ناول نگار چرنی شیوسکی کا دیوانہ بن جائے۔لینن ہی ایسا نوجوان تھا۔اسے اُس کا ناول ''کیا کیا جائے؟'' بہت پسند تھا۔اس ناول کے بارے میں بعد میں اس نے لکھا: ''...... اس ناول کے اثر میں سیکڑوں لوگ انقلابی بنے......اس نے میرے بھائی کو اپنے زیر اثر لیا اور اس نے مجھے بھی اپنے اثر میں جکڑ لیا......''۔اس کا کہنا تھا کہ چرنی شیوسکی کی کتابوں کے مطالعہ نے اُسے مارکس کو پڑھنے سے قبل تیاری کا بہت مواد دیا۔بعد میں بلا مبالغہ وہ اسے درجنوں بار پڑھتا رہا۔

مارکس کو اس نے اٹھارہ برس کی عمر میں پڑھنا شروع کر دیا تھا اور 23 برس کی عمر میں وہ مکمل طور پر مارکسسٹ بن چکا تھا۔

مارکسزم کے اُس کے اولین شاگرد اُس کی اپنی بہنیں آننا اور ماریا اور بھائی دیمتری تھے۔ اُس نے اپنی سیاست سے متعلق سب کچھ اپنے گھر سے شروع کیا تھا۔

وقت جب راضی ہو تو بادشاہِ وقت کی ناراضی کوئی اہمیت نہیں رکھتی۔لیکن اس کا مطلب یہ نہ تھا کہ اس کو دارالحکومت کی یونی ورسٹیوں میں داخلہ ملتا۔شاہ مخالف اور پھانسی یافتہ دہشت گرد کے بھائی کو کہیں جا کر 1887ء میں امپیریل کازان یونی ورسٹی میں شعبۂ قانون میں داخلہ مل گیا۔ یہ زار بادشاہ کی مطلق العنانی پر ایک مذاق ہے کہ تخت کے ساتھ لینن کی وفاداری پہ ناگزیر شکوک کے

باوجود اُسے یونی ورسٹی میں داخلہ مل گیا اور اُس سے بھی زیادہ مضحکہ خیز بات یہ ہے کہ جس شخص نے یہ سب ممکن بنایا وہ الیگزنڈر کیرنسکی کا باپ تھا جس کی بورژوا حکومت کو لینن ہی نے 1917ء میں ختم کرنا تھا۔

کازان یونی رسٹی سخت اور رجعتی ماحول والی یونی ورسٹی تھی ۔ اسی کازان یونی ورسٹی میں اس کے والد نے بھی تعلیم حاصل کی تھی۔

ماں اپنے تین چھوٹے بچوں کو ساتھ لے کر اُس کے ساتھ رہنے کے لیے کازان چلی گئی۔کازان،سمبرسک کی بہ نسبت بڑا اور زیادہ کاسموپولٹن شہر تھا۔خاوند کی پنشن اور والد کی زمین کی آمدن سے حصے نے بیوہ کو بیٹے کے یونی ورسٹی اخراجات کی ادائیگی میں زبردست مدد کی۔ یہ بات بھی دلچسپ ہے کہ بیٹے کی مالی مدد کرنے کا یہ سلسلہ ماں نے زندگی بھر جاری رکھا۔

کازان یونی ورسٹی میں قانون پڑھتے ہوئے لینن نے مارکسزم کی تھیوری پہ عبور حاصل کرنے اور وہاں نوجوان مارکسسٹوں سے شخصی روابط استوار کرنے پہ بہت محنت کی۔یہیں کازان میں 1889ء میں، محض 19 سال کی عمر میں اس نے مارکس کی اہم ترین تصنیف ''کیپٹل'' کی جلد اول کا سنجیدگی سے مطالعہ کیا۔لینن، مارکس کے عظیم تصورات سے بہت متاثر ہوا۔اس نے ''کیپٹل'' کا محض مطالعہ نہیں کیا بلکہ روس میں اس کے اطلاق کے بارے میں بھی سنجیدگی سے سوچنے لگا۔(47) اس نے اہم معاملات کے جوابات ڈھونڈنے والے بے قرار شخص کے بہ طور ایسا کیا۔(48)

بادشاہ مخالف خفیہ تحریک تعلیمی اداروں میں خوب پھیلی ہوئی تھی ۔لینن سٹوڈنٹس کی انقلابی سرگرمیوں کا سرگرم لیڈر بنا۔اس نے طلبا کے ایک جلوس میں حصہ لیا تھا۔گرفتار ہوا۔پولیس افسر نے پوچھا: ''جوان، تمھیں بغاوت سے کیا ملے گا؟ تم جانتے نہیں کہ تمہارے سامنے دیوار ہے؟ ''لینن کا فوری جواب تھا : '' لیکن یہ دیوار تو اندر سے کھوکھلی ہے ،اِسے تو ایک دھکا ہی کافی ہوگا۔''(49)

بہرحال، 6 دسمبر 1887ء میں کازان یونی ورسٹی سے جن 39 طلبا کو نکال دیا گیا، اُن میں لینن شامل تھا۔یعنی داخلہ کے ایک ماہ بعد ہی۔سات دسمبر کو کازان میں رہنے کا اس کا اجازت

نامہ بھی منسوخ کیا گیا۔ چناں چہ وہ اپنے خاندانی علاقے کوکشکینو میں اپنی بہن آننا کے پاس چلا گیا۔ بقیہ فیملی بھی وہیں شفٹ ہوئی۔اس جگہ رہتے ہوئے آننا اور لینن نے ساتھ کام کیا، اکنامکس اور سیاسی نظریات کا زبردست مطالعہ کیا۔چوں کہ آننا اور لینن دونوں جلاوطن تھے،اس لیے انھیں روزانہ پولیس نگرانی کا سامنا تھا۔سارے خاندان کی زبردست ٹریننگ ہو رہی تھی۔

تقریباً ایک سال بعد،1888ء کے اکتوبر میں اُسے کوکشکینو گاؤں سے کازان آنے کی اجازت مل گئی۔مگر یونی ورسٹی داخلہ کی اُس کی درخواست مسترد ہوئی۔

واضح رہے کہ 1887ء میں یونی ورسٹی سے اخراج کے بعد کے آٹھ سال لینن کی زندگی کے اہم ترین سال تھے۔ یہ اس کی عمر کے 17 ویں سے 25 ویں سال تھے۔اس نے خود مطالعاتی کا بڑا پروگرام بنایا اور اُس پہ چلا۔اس نے درجنوں کتابیں پڑھیں۔20 سال کی عمر میں اس کے سر کے تقریباً سارے بال جھڑ چکے۔

1890ء میں لینن نے ''کمیونسٹ مینی فیسٹو'' کا ترجمہ کیا اور پلیخانوف کی تحریروں کا گہرا مطالعہ کیا۔مارکس اور پلیخانوف کی تحریروں نے لینن کو بنیادی تحقیق کی طرف ڈال دیا۔اس نے ہر وقت خود کو مارکس کا شاگرد کہا۔

جنوری 1892ء میں لینن کو ماں کی مسلسل کوششوں کے بعد پیٹرس برگ یونی ورسٹی سے قانون کی ڈگری کے لیے امتحان دینے کی اجازت دی گئی۔ پیٹرس برگ میں اُس کا یہ اولین قیام بہت مختصر تھا۔وہ امتحان میں اعزازی نمبروں سے کام یاب ہوگیا اور اسے قانون کے پریکٹس کا لائسنس مل گیا۔مگر اُس کو قانون کے پیشے سے کوئی دلچسپی نہ تھی۔اُسے تو انقلابی سرگرمیوں کی تڑپ تھی۔چناں چہ اس نے محض چند دن ہی بار میں گزارے۔

اِس گھرانے کی انقلابی سرگرمیاں 1893ء میں اُس وقت شروع ہوئیں جب آنا کی جلاوطنی کی معیاد پوری ہوئی اور خاندان کازان چھوڑنے کے قابل ہوا۔آننا، پر پیٹرس برگ میں داخلے پر ایک مزید سال کی پابندی لگ گئی۔ چناں چہ ماں فیملی کے ساتھ ماسکو آئی مگر لینن ماسکو کے برعکس سینٹ پیٹرس برگ چلا گیا۔پورے خاندان کو روس کے اِس دوسرے بڑے شہر ماسکو میں تعلیم

کے خوب مواقع میسر تھے۔ دیمتری نے میڈیکل کی تعلیم شروع کی، ماریا نے اپنی سیکنڈری تعلیم مکمل کی۔ آنّا دوسرے انقلابیوں سے ملنے، اُن کے کام میں شامل ہونے اور تراجم کے ذریعے کچھ پیسہ کمانے کے قابل ہوئی۔ آنّا نے تو سمجھو ماسکو کی پارٹی سنبھال لی۔

مگر لینن مزید تعلیم حاصل کرنے کے لیے 1893ء کے خزاں میں سینٹ پیٹرس برگ چلا گیا اور یہیں 1894ء میں اس کی ملاقات نوجوان انقلابی خاتون کروپسکایا سے ہوئی۔

ریفرنسز

1۔ مِک نیل، ایچ رابرٹ۔ برائیڈ آف دی ریوولیوشن۔ 1972۔ یونیورسٹی آف مشی گن پریس۔ صفحہ 6

2۔ وولکوگونوف، دیمتری۔ لینن، لائف اینڈ لیگیسی۔ ہارپر کولنز پبلشرز۔ 1994

3۔ مِک نیل۔ برائیڈ آف دی ریولیوشن۔ صفحہ 8

4۔ ایضاً۔ صفحہ 5

5۔ ایضاً۔ صفحہ 17

6۔ ایضاً۔ صفحہ 11

7۔ ایضاً۔ صفحہ 18

8۔ لودمیلا کونیسکایا، کلارا ماشتاکووا۔ اے لائف ڈیوٹِڈ ٹوسٹرگل۔ ناووسٹی پریس ایجنسی۔ ماسکو۔ صفحہ 6

9۔ ایضاً۔ صفحہ 29

10۔ ایضاً صفحہ 10

11۔ کروپسکایا۔ Memoirs۔ صفحہ 24

12۔ پوپسی لوف، اور دیگر۔ لینن، اے بائیوگرافی۔ 1995۔ پراگریس پبلشرز، ماسکو۔ صفحہ 20

13۔ کروپسکایا۔ Memoirs۔ صفحہ 1

14۔ شَب، ڈیوڈ۔ اے بائیوگرافی آف لینن۔ پنگوئن بکس، لندن۔ صفحہ 229

15۔ وولکوگونوف۔ لائف اینڈ لی گے سی۔ صفحہ 28

16۔ لینن۔ انگلش مجموعہ تصانیف۔ جلد 1۔ صفحہ 105

17۔ کروپسکایا۔ Memoirs۔ صفحہ 8

18۔ مِک نیل۔ برائیڈ۔۔۔ صفحہ 44

19۔ کروپسکایا۔ Memoirs۔ صفحہ 7

20۔ لُدمیلا۔ اے لائف ڈی ووٹڈ۔۔۔ صفحہ 29

21۔ کروپسکایا۔ Memoirs۔ صفحہ 5

22۔ پیئرسن، میخائل۔ دہ سِیلڈ ٹرین۔ صفحہ 11

23۔ لوئی فِشر۔ دی لائف آف لینن۔ صفحہ 22

24۔ وولکوگونوف۔ لینن، لائف اینڈ لی گے سی۔ 1995ء۔ ہارپرکولنز۔ صفحہ 2

25۔ رابرٹ سروس۔ لینن، سوانح عمری۔ پین بکس۔ 2000ء۔ صفحہ 30

26۔ کائی ٹُورین۔ فارگاٹن لائیوز۔ 2007ء۔ پالگریو، میکملن۔ نیویارک۔ صفحہ 10

27۔ ٹراٹسکی۔ آن لینن۔ صفحہ 350

28۔ ہارٹ۔ م۔ ہ۔ دی ہنڈرڈ-1978ء۔ صفحہ 110

29۔ کائی ٹُورین۔ فارگاٹن لائیوز۔ صفحہ 12

30۔ کائی ٹُورین۔ فارگاٹن لائیوز۔ صفحہ 154

31۔ کروپسکایا۔ Memoirs۔ صفحہ 4

32۔ ایڈمنڈ ولسن۔ ٹو دِی فن لینڈ سٹیشن۔ صفحہ 357

33۔ایضاً۔صفحہ 358

34۔ڈیویٹوف اور دیگر۔دی سنٹرل لینن میوزیم۔1986ء۔رادوگا پبلشرز،ماسکو۔صفحہ 62

35۔لوئی فشر۔دی لائف۔۔۔صفحہ 11

36۔کائی ٹُورین۔فارگاٹن لائیوز۔صفحہ 23

37۔اوبچکین اور دوسرے۔لینن مختصر سوانح عمری۔1971ء۔دارالاشاعت ترقی۔ماسکو۔صفحہ 10

38۔جی زینوویف۔لینن ہز لائف اینڈ ورکس۔جنرل ورکرز یونٹ آف O.B.U آف ٹورنٹو۔صفحہ 2

39۔رابرٹ سروس۔لینن،سوانح عمری۔پین بکس۔2000۔صفحہ 31

40۔کائی ٹورین۔فارگاٹن۔۔۔صفحہ 147

41۔ایضاً۔۔۔صفحہ 145

42۔ڈیویٹوف۔۔۔دی سنٹرل لینن میوزیم۔۔صفحہ 50

43۔لوئی فشر۔دی لائف آف لینن۔1964ء۔ہارپر اینڈ راؤ پبلشرز۔صفحہ 5

44۔ایضاً۔صفحہ 1

45۔ڈیوڈ شُب۔اے بائیوگرافی آف لینن۔صفحہ 37

46۔ایضاً۔صفحہ 36

47۔وولکوگونوف۔۔۔لینن لائف۔۔۔صفحہ 23

48۔پولیسی لوف۔لینن،اے بائیوگرافی۔1995ء

49۔Reminiscences of lenin by His Relatives, Moscont.1956۔صفحہ 27

لینن اور کروپسکایا سیاست کے گڑھ میں

اُس وقت تک کروپسکایا اور لینن پختہ کار مارکسسٹ بن چکے تھے۔اُن دونوں کے نزدیک مارکسزم بلاشبہ ایک ''مستقل'' اور ایک ''منضبط'' ورلڈ آؤٹ لک ہے۔انھیں بہت وضاحت کے ساتھ معلوم ہوگیا تھا کہ مارکسزم ایک ساکت وجامد عقیدہ نہیں ہے اور اگر مارکسزم عقیدہ نہیں ہے تو ظاہر ہے کہ خود مارکس بھی کوئی دیوتا اور بھگوان نہیں ہے۔اسی لیے لینن کا یہ فقرہ صدیوں تک سلامت رہے گا جس میں کہ وہ اعلان کرتا ہے کہ:''ہم مارکس کے نظریے کو مکمل نہیں سمجھتے اور اُسے ناقابلِ تنسیخ نہیں سمجھتے......ہم اس بات کے قائل ہیں کہ اُس نے سائنس کی صرف بنیاد ڈال دی۔'' سچی بات ہے کہ یہ فقرہ مارکس دشمنوں کے لیے ہے ہی نہیں، یہ تو مارکس دوستوں کے لیے ہے۔

مگر یہ بہت اچھا ہوا کہ انھوں نے مارکسزم کو کبھی بھی آخری اور حتمی نہیں سمجھا۔نوٹ کرنے کی بات ہے کہ ''حتمی'' اور ''آخری'' چیز کچھ بھی ہوسکتی ہے مگر سائنس نہیں ہوسکتی۔

لینن اور کروپسکایا، مارکس کے تقلیدی نہیں، تخلیقی شاگرد رہے۔آپ کروپسکایا اور لینن کی سوانح عمریاں پڑھیں تو معلوم ہوگا کہ وہ آنکھیں بند کرکے مارکس کے فقروں کی محض دُہرائی نہیں کرتے تھے۔وہ تو مارکسزم کا عمیق مطالعہ کرتے تھے اور اس کی روشنی میں صورت حال کا تجزیہ کرتے ۔اور پھر اپنے نتائج نکال کر وہ اپنی سیاست آگے بڑھاتے تھے۔ان کے نزدیک مارکسزم ایک ایسا فریم ورک تھا جس میں سے گزر کر ''اپنے اپنے ماحول اور صورت حال کا اپنا ٹھوس تجزیہ'' کیا جاسکتا

ہے۔ مارکس ازم کا مطالعہ صرف اس لیے کرنا چاہیے کہ اپنے معروض کا تجزیہ کر کے اپنی حکمتِ عملی بنانے کا کام آسان ہو جائے۔

اسی لیے دنیا کے فلاسفر لینن کو Russifier of Marxism (مارکسزم کو روس کے مطابق ڈھالنے والا) کہتے ہیں۔ لینن نے واقعتاً مارکسزم کو روسی روح عطا کی اور اسے روسی لباس پہنا دیا......اور یہ ہر ملک کے انقلابی کا بنیادی فریضہ بن گیا کہ وہ مارکسزم کو اپنے سماج کے مطابق ڈھال دے۔

اُن لوگوں کی محنت کے سبب سینٹ پیٹرس برگ میں ایک ڈیڑھ سال کے اندر اندر ورکنگ کلاس تنظیموں کو شعور و ڈسپلن کا بڑا میدان میسر ہوا۔ بہت جلد لینن پاپولسٹوں کی مخالفت میں اُن کے بڑے لیڈر میخائلوفسکی کے ساتھ مباحثوں کے ذریعے اکھاڑے میں موجود تھا۔

سینٹ پیٹرس برگ میں لینن وکالت کرتا تو تھا، مگر بہت نیم دلی کے ساتھ۔ اُسے تو سیاسی کام کرنا تھا۔ وہ سیاسی کام ہی کرتا رہا۔ اسی لیے اس کی مالی حالت اچھی نہ تھی اور وہ بہت تنگ دست زندگی گزارتا رہا۔ مالی مدد کے لیے وہ ماں کی طرف ہی رجوع کر سکتا تھا۔ چناں چہ ایک بار اس نے والدہ کو لکھا: ''میرے لیے کچھ پیسے بھیج دیں۔ میں اپنے پہلے والے پیسے خرچ کر چکا ہوں۔'' (1)

اسی زمانے (1895ء) میں لینن نے ایک پمفلٹ لکھا جس کا عنوان تھا: ''جُرمانوں کے قانون پہ''۔ اس خفیہ اور غیر قانونی پمفلٹ میں اُس نے بتایا کہ کس طرح مزدوروں تک پہنچا جائے اور اُن کی ضروریات کے مطابق قدم بہ قدم سیاسی جدوجہد کی ضرورت کے معاملے پر کس طرح اُن کی راہ نمائی کی جائے۔ (2) اس پمفلٹ میں مارکسزم کو مقبول بنانے کی زبردست تدابیر موجود تھیں۔

روس کا اولین مارکسسٹ گروپ 1883ء میں سوئٹزرلینڈ میں قائم ہوا تھا۔ اس کا نام ''لبریشن آف لیبر'' تھا۔ اس میں چار زبردست سابقہ پاپولسٹ لوگ شامل تھے: پلیخانوف، ایکسلراڈ، دوئچ اور ویرا زاسولچ۔ یہ سب باہر جلاوطن تھے۔ چناں چہ اب پیٹرس برگ میں موجود گروپ نے لینن کو اُن لوگوں سے مذاکرات کے لیے سوئٹزرلینڈ جانے کے لیے نامزد کر دیا۔ اسی زمانے میں

اُسے نمونیا ہو گیا تھا۔ اس کے باعث اس کا دورہ تو ملتوی ہوا مگر اِس بیماری کا بہانہ بنا کر وہ پاسپورٹ حاصل کرنے میں کام یاب ہوا اور آسانی کے ساتھ باہر مغربی یورپ چلا گیا۔ اس نے 1895ء کی گرمیاں وہیں گزاریں اور سوئٹزرلینڈ میں پلیخانوف، ایکسلراڈ اور زاسولچ سے طویل نشستیں کیں۔ اور اہم موضوعات پر مفصل ترین بحثیں کیں۔

پلیخانوف اُس سے مل کر بہت متاثر ہوا۔ اس نے لینن کے بارے میں لکھا: ''ایک نوجوان کامریڈ یہاں آیا جو بہت عقل مند، بہت تعلیم یافتہ اور زبردست مقرر ہے۔ ہماری انقلابی تحریک میں ایسے نوجوان لوگوں کی موجودگی بہت خوش قسمتی ہے۔''

لینن تین ہفتے سوئٹزرلینڈ میں رہا۔ جس کے بعد وہ پیرس چلا گیا۔ وہاں بین الاقوامی مزدور تحریک کا ایک اور بڑا لیڈر اور نظریہ دان پال لافارگ رہتا تھا جو کارل مارکس کا داماد بھی تھا (لارا کا خاوند)۔ یہ شخص ایک مشہور جرنلسٹ، سیاسی مصنف اور بہت سرگرم سیاسی ورکر تھا۔ وہاں اِن دونوں نے خوب تبادلہ خیالات کیے اور چیزوں کو سمجھنے کی کوشش کی۔ لینن چھ ہفتے تک پیرس میں رہا۔ اس کے بعد وہ سوئٹزرلینڈ لوٹا۔ وہاں سے وہ جرمنی گیا۔ جہاں برلن میں وہ مزدوروں کی میٹنگوں میں جاتا رہا اور وہاں کی مزدور تحریک کا جائزہ لیتا رہا۔ اس نے اُن کے لیڈروں کے خیالات سے واقفیت حاصل کی۔

1895ء کے ستمبر کے اوائل میں وہ روس واپس لوٹا۔ اُب وہ پرانا لینن نہ تھا، اب اس کے پاس مغربی یورپ میں ورکنگ کلاس تحریک کے بارے میں مکمل معلومات تھیں۔ وہاں عالمی کمیونسٹ تحریک کے لیڈروں سے ملاقاتیں کر کے وہ تاثرات سے بھرا لوٹا۔ واضح رہے کہ وہ اچھی جرمن بولتا تھا اور فرانسیسی اور انگلش کا عمدہ علم رکھتا تھا۔ (3) ایک اور کمال اُس نے یہ کیا کہ وہ وہاں سے سوٹ کیسوں میں ڈبل لائننگ، کے بیچ خالی جگہوں میں ایک ٹرنک جتنا غیر قانونی لٹریچر ساتھ لایا۔

سینٹ پیٹرس برگ پہنچ کر اس نے سرکلز میں اپنے مشاہدات بتائے۔ انھیں مغربی یورپ میں مزدور تحریک کے بارے میں آگاہی دی۔ نیز، اس نے بہت عقل مندی کے ساتھ باہر سے

لائے ہوئے لٹریچر کو ملک کے دور ونزدیک بھیجنے کا انتظام کیا۔

پولیس پاگلوں کی طرح اس کی جاسوسی کر رہی تھی۔ وہ اُن سے بچتا تو رہا مگر اس نے اپنی سیاسی سرگرمیاں کم نہ کیں۔ وہ ایک ماہر انقلابی کی طرح اپنی رہائش اور ایڈریس تبدیل کرتا جاتا تھا۔

1895ء کے اواخر میں کروپسکایا، لینن اور ان کے ساتھیوں نے سینٹ پیٹرس برگ کی بکھری ہوئی مارکسسٹ ٹولیوں کو اکٹھا کر کے ایک تنظیم کھڑی کر دی: ''ورکنگ کلاس کی جدوجہد نجات لیگ''۔ باہم انضمام کرنے والے یہ تقریباً 20 گروہ تھے۔ یہ ''لیگ'' مزدوروں کی سیاسی پارٹی یعنی ایک مارکسی انقلابی پارٹی کے قیام کی طرف پہلا قدم تھی۔ یہ چوں کہ مارکسزم پہ مبنی سیاسی پارٹی تھی اس لیے اُس نے وہاں کی ہڑتالوں میں مزدور تحریک کو سوشلزم کے ساتھ جوڑا۔

بلاشبہ روسی دارالحکومت میں یہ ایک انقلابی پارٹی کی اولین کونپل تھی جس کی پشت پر مزدور طبقے کی تحریک تھی۔ لیگ کی پیروی میں دیکھتے ہی دیکھتے ملک کے دوسرے حصوں میں بھی اس طرح کی لیگیں بنتی گئیں۔ اسی نازک وابتدائی تنظیم نے دنیا بھر میں بننے والی مستقبل کی کمیونسٹ پارٹیوں کی ''گرینڈ مدر'' بننا تھا۔

لینن دوات کھاتا تھا

21 دسمبر 1895ء کی رات کو پولیس نے لینن اور ''سینٹ پیٹرس برگ لیگ'' کے اکثر ممبر گرفتار کر لیے۔ چوں کہ کروپسکایا پر کسی کو انقلابی ہونے کا شک نہیں گزرا، اس لیے وہ گرفتاری سے بچ گئی۔ یوں لینن جیل میں تھا اور کروپسکایا آزاد تھی۔ مگر پھر وہ بھی اگست 1896ء میں پکڑی گئی۔ تفتیش کے دوران یہ بہادر انسان کسی بھی انڈر گراؤنڈ تنظیم سے وابستگی سے انکار کرتی رہی۔ اِس قدر اعتماد اور بہادری کے ساتھ کہ بالآخر 10 اکتوبر کو اُسے رہا کیا گیا۔

اُدھر، جب لینن دسمبر 1895ء کو سینٹ پیٹرس برگ میں گرفتار ہوا تو اس کی ساری فیملی شہر کے مضافات میں شفٹ ہو گئی تاکہ اس کے قریب ہوا جا سکے۔ فیملی وہاں چھ ماہ تک رہی۔ اس پورے عرصے میں آنا بھائی کو سیاسی مدد دیتی رہی۔ کوڈ ورڈز میں اسے خبریں پہنچاتی رہی۔ وہ خود لکھتی ہے:

''ہم اشاروں کنایوں میں بات کرتے تھے۔ ہم 'ہڑتال' یا 'پمفلٹ' جیسے الفاظ کے لیے غیر ملکی الفاظ استعمال کرتے تھے۔ جب ہم ایک دوسرے کی کوئی پیچیدہ بات سمجھ جاتے تو زور سے ہنس دیتے۔ گوکہ ہماری ملاقاتیں بے پرواہ اور پر لطف باتوں میں گزرتیں مگر اصل میں ہمارے دماغ سمجھنے اور سمجھانے میں اور کوئی بھی بات نہ بھولنے میں زور شور سے کام کر رہے ہوتے۔''(4)

اس کام میں آنا اور لینن کتابیں بھی استعمال کرتے تھے جو کہ آنا ہفتے میں دو بار (بدھ اور ہفتہ) بھیجتی تھی۔ یہ کتابیں کوڈ ورڈز میں اطلاعات کا تبادلہ کرنے کے لیے استعمال ہوتی تھیں۔ کچھ مفید کتابیں تو وہ پڑھنے کے لیے لینن کو بھیجتی مگر عام طور پر وہ لینن کے لیے ایسی کتابیں لے جاتی جن کا کاغذ موٹا ہوتا۔ اس لیے کہ وہ نظر نہ آنے والی اِنک کو چھپانے کے لیے اچھی ہوتی تھیں۔ وہ لوگ اس سفید کاغذ پر سفید سے لکھتے یعنی دودھ سے یا کیمیکل سے۔ بہن بھائی نے یہی طریقہ اُس وقت بھی استعمال کیا جب لینن سائبیریا میں جلاوطن تھا۔ کمال دیکھیے کہ تین سالہ جلاوطنی میں ایک بھی خط نے سرکار کو شک میں نہیں ڈالا۔(5)

بادشاہی نظام والا ہر ملک رجعتی، عقل دشمن، تفکر کا ویری اور بیداری کا قاتل ملک ہوتا ہے۔ اس کے حکمرانوں پہ ہمہ وقت عوام الناس سے خوف چھایا رہتا ہے۔ ہر شخص پہ بغاوت یا سازش کا شک رہتا ہے۔ روس بھی ایسا ہی تھا۔ بادشاہت والے روس میں شہریوں کے بیرونی دنیا سے ربط کی بہت سخت نگرانی کی جاتی تھی۔ قیدیوں پہ تو بے شمار پابندیاں تھیں۔ البتہ ریمانڈ پہ جو قیدی تھے، انھیں بڑی تعداد میں کتابوں کی اجازت تھی۔

اُس زمانے میں لینن اپنی اولین بڑی کتاب ''روس میں کپٹلزم کی نشوونما'' کی تیاری پہ زیادہ وقت لگانے لگا۔ اس کے لیے مواد جمع کرنے کی غرض سے اس نے سیکڑوں کتابیں اور رسالے پڑھ ڈالے۔ اپنے رشتے داروں کے خطوط میں وہ ضروری کتابوں کی فہرست بھیجتا تھا۔ جن کی فراہمی کا انتظام اس کی بڑی بہن آنا اولیانووا کرتی تھی۔

اسی طرح جیل کی سلاخوں کے پیچھے بھی اس نے اپنی انقلابی سرگرمیاں بند نہ کیں۔ لینن نے ''جدوجہد کی انجمن'' کی رہ نمائی کے لیے راستہ ڈھونڈ نکالا۔ اس نے ان رفیقوں سے رابطہ قائم

کیا جو گرفتار نہ کیے جا سکے تھے۔ وہ خطوط، اشتہار اور پمفلٹ لکھ کر خفیہ طور سے باہر بھیجتا رہا۔ اس نے جیل میں مارکسی پارٹی کے پروگرام کا پہلا مسودہ اور اس کے بارے میں تشریحات لکھیں۔(6)

اب جب کہ لینن گرفتار ہو چکا تھا تو کروپسکایا کا کام ڈبل ہو گیا۔ وہ اب خفیہ سیاست میں لینن کے حصے کا کام بھی کرنے لگی۔ ایک اور اضافی کام یہ تھا کہ وہ مزدوروں کی ہڑتالوں اور دیگر سرگرمیوں سے متعلق قیدی لینن کو لکھتی جاتی تھی۔

مگر ایک قہار و جبار بادشاہی نظام کے خلاف ایک انقلابی کب تک خیر منا سکتا ہے۔ چناں چہ کروپسکایا 28 اکتوبر کو پھر پکڑی گئی۔ مگر اس بار اپنے ہی ایک ممبر کی گواہی پر اُسے گرفتار کیا گیا۔ اب سرکار کو اس کے انقلابی ہونے کا تو یقین ہو گیا تھا۔ مگر ابھی تک یہ معلوم نہیں تھا کہ وہ ملزم لینن کو جانتی ہے یا نہیں۔

کروپسکایا دس مارچ 1897ء تک جیل میں رہی۔ بہت سے محققوں نے پولیس ریکارڈ سے یہ بات دریافت کی کہ وہ ایک سخت قیدی تھی۔ کروپسکایا حالاں کہ تھائرائیڈ کی مریضہ تھی اور سرد جیل میں وہ بہت تکلیف میں تھی مگر وہ بہت شان اور وقار کے ساتھ یہ تکالیف جھیلتی رہی۔ اس دلچسپ خاتون نے یہیں جیل میں انگلش سیکھی۔(7)

کروپسکایا جب 12 مارچ 1867ء میں رہا ہوئی تو وہ کافی نڈھال تھی۔ اُس کی ماں کو بہت تشویش ہو گئی تھی۔

کروپسکایا کو پہلے پیٹرس برگ میں اپنی بیماری کے سبب رہنے کی اجازت دی گئی، پھر اُسے والڈائیکا کے ایک کاٹیج میں گرمیاں گزارنے کی اجازت دی گئی۔(8)

دسمبر 1895ء میں لینن کی گرفتاری اُن دونوں کے بیچ پہلی لمبی جدائی تھی۔ لگتا ہے کہ اسی گرفتاری میں دونوں کو پہلی بار احساس ہوا کہ اُن کے دلوں کی فریکوئنسی ہم آہنگ سی ہو گئی۔ جیسے دونوں کے دماغوں میں بہ یک وقت عشق کے کیمیکلز کی پیداوار بڑھ چکی ہو۔ انھیں ایک دوسرے میں اپنی ذات کی تکمیل نظر آنے لگی تھی۔ دونوں کو اندازہ ہوا کہ وہ ایک دوسرے کے لیے بنے تھے اور اب وہ ایک دوسرے سے الگ نہیں رہ سکتے۔

لینن جب یہاں قید تنہائی میں تھا تو وہ کتابوں کی سطروں کے بیچ دودھ کے ساتھ اُسے خط لکھتا تھا۔ جس میں اس کی صحت کے بارے میں پوچھتا اور اُس کی گرفتاری کے خدشات ظاہر کرتا۔ جواب میں کروپسکایا اُس کی صحت اور جیل کی صعوبتوں پہ تشویش کے اکھر لکھ بھیجتی۔(بلوچ ٹھیک کہتے ہیں کہ دودھ نور ہے!!)

لینن جیل میں سے اپنے قیدی رفیقوں کے ساتھ بھی خط و کتابت کرتا رہتا تھا اور اس کے لیے وہ جیل کی لائبریری کی کتابیں استعمال کرتا تھا۔ وہ الگ الگ حروف پر نقطوں سے نشان لگا دیتا تھا جن کو ملا کر ضروری الفاظ حاصل کیے جا سکتے تھے۔ اُس کے یہ خطوط مزدور طبقے کی فتح پہ امید و یقین پیدا کرتے تھے۔ وہ اپنے رفیقوں کے لیے فکرمندی کا اظہار کرتا تھا۔ وہ باہر کے سنگتوں کو ہمیشہ ہدایت کرتا رہتا تھا کہ فلاں کو گرم کپڑے بھیجے جائیں اور فلاں کے لیے ''منگیتر'' تلاش کی جائے تا کہ وہ اِس تنہا رفیق سے ملنے آ سکے جس سے کوئی بھی ملنے نہیں آتا ہے۔

جیسے کہ ذکر ہوا، لینن انقلابی دستاویزوں کتابوں اور رسالوں کی سطروں کے درمیان دودھ سے لکھتا تھا۔ ہوتا یہ تھا کہ دودھ کے یہ الفاظ عام طور پر دکھائی نہیں دیتے تھے۔ لیکن کاغذ کو ہلکا سا گرم کیا جائے تو وہ صاف دکھائی دیتے تھے۔ روسی انقلابی لوگ خط و کتابت کے لیے اکثر یہ طریقہ استعمال کرتے تھے۔

اس کے لیے لینن ڈبل روٹی سے چھوٹی چھوٹی ''دواتیں'' بناتا جن میں وہ دودھ بھر لیتا اور اگر پہرے دار سوراخ سے جھانکنے کے لیے آ جاتا تو اس کے قدموں کی آہٹ سنتے ہی وہ جلدی سے ان کو نگل جاتا۔

اُس نے اپنے ایک خط میں مذاق سے لکھا: ''آج میں نے چھ دواتیں کھا لیں۔''(9)

جیل میں لینن نے اپنے لیے سخت معمول بنا لیا تھا۔ وہ روزانہ مقررہ کام پورا کرتا اور رات کو سونے سے پہلے پابندی کے ساتھ ورزش کرتا تھا۔ لینن بعد میں یاد کر کے کہتا تھا: ''انتہائی شدید سردی میں بھی جب کوٹھری بہت ٹھنڈی ہوتی تھی تو ورزش کرنے سے جسم میں گرمی آ جاتی تھی اور اس کے بعد نیند اچھی آتی تھی۔''

اس نے صرف نظریاتی طور پر ہی نہیں بلکہ جسمانی طور پر بھی اپنے آپ کو آنے والی جدوجہد کے لیے مضبوط بنایا اور یہی بات اُس نے اپنے ساتھیوں کو بھی سکھائی۔ مثلاً اپنی چھوٹی بہن ماریا اولیانوفا کو، جب وہ جیل میں تھی، لینن نے لکھا: ''میں تمھیں یہ بھی مشورہ دوں گا کہ جو کتابیں تمہارے پاس ہیں، ان کے مطالعہ کو ایسے ٹھیک طریقے سے تقسیم کرو کہ ورائٹی پیدا ہو جائے۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ مطالعہ یا کام میں تبدیلی، ترجمے سے مطالعہ میں، خطوط لکھنے سے ورزش کرنے میں، سنجیدہ کتابوں کے مطالعہ سے افسانوی ادب پڑھنے میں بہت ہی مدد ملتی ہے۔''(10)

کیا خیال ہے، یہاں محبت کی بات نہ ہو جائے؟ لیکن ہم پہلے بھی تو وہی کر رہے ہیں۔ انسانی بات تو ہوتی ہی محبت کی ہے۔ باقی باتیں تو محض طفیلی باتیں ہوتی ہیں، ضمنی باتیں۔ کروپسکایا جیسی بڑی ہستی کی محبت بھی اُسی قدر بڑی، وسیع اور لولا کی تھی۔ یہ ٹھیک ہے کہ لینن جیل میں تھا اور کروپسکایا باہر تھی، مگر محبت یہاں بھی فراموش نہ ہوئی۔ محبت فراموش ہونے والی چیز ہی نہیں۔ چناں چہ اس نوجوان عاشق نے دیدارِ یار کا ذرا سا امکان دیکھ لیا۔ اس نے یہ دیدار فوراً حاصل کرنا چاہی۔ بقول نادژدا کروپسکایا:

''اپنے ایک خط میں اُس نے یہ منصوبہ بھیجا: جب قیدیوں کو ورزش کے لیے باہر نکالا جاتا ہے تو کاریڈور کی ایک کھڑکی سے 'شپالرنایا' سڑک کے ایک حصے کی ایک لمحاتی جھلک دیکھی جاسکتی ہے۔ اس لیے اس نے تجویز دی کہ فلاں ٹائم پہ میں اور اپولینا ریا الیگزنڈرونا یعقوبوفا آجائیں اور سڑک کے اُس ٹکڑے پر کھڑی ہو جائیں اور یوں وہ ہمیں دیکھ لے گا۔ حجاب سے بھری محبوبہ نپے تلے انداز میں قہرو دھچکے بھرا یہ فقرہ لکھتی ہے: ''...... میں کئی دن تک جاتی رہی اور دیر تک اُس جگہ کھڑی ہوتی رہی مگر منصوبہ میں کوئی غلطی ہوئی۔''(11)...... (دراصل اُن تین دنوں میں لینن کو چہل قدمی کی اجازت ہی نہیں ملی تھی)۔(12)

اندرونِ ملک (سائبیریا) جلاوطنی

لینن چودہ ماہ جیل میں پڑا رہا۔ وہاں چار بار اُس سے تفتیش ہوئی۔ اُس کے بعد 13

فروری 1897ء کے دن لینن کو تین سال کے لیے سائبیریا میں جلاوطن کرنے کی سزا سنائی گئی۔ یہ اُس وقت سخت ترین سزا یہ ہوتی تھی کہ کسی کو اس کے ماحول، حلقہء کار اور شہری سہولتوں سے اکھاڑ کر ہزاروں میل دور مشکل ترین موسمی جہنم زار سائبیریا جلاوطن کیا جائے۔ وہاں جغرافیائی وسعت لامحدود اور ہے مگر سہولیاتی دنیا انتہائی محدود اور مختصر۔ (یہ کالا پانی سے کئی گنا سخت جلاوطنی تھی)۔

وہ جہنم کی طرف ''دراز سفری ٹرین'' میں بیٹھا۔ اُسے اب تک معلوم نہ تھا کہ برفانی وسیع وعریض سائبیریا میں اس کی ''جیل جاہ'' کس نام کے گاؤں میں ہے۔ اسے وسطی سائبیریا میں کراسنویارسک تک تو جانا تھا۔ آگے کی خبر آگے!

قیدی کچھ روز بعد کراسنویارسک پہنچا۔ جہاں اولین اذیت سے اُس کی مدبھیڑ ہونی تھی۔ یہاں اُسے دو ماہ تک سڑنا پڑا۔ اس لیے کہ آگے دریائے ینسی موسمِ بہار تک برف بن جاتا تھا۔ راستے بند۔

دو ماہ راستے میں پڑے رہنے کے بعد اپریل میں جا کر اُسے معلوم ہوا کہ اُسے ایک دور دراز گاؤں جلاوطن کر دیا گیا۔ انقلاب نامی جرم کی سزا میں اُسے یہ ''سویٹ ڈش'' تو کھانی ہی تھی۔ لہٰذا روانگی۔ دریا میں بھاپ سے چلنے والے جہاز میں چار دنوں کے سفر کے بعد وہ مینوسِنسک پہنچا۔ وہیں تو اسے ''جلاوطنی کے آداب'' والی لسٹ مہیا ہونی تھی۔ آگے کے چالیس میل گھوڑا گاڑی پہ۔ مئی 1897ء میں لینن گاؤں شوشینسکوئے پہنچ گیا۔ یہی وہ جگہ تھی جو سزا دینے والوں نے پولیس کی کبھی نہ ختم ہونے والی نگرانی میں اُس کی جلاوطنی کے لیے مقرر کی تھی۔ اُس زمانے میں یہ ایک بھولا بسرا سائبیریائی گاؤں تھا۔ یہ گاؤں نزدیکی ریل وے سٹیشن سے بھی 200 میل دور واقع تھا۔(13)

یہاں ڈاک جمعرات اور منڈے کے روز ملتی تھی۔ خوراک، لباس اور مکان کا کرایہ قیدی کے اپنے ذمے۔ اسے بادشاہ والی سرکار کے آٹھ روبل ماہوار میں یہ زندگی گزارنے کے لیے۔(14)

خاندان میں صرف لینن ہی قہر کا شکار نہ ہوا، اس کے چھوٹے بھائی دیمتری کو بھی انقلابی تحریک میں شمولیت کی بنا پر 1897ء میں ماسکو یونی ورسٹی سے خارج کر دیا گیا۔ اسے گرفتار کر کے ''تُولا'' میں جلاوطن کر دیا گیا۔ پھر حکام نے لینن کی بہن ماریا کو بھی انقلابی سرگرمی کی بنا پر گرفتار کر لیا

اور اُسے نژنی گورود میں جلاوطن کر دیا گیا۔ان سب کی بے چاری بیوہ ماں کبھی اِس جلاوطن اولاد کے پاس ہوتی، کبھی دوسرے در......(15) عوام سے پیار کی انوکھی راہ!!۔

جلاوطنی میں لینن کو براہِ راست انقلابی سرگرمیوں سے الگ کر دیا گیا۔مگر حکومت لینن سے اُس کی رجائیت، جوش وخروش اور زندہ دلی نہیں چھین سکتی تھی۔ چناں چہ وہ زورشور سے مطالعہ کرتا رہا۔اس نے سائبیریائی دیہات کی زندگی اور کسانوں کی حالت کا بہ غور جائزہ لیا۔(16) اُس نے اپنی انقلابی روح کی موت ہونے نہ دی۔

’’جب میں سائبیریا میں جلاوطنی کی حالت میں تھا تو مجھے وکالت کرنا پڑی لیکن میں خفیہ وکیل تھا کیوں کہ سرکاری طور پر میں جلاوطن تھا اور اس حالت میں وکالت ممنوع تھی۔ پھر بھی چوں کہ کوئی دوسرا وکیل نہ تھا اس لیے لوگ میرے پاس آ کر اپنے کاموں کے بارے میں قانونی مشورے لیتے تھے۔‘‘(17)

صرف یہی نہیں، لینن تو ایک انقلابی نظریہ دان بھی تھا۔سوچنا، پڑھنا اور لکھنا اُس کی ڈیوٹی تھی۔اس جلاوطن کی نگرانی پر مامور پولیس مین نے ایک رپورٹ میں لکھا: ’’سارا وقت لکھتا رہتا ہے۔‘‘ چناں چہ سائبیریا میں اپنی جلاوطنی کے تین سالوں کے دوران لینن نے 30 سے زیادہ تصانیف کیں اور سب کی سب عظیم تھیورٹیکل اور سیاسی اہمیت کی تصانیف تھیں۔(18)

دوسری طرف دوسری انقلابی کروپسکایا تھی۔ انقلاب اور لینن سے یکساں محبت کرنے والی کروپسکایا۔کروپسکایا سرکاری نفرت کا مرکز تھی۔

لینن نے جلاوطنی میں کروپسکایا کو ایک خط لکھا جس میں اُس سے اُس کا رشتہ مانگا۔ شوشینسکوئے سے لینن نے کروپسکایا کو لکھا کہ آ جائے اور اُس کی بیوی بن جائے۔ کروپسکایا نے سادگی، حتیٰ کہ ایک حد تک روکھے پن سے جواب دیا: ’’اگر مجھے ایک بیوی بننا ہی ہے تو ایسا ہی سہی۔‘‘ یہ ایک ایسا جواب تھا جسے لینن ہمیشہ دہراتا تھا۔(19)

اُسی زمانے میں کروپسکایا نے ’’ورکنگ کلاس کی نجات کے لیے جدوجہد یونین‘‘ کی بنیاد ڈالنے میں لینن کی مدد کی۔ وہ بڑھ چڑھ کر سیاسی سرگرمیوں میں مصروف تھی کہ 1896ء گرفتار

ہوگئی۔یعنی جس وقت لینن جیل کاٹ کر اگلی منزل، یعنی جلاوطنی پہ جانے کے لیے نکلا تو کروپسکایا جیل میں تھی، اگلی منزل یعنی جلاوطنی پہ جانے کے لیے۔

لگتا ہے شاہی ایوانوں نے اِن آدرشی روحوں کے خلاف مکمل اور غلطی سے پاک منصوبہ بندی کر رکھی ہو۔

اس سے قبل جب لینن کو سائبیریا جلاوطن کیا جا رہا تھا تو اس نے کروپسکایا کو ایک خفیہ خط لکھا تھا۔ یہ خط کروپسکایا کی ماں نے بیٹی کو پہنچایا تھا۔اس میں مشورہ دیا گیا کہ اگر کروپسکایا بھی جلاوطن کر دی جائے تو وہ دونوں ایک ہی جگہ پر جلاوطنی کاٹ سکتے ہیں۔شرط یہ ہے کہ مشہور کر دیا جائے کہ وہ دونوں منگیتر ہیں۔

مگر کروپسکایا جیل سے جلد رہا ہوگئی۔اس لیے کہ ایک قیدی عورت نے خود کو آگ لگا دی تھی جس سے سرکار نے خوف زدہ ہو کر ساری عورتوں کو رہا کر دیا۔مگر اس پابندی کے ساتھ کہ وہ شہر سے باہر نہیں جائے گی ’’جب تک کہ اُس کے مقدمات کا فیصلہ نہیں ہوتا۔‘‘(20)

اور یہ فیصلہ ہو ہی گیا۔ وہی فیصلہ جس کا لینن اور کروپسکایا دونوں کو خدشہ تھا۔کروپسکایا کو تین سال کے لیے جلاوطن کر کے مغربی سائبیریا میں ’’اوفا‘‘ نامی دور دراز گاؤں میں جلاوطن کیا گیا۔یہ جگہ لینن کی جلاوطنی والی جگہ سے بھی کافی دور تھی۔

چناں چہ کروپسکایا نے لینن کو اپنا منگیتر قرار دیا اور سرکار کو درخواست دی کہ اسے جلاوطنی کی سزا اپنے منگیتر کے ساتھ گزارنے دی جائے۔ یہ ملائم ’’فکشن‘‘ حکام نے قبول نہیں کیا اور اصرار کیا کہ وہ اسی صورت اکٹھے رہ سکتے ہیں جب وہ شادی کر لیں۔ یوں کروپسکایا نے اس شرط پر شوشنسکوئی گاؤں میں اپنے ’’منگیتر‘‘ لینن کے پاس ٹرانسفر کرا لیا کہ وہ وہاں جلد شادی کر لیں گے۔

کروپسکایا نے لکھا: ’’میں والدہ کے ساتھ اپنے خرچ پر منیوسنسک گئی۔ ہم یکم مئی 1898ء کو کراسنویارسک پہنچے جہاں سے ہمیں سٹیمر کے ذریعے ینیسی جانا تھا‘‘ مغرب کے وقت ہم شوشینسکوئی گاؤں پہنچے جہاں پہلے سے جلاوطن لینن جلاوطنی میں رہ رہا تھا۔ وہ اُس وقت شکار کے لیے باہر گیا ہوا تھا۔ ہمیں اُس کے ’’ہٹ‘‘ پہنچا دیا گیا۔لینن کا کمرا گو کہ بڑا نہ تھا مگر بہت صاف تھا۔

مجھے اور ماں کو کاٹیج کا بقیہ حصہ دیا گیا۔ کاٹیج کا مالک اور اس کے پڑوسی نے ہمارے گرد مجمع بنایا، وہ اوپر سے نیچے ہمیں غور سے دیکھنے لگے اور سوالات کرنے لگے۔ چاروں طرف گاؤں کی لڑکیاں جمع ہوگئیں اور بالوں کو عجب طریقے سے گندھی ہوئی لینن کی اس منگیتر لڑکی کو دیکھنے لگیں۔

''بالآخر لینن شکار سے واپس ہوا۔ وہ اپنے کمرے میں روشنی دیکھ کر حیران ہوا۔ مکان کے مالک نے اسے شرارت میں بتایا کہ آسکر الیگزنڈر رووچ نامی جلاوطن نشے میں دھت گھر آیا اور اُس کی کتابیں تتر بتر کردیں۔ لینن نے قدم تیز کیے۔ اُسی وقت میں باہر نکلی......''۔(21)

یہ صرف دو محبوبوں کا ملاپ نہ تھا بلکہ یہ تو دو منجھے ہوئے ذمہ دار سیاسی کامریڈوں کا ملنا تھا۔ ظاہر ہے کہ اب لینن کی زندگی اور اس کی روٹین بدل گئی۔ اُس وقت کے بعد عاشقوں کا یہ جوڑا موت تک کبھی جدا نہ ہوا۔

کروپسکایا اس کے لیے کاغذ، دستانے، ہیٹ، سوٹ اور بہت ساری کتابیں لائی۔

یہ دو کمروں کا کرائے کا کاٹیج تھا۔ اسی کاٹیج (جھونپڑی نما مکان) کے مقدر میں تھا کہ اُسی میں دونوں سیاسی ورکرز کو اپنی محبت کو شادی میں بدلنا تھا۔ جون 1898ء میں انھوں نے حکام سے اپنی شادی کی اجازت کی درخواست دے دی۔ فن لینڈ کے ایک ''ہم جلاوطن'' نے جوڑے کے لیے کاپر کی دو انگوٹھیاں بنائیں۔

لوّ برڈز کی شادی

جولائی 1898ء کو ضلعی پولیس نے کروپسکایا اور لینن کو شادی کرنے کی اجازت دے دی۔(22) کروپسکایا کی ماں کی خواہش تھی کہ شادی مکمل مذہبی رسومات کے تحت ہو۔(23)۔ یوں 22 جولائی 1898ء وجلاوطنی والے گاؤں کے چرچ میں مس کروپسکایا اور مسٹر الیانوف کی شادی ہوگئی۔ دو عملی اور پرسکون دلی دوستوں اور انقلابی عشاق کی شادی۔(24) کروپسکایا ساڑھے انتیس برس کی تھی اور لینن 28 سال کا تھا۔

یہ ابنارمل زمانے تھے۔ ابنارمل زمانے نارمل سے بڑھ کر غیر معمولی لوگ پیدا کرتے

ہیں۔ ہم دیکھیں گے کہ لینن اور کروپسکایا جیسے غیر معمولی لوگوں کی زندگی کے سارے چیپٹرز غیر معمولی ہی ہوتے ہیں۔ ان دونوں کی شادی ابنارمل حالات میں ہونی تھی سو ابنارمل حالات میں ہی ہوئی۔

کروپسکایا اور لینن کی شادی باہم محبت کرنے والے دو انقلابیوں کی شادی تھی۔ وہ دونوں مزاح کا مشترک احساس رکھتے تھے۔ اُن کے آئیڈیلز مشترک تھے۔ وہ اپنا سارا نفع نقصان عوام کے ساتھ جوڑ چکے تھے۔ ذاتی زندگیاں انقلابی لہروں کے حوالے ہوچکی تھیں۔ خواب سانجھے تھے، ارمان مشترک تھے اور اُن کی برآوری کے لیے محنت سانجھی تھی۔(25)

لینن نے 54 کتابوں کے مجموعے لکھے۔ درجن بھر تصانیف نادژدا کی ہیں۔ مگر آپ اِن دو بڑے رائٹروں کے قلم سے اپنی ذات کے بارے میں، اپنی محبت کے بارے میں، اپنی شادی کے بارے میں اور اپنی ازدواجی زندگی کے بارے میں ایک بھی تحریر، ایک بھی پیراگراف نہیں دیکھیں گے۔ یہ انقلاب کی ڈینگیں مار کر آٹو بائیوگرافیاں لکھنے والے پیٹی بورژوا سیاست دانوں کے لیے ایک سبق ہے۔

صرف بڑھاپے میں جا کر کروپسکایا نے چار لائنیں یوں لکھیں ''ذرا سوچو! ہم تب جوان تھے، ابھی ابھی ہماری شادی ہوئی تھی۔ ہم ایک دوسرے سے پُرجوش پیار کرتے تھے۔ ایک عرصے تک ہمارے لیے کسی اور چیز کا وجود ہی نہیں تھا...... میں اپنی یادداشتوں میں اس بارے میں نہیں لکھتی تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ ہماری زندگی میں کوئی شاعری نہ تھی، کوئی پُرجوش جوانی نہ تھی۔''(26)

نادژدا کروپسکایا ایک دل کش خاتون تھی۔ میں اُس کی تصویر دیکھتا ہوں تو وہ کسی صورت سُپر پاور سوویت یونین کی لیڈر نہیں لگتی۔ یہ باوقار خاتون اس قدر سادہ اور عام انسان نظر آتی ہے کہ رشک آتا ہے۔

ایک بار لینن اپنا ایک دانت نکالنے کراسنویارسک گیا تو کروپسکایا نے لکھا: ''اُس کے بغیر علاقہ خالی لگتا ہے۔''(27) دلچسپ ترین بات یہ کہ لینن دانت کے سلسلے میں گاؤں سے باہر گیا تو اسے کروپسکایا کی حفاظت پہ تشویش تھی۔ اس نے جلاوطن جیلر سے کہا کہ وہ اُس کے گھر سوئے۔

اس نے اُسے کروپسکایا کو ریوالور کا استعمال سکھانے کو کہا۔(28)

بس ایک فقرہ ریسرچرز کی طرف سے: ''کروپسکایا نے شادی کی اپنی انگوٹھی نہیں پہنی۔ اپنی زندگی کے آخر میں اُس نے یہ انگوٹھی ماسکو میں سنٹرل لینن میوزیم کو ڈونیٹ کر دی۔ لینن نے شادی کی اپنی کاپر کی انگوٹھی کہاں کر دی، کوئی نہیں جانتا۔''(29)

چوں کہ کروپسکایا کی ماں کا سوائے اُس کے اور کوئی نہ تھا لہٰذا ماں کی دیکھ بھال بھی اُسی نے سنبھالی۔ چناں چہ وہ ماں کو بھی اپنی جلاوطنی میں ساتھ لائی تھی۔ اس کا ایک فائدہ یہ ہوا کہ لینن نے ایک بار پھر خود کو مددگار خاندان میں پایا۔

جلاوطن جوڑے کا ہنی مون تقریباً ڈیڑھ سال تک جاری رہا اور یہ بہت ہی خوش گوار ہنی مون رہا۔ سائبیریا کے دوزخ میں دو جلاوطن قیدی خوش گوار نہ رہیں تو اور کر بھی کیا کر سکتے ہیں؟ مگر یہ تو دو منجھے ہوئے انقلابی سیاسی ورکر تھے۔ ایک خاموش دیہات، جہاں سائنسی سماجی سہولیات صفر تھیں اور جہاں اتاہ فطرت تھی۔

اُن سے سارے سیاسی کام اور ساری معاشرتی پریشانیاں چھین لی گئی تھیں۔ چناں چہ ایک لحاظ سے کہنے کو تو کہا جا سکتا ہے کہ وہ دونوں آرام سے تھے مگر بھائی کی پھانسی کے زخم کا کیا کیا جائے؟ بہنوں کی گرفتاریاں اور جلاوطنیاں الگ سے چین و آرام کو آگ لگائے رکھتی تھیں اور بے چاری ماں کی بیٹے سے جدائی...... سب کچھ جو پیچھے رہ گیا تھا دل کو داغ دیے جاتا تھا۔ زور زبردستی کی جلاوطنی تھی۔ زور زبردستی کی شادی تھی، زور زبردستی کا ہنی مون تھا، زور زبردستی کے مشاغل تھے......اور اِس سب میں ایمان بھی سلامت رکھنا تھا۔

بہ ظاہر تو فراغت ہی فراغت تھی۔ اس انقلابی جوڑے نے مگر اس سارے عذاب کو ایک اور طرح سے اوڑھ لیا۔ اِن نوجوان، تازہ شادی شدہ، ایک دوسرے سے گہری محبت میں گرفتار انوکھے دو افراد نے انوکھے طریقے سے اُسے بھوگنے کی ٹھان لی۔ دل میں غموں اور تکالیف کا بوجھ اٹھائے اور سماجی ذمہ داری کا بارِ گراں سنبھالے رہنے کے باوجود انھوں نے شاعری پڑھنے، موسیقی سننے، گھومنے پھرنے، رومانس کرنے، شکار کرنے، شطرنج کھیلنے، ماہی گیری کرنے، کھمبیاں

ڈھونڈنے اور سکیٹنگ پارٹیز منعقد کرنے میں خود کو مصروف کر دیا......ایسی ہوتی ہے زندگی۔ آپ پابہ جولانی میں بھی آزادی پیدا کرتے ہیں۔

سائبیریا کی برفانی زمین کا وہی محدود ٹکڑا اُن کا ''ہنی مون گھر'' تھا۔ اِس نو بیاہتا جوڑے نے اپنا ہنی مون، سڈنی ویب کی لکھی ہوئی ''ٹریڈ یونین ازم کی ہسٹری'' کے ترجمے میں گزارا۔ یہ پبلشر کے لیے محنت کر کے اپنا پیٹ پالنا بھی تھا اور طویل و بے کراں اور مفلوج شدہ وقت کو دھکا دینا بھی تھا۔ حالاں کہ اُن کی انگلش بہت کم زور تھی مگر، بہر حال یہ کام انہیں تھوڑے سے پیسے بھی دلا گیا، اُن کی انگلش کو بھی مضبوط بنا گیا اور ٹائم پاسی بھی ہو گئی۔

یہ دنوں شادی شدہ نوجوان سیاسی ورکرز روس کے اندر عوامی تحریک سے خوب واقف تھے۔ وہ چوں کہ تحریک میں ایک دوسرے کی اہمیت سے بھی خوب آگاہ تھے اسی لیے وہ دونوں ذمے داری سے ایک دوسرے کا بہت خیال بھی رکھتے تھے اور ظاہر ہے کروپسکایا میں خدمت کا یہ جذبہ زیادہ تھا۔ وہ لینن کی اہمیت سمجھتی تھی۔ وہ اُن دکھوں سے بھی آگاہ تھی جو لینن کو جدوجہد میں جھیلنے پڑے تھے۔ اُس انقلابی خاتون کی فطرت میں انکساری تو ویسے ہی بھری ہوئی تھی۔

محبوب سے محبت بہر حال ایک وقار اور ایک ٹھہراؤ پیدا کرتی ہے۔ کروپسکایا ایک مہین وسنگین انقلابی کے بہ طور اِن خصوصیات سے لیس تھی۔ وہ اپنے محبوب کو پیار سے ''ولودیا'' کہتی تھی، جو اس کا خاندانی نِک نیم تھا۔

سائبیریا میں تلخ موسم سرما اکتوبر سے اپریل تک چلتا ہے۔ اس دوران دن چھوٹے اور راتیں لمبی ہوتی ہیں۔ یہاں کروپسکایا کا ایک پیراگراف نقل کرتا ہوں تا کہ اُن کے ارد گرد کے بارے میں بھی معلومات میسر ہوں اور کروپسکایا کی کمال تحریر کا بھی اندازہ ہو:

''زمستان کی یخ بستگی کے بعد فضا آشفتگی کے ساتھ بہار میں شق ہو جاتی ہے۔ اُس کی قوت عظیم الشان ہو جاتی ہے۔ غروبِ آفتاب، عظیم بہار کے وقت کھیتوں میں تالابوں کے اندر مرغابیاں تیرتی تھیں۔ ہم ایک کنارے کھڑے ہو جاتے اور آبی پرندوں کو کٹ کٹ کرتے یا کسی ندی کو جھر مِر کرتے سنتے۔۔ فطرت کی یہ ہنگامہ خیز بیداری بہت مختلف تھی مگر اس میں بھی کشش تھی۔

کروپسکا یا برف باری اور جم جانے کی ''جادوئی بادشاہت'' کو یوں بیان کرتی ہے

''بعد میں خزاں میں جب ابھی برف گرنا شروع نہیں ہوتی، مگر دریا پہلے ہی جم رہے تھے، ہم ندی پہ اوپر دور تک جاتے تھے۔ ہر کنکر، ہر چھوٹی مچھلی برف کے نیچے صاف نظر آتی تھی، بالکل ایک جادوئی بادشاہت کی طرح۔ اور سردیوں میں جب پارہ تھرمامیٹر میں منفی 39 ڈگری سنٹی گریڈ تک گر جاتا تھا اور دریا تہہ تک جم جاتے تھے، جب پانی برف کے اوپر سے بہتے ہوئے ایک پتلی تہہ کی صورت برف کے اوپر جم جاتا تھا تو دو کلومیٹر تک سکیٹنگ کی جا سکتی تھی۔ قدموں کے نیچے برف کی اوپری جھلی چُر مُر کرتی تھی۔ ولادیمیر ایلیچ اس سب کچھ کا بے حد شوقین تھا۔ مئی سے ستمبر تک موسم خوش گوار رہتا تھا۔ ہاں مچھروں کی افواج موجود رہتی تھیں جن کی چھاؤنی آس پاس کا دلدلی علاقہ تھا۔'' (30)

کروپسکا یا کے مطابق سائبیریا لینن کی صحت کے لیے اچھا ثابت ہوا۔ قدرتی نظاروں اور شکار سے رغبت کے ہاتھوں وہ اپنی شکاری بندوق لیے ہر موسم میں طویل چہل قدمی کرتا۔ اس کے بھائی دیمتری نے اس کے لیے بلجیم کی بنی دونالی بندوق بھیجی تھی۔ خرگوش اور لومڑی کا شکار لینن کا شوق بن چکا تھا۔ اسی طرح وہ مچھلی کا شکار بھی بہت کرتا تھا۔ شکار سے اُن کی خوراک بہتر ہوئی۔ اس کی صحت اچھی خاصی بہتر ہوئی۔

مطالعہ، شکار اور سکیٹنگ کے بعد اس جلاوطن جوڑے کی ایک اور مصروفیت شطرنج تھی۔ لینن اس کا بہت رسیا تھا۔ سائبیریا جلاوطنی کے دوران لینن شطرنج کے مہرے سجا کر گھنٹوں بیٹھ کر چالیں سوچتا۔ ایک بار تو وہ سوتے میں چیخا: ''اگر وہ اپنا (گھوڑا) یہاں رکھے گا تو میں اپنا فیل وہاں رکھوں گا۔'' (31)

ایک اور دلچسپ بات دیکھیے۔ وہاں سائبیریا میں لینن کو ایک ہٹا کٹا انقلابی ملا۔ وہ دونوں اپنی صحت کی بہتری کے لیے آپس میں کشتی لڑتے تھے۔ (32) جی ہاں، لینن کُشتی لڑتا تھا۔ (جیل یا جلاوطنی میں انسان اسی طرح کی کھیلیں کھیلتا ہے۔ ورنہ تو انسان گُھٹ گھٹ کے مر جائے)۔

جلاوطنی کے دوران کبھی کبھی ساتھ والے گاؤں میں موجود جلاوطنوں سے ملاقات کی

اجازت مل جایا کرتی تھی۔

ہم تصور کر سکتے ہیں کہ یہ انقلابی میاں بیوی فلسفہ، نظریہ، معیشت، تحریک اور انقلاب کے بارے میں کتنی طویل اور گرم جوش بحثیں کرتے رہے ہوں گے۔ ایک دوسرے سے کتنا اثر لیتے ہوں گے۔ سوچ میں، ترجیحات میں اور حکمتِ عملی میں پہلے سے ہم فکری مزید زبردست ہم آہنگی بنتی گئی ہوگی۔ کروپسکا یا اپنے رفیقِ حیات کی نسبت ذرا زیادہ ٹھہراؤ والی انقلابی تھی۔ اسی طرح سٹینڈ میں بھی وہ اُتنی ہی پختہ اور پیوستہ تھی۔

اس جوڑے کو رشتے داروں اور سنگتوں کی مدد سے جلاوطنی میں بہت سی کتابیں اور رسالے ملتے رہے۔ اُن دونوں نے اپنی انگلش اور جرمن زبانوں کو بہتر بنانے میں کافی محنت کی۔ چوں کہ اس زمانے میں مارکسزم زیادہ تر جرمن زبان میں ہوتا تھا لہٰذا جرمن زبان کا سیکھنا ان دونوں سمیت سارے روسی انقلابیوں کے لیے لازمی فریضہ ہوتا تھا۔ نادژدا کمیونسٹ مینی فیسٹو کو جرمن سے ترجمہ کرنے بیٹھ گئی۔ پھر اس نے ''کیپٹل'' پڑھا۔ (33) مارکس اور اینگلز کی دیگر تصانیف کا مطالعہ جاری رکھا۔

وہ اخبارات تواتر سے پڑھتے تھے۔ کہتے ہیں کہ اندھیرے میں لپٹے خوابیدہ گاؤں میں ان کے کمرے کی کھڑکی اکثر رات گئے تک روشن رہتی۔ طویل زمستانی راتیں پڑھنے کا ایک نادر موقع تھیں۔ انھوں نے سنجیدہ مطالعہ کیا۔ کروپسکا یا کے مطابق لینن نے ہیگل، کانٹ اور فرنچ نیچرلسٹ فلاسفروں کو پڑھا۔ جب وہ بہت تھکا ہوتا تو پشکن، لرمنتوف یا نکراسوف کو پڑھتا۔ اس نے ٹرگنیف، ٹالسٹائی، کو بار بار پڑھا۔ اور چرنی شیوسکی کے ناول ''کیا کیا جائے؟'' کو تو اتنی بار پڑھ لیا تھا کہ یہ اسے تقریباً حفظ ہو گیا تھا۔ وہیں اس نے ہرزن اور زولا کو بھی پڑھا۔ ان دونوں نے لینن کی پہلی بڑی کتاب ''روس میں کپیٹلزم کا ارتقا'' کے ڈرافٹ لکھے اور پڑھے۔

''روس میں کپیٹلزم کا ارتقا'' اس نے اگست 1898ء میں مکمل کر لیا۔ یہ 500 کتابوں اور مضامین کے حوالہ جات سے مزین کتاب تھی۔ اور پھر بہتر بناتے بناتے یہ 1899ء میں چھپ گئی۔ یہ روس کے معاشی ارتقا کے بارے میں ایک بڑی سائنسی تصنیف تھی جو مارکس کی تصنیف ''کیپٹل'' سے براہِ راست سلسلہ رکھتی تھی۔ روس کی معاشی زندگی کی تحقیقات کر کے لینن نے مارکسی

سیاسی معاشیات کو نئے نصب العین سے مالا مال کر دیا۔(34) اُس وقت اس نے مصنف کے بہ طور اپنا نام ''ولادیمیر ایلین'' لکھا۔

یہ اس قدر بنیادی کتاب تھی اور اس میں اعداد وشمار کا اس قدر خوب صورت تجزیہ کیا گیا کہ لینن جو ابھی تک صرف انقلابی حلقوں میں جانا جاتا تھا، اچانک روسی معیشت کے ماہر کے بہ طور مشہور ہوا۔ یہ کتاب آج بھی دنیا بھر کے مارکسسٹوں کے لیے ایک کلاسیک کا درجہ رکھتی ہے۔

اُس نے اس کتاب میں کیش کراپس اگانے کے بڑھتے ہوئے رجحان کا خاص طور پر ذکر کیا۔ یہ فصل مقامی استعمال کے بجائے فروخت کے لیے تھی۔ یعنی اب مشترکہ ملکیت کے بجائے پرائیویٹ ملکیت بڑھتی جا رہی تھی۔ امیر کسانوں، درمیانے اور غریب کسانوں اور کھیت مزدوروں کے درمیان طبقاتی فرق بڑھتی جا رہی تھی۔ یہ سب کچھ اس بات کی نشاندہی کرتا تھا کہ کپیٹلزم روسی سماج اور معیشت پر قابو پا چکا ہے۔ یعنی روس مضبوطی کے ساتھ ایک کپیٹلسٹ راہ پر تھا۔

اسی جلاوطنی کے زمانے میں لینن نے انقلابی پارٹی کے پروگرام کا مسودہ مرتب کیا اور تیس سے زیادہ تصانیف تحریر کیں۔ ان تصانیف میں پمفلٹ ''روسی سوشل ڈیموکریٹوں کے فریضے'' (1897ء) کو خاص مقام حاصل ہے۔ اس پمفلٹ میں اس نے روسی انقلابیوں کے فریضوں کا تعین کیا، متحدہ مزدور پارٹی بنانے کی ضرورت کی وضاحت کی اور مارکس ازم کے دشمنوں کی مخالفت کی۔

کروپسکایا نے بھی اس جلاوطنی (1899ء) میں ''وومین ورکر'' نامی اہم کتابچہ ''سبلینا'' کے فرضی نام سے لکھا۔ واضح رہے کہ اس نے بھی انقلاب سے قبل کئی فرضی (جعلی) نام اپنا لیے تھے۔ اُس کے دوسرے فرضی نام تھے: لبینا، ارتامونوفا، اونی جینا، رائبا، ریبکینا، کاٹیا، فرے، اور، گیلیلی۔

''وومین ورکر'' موضوع کے لحاظ سے بھی اولین کتابچہ تھا اور کروپسکایا کی بھی یہ اولین بڑی تصنیف تھی۔ یہ دراصل اُن انقلابی خواتین کے لیے زیادہ اہم کتابچہ تھا جو ہمیشہ اِس کنفیوژن کا شکار رہتی تھیں کہ آیا وہ طبقاتی لڑائی لڑیں یا صنفی۔ یہ معاملہ ڈیڑھ سو سال گزرنے کے بعد پاکستان جیسے ملکوں میں ابھی بھی ایک دردِسر کی صورت موجود ہے۔ لبرل ذہنیت سے وابستہ لوگ اور این جی اوز کے ساتھ جڑے ہوئے کئی افراد اور ادارے غریب امیر کی لڑائی سے لوگوں کی توجہ ہٹائے رکھنے کے

لیے ہمیشہ مرد عورت کے بیچ تضاد کو بڑھا چڑھا کر پیش کرتے ہیں۔ اس لیے کروپسکایا کا لکھا ہوا یہ کتابچہ پڑھنا از حد ضروری ہے جہاں وہ اس معاملے کو مارکسزم کی عینک سے دیکھتی ہے۔ اس کتابچہ میں وہ مرد اور عورت مزدوروں کو شانہ بشانہ رہ کر کپیٹلزم کے خلاف لڑنے کو انقلابی راستہ قرار دیتی ہے۔

چوں کہ اُس زمانے میں ایسی تحریر کھلے طور پر چھپ نہیں سکتی تھی، اس لیے اسے غیر قانونی طور پر راز داری سے ہی چھاپا جا سکتا تھا۔

اس جوڑی کے بارے میں بات کیجیے تو خود بہ خود اخلاقی پاکیزگی کا تاثر ابھرتا ہے۔ اُن میاں بیوی کی بائیوگرافیوں میں کوئی سابقہ ٹوٹی ہوئی شادی کا وجود نہیں تھا، آپس میں بھی کوئی طوفانی محبت کی داستان نہیں تھی۔ ان کے پاس ایک دوسرے سے پہلی نظر میں محبت والا قصہ بھی نہیں تھا، کوئی بے مسرت لوافیئر نہ تھا۔ وہ جذباتی محبت سے بہت دور تھے۔ یہ تو ایک نہ مرنے والی لازوال محبت تھی۔ دونوں ایک دوسرے کے بارے میں اپنے جذبات کم لکھتے تھے۔ انقلابی کاز کے لیے کام میں اشتراک ہی سب سے بڑا رشتہ تھا۔ وہ ایک دوسرے کو پسند کرتے تھے اور بہت باوقار محبت کرتے تھے۔

ریفرنسز

1۔لینن۔Letters to relatives۔1930۔ماسکو۔صفحہ 11

2۔کروپسکایا۔memoirs۔صفحہ 8

3۔ٹیٹوف۔Lenin through the eyes of Lunacharsky۔نووستی پریس 1980ء۔صفحہ 98

4۔کائی ٹُورین۔فارگاٹن لائیوز۔صفحہ۔34

5۔ایضاً۔صفحہ۔35

6۔پولیسی لوف اور دیگر۔لینن، اے بایوگرافی۔صفحہ 52

7۔کروپسکایا۔memoirs۔صفحہ 50

8۔مِک نیل۔برائیڈ آف دی ریولیشن۔صفحہ 53

9۔ پولیسی لوف۔لینن۔اے بائیوگرافی۔صفحہ 53

10۔اونچکین اور دوسرے۔لینن۔۔۔صفحہ 36

11۔کروپسکایا۔memoirs۔صفحہ 15

12۔لُدمیلا۔اے لائف،ڈی ووٹڈ۔صفحہ 31

13۔ اونچکین اور دوسرے۔ لینن مختصر سوانح عمری۔1971ء۔دارالاشاعت ترقی،ماسکو۔صفحہ 37

14۔ رابرٹ سروس۔لینن،اے بائیوگرافی۔پین بکس۔2000ء۔صفحہ 113

15۔ایضاً.....صفحہ 116

16۔ اونچکین اور دوسرے۔لینن۔صفحہ 38

17۔ایضاً۔صفحہ 38

18۔ولادی میرایلیچ لینن۔لائف اینڈ ورک۔1975ء۔نووستی پریس ایجنسی،ماسکو۔صفحہ 28

19۔ڈیوڈشب۔اے بائیوگرافی۔صفحہ 51

20۔کروپسکایا۔Memoirs۔صفحہ 16

21۔ایضاً۔صفحہ 33

22۔سروس۔لینن،اے بائیوگرافی۔صفحہ 120

23۔وولکاگونوف۔لینن لائف،اینڈ لیگیسی۔صفحہ 33

24۔سروس۔لینن،اے بائیوگرافی..........صفحہ 121

25۔پیئرسن،میخائل۔دہ سیلڈ ٹرین۔Putnam-1975،نیویارک۔صفحہ 12

26۔ڈیوڈشب۔اے بائیوگرافی۔صفحہ 52

27۔مِک نیل۔برائیڈ۔صفحہ 66

28۔ایضاً۔صفحہ 68

29۔۔ایضاً۔صفحہ 71

30۔۔ایضاً۔صفحہ 8

31۔کروپسکایا۔Memoirs۔صفحہ 25

32۔سروس۔لینن۔۔۔۔صفحہ 119

33۔ولادیمیرایلیچ لینن۔لائف اینڈ ورکس 1975۔نووستی پریس ایجنسی،ماسکو۔صفحہ 109

34۔اونچکین اور دوسرے۔۔۔لینن۔صفحہ 40

پارٹی کی پہلی کانگریس اور جلاوطنیاں

(1898ء)

روس میں انقلابی پارٹی کی پہلی کانگریس 1898ء میں منعقد ہوئی اور یہ وہ زمانہ تھا جب کروپسکایا اور لینن سائبیریا میں جلاوطن تھے۔

وہیں انھیں پارٹی کے اندر بھی، نیز یورپ بھر میں بھی تحریک کے اندر کچھ غلط رجحانات کا معلوم ہوا۔مثلاً جرمن انقلابی برنسٹائین نے یہ ''ترمیم پسند'' تجویز کردی تھی کہ سوشلزم میں مزدور انقلاب کے بغیر داخل ہوا جاسکتا ہے۔اس کے علاوہ خود روس کی پارٹی میں یہ رجحان آ گیا تھا کہ پارٹی کو مزدوروں کی توجہ کپٹلزم کے خلاف ''معاشی'' جدوجہد کی طرف مبذول کرنی چاہیے۔ اِن دونوں مہلک رجحانات کے خلاف جدوجہد ضروری ہوگئی تھی۔لینن برنسٹائین اور ''اکانومزم'' دونوں کے خلاف ڈٹ گیا۔اُس کے خیال میں اس سب سے،خصوصاً ''اکانومزم'' سے تو صرف ٹریڈ یونین قائم ہوسکتا ہے اور زار بادشاہ کا تختہ کرنے کا اہم ''سیاسی'' فریضہ پس منظر میں جائے گا۔(1)

جلاوطنی کے زمانے میں اُن دونوں نے ایک مارکسی پارٹی بنانے کا منصوبہ بنایا۔ظاہر ہے کہ بادشاہت کی شدت پرستی کی وجہ سے پارٹی کو بہت ہی خفیہ طریقے پر بنانا تھا۔اس لاجواب لیننی منصوبے میں ایک کُل روسی سیاسی اخبار کی اشاعت کو بنیادی قرار دیا گیا تھا۔اُن کی رائے میں اس اخبار نے کمیٹیوں اور گروپوں کو انقلابی مارکس ازم کے اصولوں پر متحد کرنا تھا، دوسری کانگریس کی ہمہ

گیر تیاری کرنی تھی اور پارٹی کے لیے واحد پروگرام اور قواعد مرتب کرنے تھے۔(2)

وہ دونوں اس نتیجے پر پہنچے کہ اس اخبار کو پارٹی کا آرگنائزر ہونا چاہیے اور انقلابیوں کے حلقوں اور گروپوں کو ایک واحد تنظیم میں متحد کرنا چاہیے۔ مارکسی اخبار کے بارے میں اصولی طور پر یہ نیا خیال تھا جس نے اخباروں اور رسالوں کی اشاعت کے رول اور اہمیت کے بارے میں انقلابیوں کے پچھلے تصورات کو الٹ پلٹ کر رکھ دیا۔(3)

لینن کی سائبیریا جلاوطنی پوری

9 جنوری 1900 تک لینن کو کم از کم اتنا بتا دیا گیا تھا کہ اُس کی جلاوطنی کی معیاد پوری ہوگئی ہے اور وہ ''واقعی'' سائبیریا چھوڑ رہا ہے۔(4)

حالاں کہ پولیس افسروں نے اپنے اعلیٰ حکام کو ایک خفیہ رپورٹ میں لکھا تھا: ''اِس وقت انقلاب میں لینن سے بڑی ہستی اور کوئی نہیں ہے۔'' انھوں نے اپنے اعلیٰ حکام کو لینن کے قتل کا مشورہ بھی دیا۔لیکن بہر حال، لینن اس مشورے اور مستقبل میں قتل کی کئی سازشوں اور کوششوں سے بچا رہا۔

اُس کی محبوبہ بیوی کی جلاوطنی کا عرصہ ابھی باقی تھا۔ اب اُسے اپنے محبوب دوست اور شوہر کی غیر موجودگی میں یہ جلاوطنی تنہا ''اوفا'' نامی قصبہ میں کاٹنا تھی۔ لینن کی تین سالہ داخلی جلاوطنی کی مدت فروری 1900ء میں ختم ہوئی تو لینن' کروپسکایا اور اس کی ماں کے ساتھ شُوشینسکوئی نامی گاؤں سے روانہ ہوا۔

اُن کے سفر کا پہلا مرحلہ تو 320 کلومیٹر کا تھا جو گھوڑوں پر طے کرنا تھا۔ وہ لوگ برف میں ڈھکے سائبیریا میں سے اَچنسک ریل وے سٹیشن کے لیے روانہ ہوئے جہاں سے انھوں نے ''اوفا'' کے لیے ٹرین پکڑنا تھی۔(5) چاندنی راتیں تھیں اس لیے وہ بارہ سنگھے کے چمڑے والی پوستینیں اوڑھے رات دن سفر کرتے رہے۔ کروپسکایا کی بوڑھی ماں نے بھی یہ ساری مشقت جھیل لی......انقلابات کی راہ لرزا دینے والی راہ ہے!

یوں، وہ 18 فروری کو ''اوفا'' نامی قصبے پہنچے ۔ وہیں کروپسکایا نے اپنی جلاوطنی کا بقیہ ایک سال گزارنا تھا۔(6) وہ دو دن یہاں اکٹھے رہے۔ وہ وہاں دیگر جلاوطن انقلابیوں سے ملتے رہے۔ اُن لوگوں سے ملاقات میں لینن نے جو چیز محسوس کی، وہ اس نے اپنی مشہورِ زمانہ کتاب ''کیا کیا جائے'' کے آخر میں یوں لکھا:

''ان میں سے کئی لوگوں نے اپنی انقلابی سوچ کو 'نرودنا والیا' سے وابستہ کرنا شروع کیا۔ تقریباً سب نے اپنی اولین جوانی میں دل سے دہشت پسند ہیروؤں کی عبادت کی تھی۔ ان ہیروئی روایتوں کے تاثرات کی قید سے چھٹکارے کے لیے جدوجہد چاہیے تھی اور ساتھ میں ایسے لوگوں سے شخصی تعلقات توڑنے پڑے جو نرودنا والیا سے وفادار رہنے میں پکے تھے اور جن سے نوجوان سوشل ڈیموکریٹ بہت محبت کرتے تھے۔'' بہ قول کروپسکایا: ''یہ ٹکڑا ولادیمیر ایلیچ کی اپنی سوانح عمری ہے۔''(7)

لینن نے پہلے تو یہ کوشش کی کہ کروپسکایا کی بقیہ جلاوطنی پیٹرس برگ کے جنوب مغرب میں ذرا سے فاصلے پر موجود پسکوف نامی جگہ میں گزارنے دی جائے۔ وہ بھی اپنا عارضی ہیڈکوارٹر وہیں قائم کرنا چاہتا تھا۔ مگر اُس کی یہ درخواست مسترد ہوئی۔ پھر اس نے درخواست دی کہ اسے ڈیڑھ ماہ کروپسکایا کے ساتھ رہنے دیا جائے۔ وہ درخواست بھی مسترد ہوئی۔

چناں چہ لینن اپنی بیوی اور اپنی ساس کے ساتھ کچھ دن وہاں رکا اور انتظامات میں کروپسکایا کا ہاتھ بٹاتا رہا۔ پھر وہ وہاں سے روانہ ہونا پڑا۔

مگر، چوں کہ اُسے بڑے شہروں میں رہنے کی اجازت بھی نہ تھی، اس لیے وہ شمال مغربی روس میں پسکوف میں رہائش پذیر ہوا اور ایک معمولی سرکاری نوکری سے گزر اوقات کرنے لگا۔ وقفے وقفے میں وہ غیر قانونی طور پر ماسکو اور پیٹرس برگ جاتا رہا اور پارٹی کی باقیات سے ملاقاتیں کرنے لگا۔

ایسا کرتے ہوئے وہ گرفتار بھی ہوا اور دس دن جیل بھی کاٹی۔ نگرانی اور تفتیش تو روز مرہ کے معمول تھے چناں چہ اُسے کسی طرح روس سے باہر نکل کر ہی کچھ کر پانے کا خیال آتا گیا۔

کروپسکایا کو اپریل 1901ء تک ''اوفا'' میں ہی جلاوطنی گزارنی تھی۔ گو کہ یہ بہت ہی بے روح اور بدمزہ مہینے تھے مگر اس انقلابی عورت نے خود کو خوب مصروف رکھا۔ وہ ایک امیر آدمی کے بچے پڑھانے لگ گئی......اور یہی بچے پڑھانا بعد کی زندگی میں اس کی خصوصی دلچسپی کا شعبہ بن گیا۔

وہ بچے پڑھانے کے ساتھ ساتھ جرمن، فرنچ اور پولش زبانیں سیکھنے کے کام میں بھی محنت سے جڑی رہی۔ اسی طرح اس نے انڈر گراؤنڈ پارٹی کے رابطوں کو مضبوط کرنے کا کام بھی جاری رکھا۔

اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ سائبیریا اور وہاں جلاوطنی سہنے کے لیے کس قدر اخلاقی اور جسمانی مضبوطی چاہیے ہوتی ہے......اور بہ قول ہماری مشرقی زبانوں کے، یہ ''ضعیفہ'' اور ''عورت ذات'' تنِ تنہا نہ صرف اس عذاب کو برداشت کرتی ہے بلکہ آئندہ کی اپنی پوری زندگی انقلابی جنگ میں اپنا مقام بھی ہمیشہ کی طرح برقرار رکھتی ہے۔

کروپسکایا کو اچھی طرح جاننے والے لوگوں نے اس کے بارے میں کہا: ''امیر اندرونی دنیا اور ذہانت کی بلند سطح، پُر فکر مشاہدہ، اور پیدائشی لیاقت نے اس کے لیے لینن جیسے جی نی اُس کے ساتھ ایک ہی راستے پر چلنا ممکن بنا دیا اور ایسا وہ اپنی انفرادیت کھوئے بغیر کر سکی۔'' (8)

مشہورِ عالم امریکی صحافی جان رِیڈ کی بیوی لوئیس بریانٹ نے لکھا: ''لینن اپنی بیوی سے بے انتہا پیار کرتا ہے اور ہر وقت اس کے بارے میں باتیں کرنے کا خواہش مند رہتا ہے۔ ایک بار میں نے لینن سے کہا کہ میں کروپسکایا سے شناسائی پیدا کرنا چاہتی ہوں تو اس نے کہا: ''ہاں، ضرور، آپ اُسے پسند کریں گی، وہ بہت ہی با کمال عورت ہے۔'' (9)

لینن کی بیرونِ ملک جلاوطنی

سائبیریا سے نکل کر لینن نے بیرونِ ملک جانے کی اجازت مانگی۔ سرکار خدا سے مانگتی تھی کہ یہ مصیبت ٹل جائے۔ اس لیے اُسے جانے کی اجازت مل گئی۔ وہ 16 جولائی 1900ء کو بیرونِ ملک روانہ ہوا۔

لینن کا خیال تھا کہ وہ سوئٹزر لینڈ جائے گا اور پلیخانوف سے مل کر سارے جلاوطن روسی مارکسسٹوں کو اکٹھا کرے گا اور وہاں ایک غیر قانونی اخبار جاری کرے گا جو روس بھر میں پہنچ سکے۔ اس کا ارادہ تھا کہ وہ پلیخانوف، ایکسلراڈ، زاسولچ، مارتوف اور پٹری سوف کے ہم راہ ''اسکرا'' کو ایک قومی اخبار کے بہ طور چھاپے گا اور اسے روس کے اندر غیر قانونی طور پر بانٹنے کے انتظامات کرے گا۔

وہاں باہر جا کر لینن نے کروپسکایا کے لکھے کتابچے ''وومین ورکر'' کا مسودہ ویرا ایوانوونا زاسولچ کو دکھایا۔ اُس کہنہ مشق انقلابی نے کہا: ''کتابچے میں کچھ غلطیاں تو ہیں مگر مصنفہ نے بیل کو سینگوں سے پکڑ لیا ہے۔'' یوں اُس نے اُسے چھاپنے کی سفارش کی۔ ''اسکرا'' نے یہ کتابچہ چھاپ دیا۔

جیسے کہ ذکر ہوا، سائبیریا میں جلاوطنی کے زمانے میں نادژدا کروپسکایا نے اپنی پہلی کتاب لکھی: مزدور عورت''۔ اس کتاب میں اس نے اُس سارے وسیع مواد کو مرتب کیا جو اُس نے سینٹ پیٹرس برگ میں اپنی انقلابی سرگرمیوں کے برسوں میں اکٹھا کیا تھا۔ وہ فیکٹریوں میں مزدور عورتوں کی زندگی کے بارے میں بہت آشنا تھی۔ اس لیے وہ ایک ایسی کتاب لکھنے کے قابل ہوئی جسے مزدور عورتیں سمجھ سکتی تھیں۔ اپنی اس کتاب میں وہ جس نتیجے پر پہنچی وہ یہ تھا: ایک بہتر زندگی کے لیے جدوجہد میں عورتوں کا گرم جوشی سے حصہ ہونے کی ضرورت......ایک الگ تھلگ کھڑے تماشائی کی طرح سے نصیحت نہ تھی، بلکہ جو اُن کے قریب تھی۔ اس لیے کہ یہ کتاب اُن کی اپنی تمناؤں (گو کہ ہمیشہ اس کا شعور نہ تھا) کا اظہار تھی۔ یہ کتاب 1901ء میں این، سبلینا کے نقلی نام سے شائع ہوئی اور خفیہ طور پر مزدور عورتوں میں بانٹی گئی۔

''وومین ورکر'' 1905 کے انقلاب کے کچلنے کے بعد پابندی لگنے سے پہلے 1901ء میں شائع اور سرکولیٹ ہوئی۔ (بعد میں یہ کتابچہ مصنفہ کی طرف سے ایک نئے پیش لفظ کے ساتھ 1925ء میں دوبارہ چھپا)۔

اس کتابچے کی اہمیت یہ ہے کہ روس میں عورت کی حالت پر یہ اولین مارکسسٹ تحریر تھی۔ کروپسکایا نے زار بادشاہت کے تحت عورت کے حقوق کی کمی کی وجوہات پر بہت گہرائی سے تجزیہ

کیا۔اُس نے لکھا کہ ''عورت مزدور، مزدور طبقے کی ایک ممبر ہے'' اور اُس کے سارے مفادات اُس طبقے کے ساتھ مضبوطی سے بندھے ہیں۔''

کروپسکایا' خاندان کے اندر کسان عورتوں کی کیفیت کو وضاحت سے بیان کرتی ہے۔ وہ اُس کی بے اختیاری کو اور خاوند پر اس کی مکمل انحصاری و محتاجی کو بہت باریکی سے بیان کرتی ہے:

''عورت کو گھر لایا جاتا ہے' اسی لیے عورت کو اس قدر کم درجہ دیا جاتا ہے اور اسی لیے کسان رواج کے مطابق عورت کو ایک جائیداد کے بہ طور دیکھا جاتا ہے، جسے محض کام کی اُس کی استطاعت کی وجہ سے قدر دی جاتی ہے۔''

بہر حال، لینن تیس برس کی عمر میں بیرونِ ملک جلاوطنی میں چلا گیا۔ گو کہ وہ قانونی پاسپورٹ پر باہر گیا مگر میونخ میں اس نے جعلی پاسپورٹ کے تحت رہنے کا فیصلہ کرلیا۔ وہ پھر بقیہ ساری جلاوطن زندگی نقلی ناموں سے رہتا رہا۔ کہتے ہیں کہ اس نے اپنے کم سے کم 150 جعلی نام رکھے اور ان کے ساتھ خفیہ رہ کر کام کرتا رہا۔ اِن ناموں میں میئر اور رِختر شامل تھے۔ جنوری 1901ء میں اس نے ٹولین اور ایلیچ کی جگہ پر لینن کا نام استعمال کرنا شروع کیا۔ بہر حال نقلی ناموں، نقلی ایڈریسوں، نقلی پاسپورٹوں اور نقلی شہریتوں (جن میں جرمن اور بلغاریائی شامل تھے) سے وہ انقلابی کام کرتا رہا۔

یہ اُس کی جلاوطنیوں کی پہلی قسط تھی اور یہ پہلی قسط پانچ برس کے دورانیے کی تھی۔ کیکر کے تلخ، لانبے اور نوکیلے کانٹوں بھرا راستہ ہوتا ہے انقلاب کا راستہ!! صرف وہی لوگ انقلاب کے راستے پر ثابت قدمی سے چل سکتے ہیں جو جامع اور متین فکر کو مضبوط قوتِ ارادی اور متحرک توانائی سے جوڑے رکھیں۔ جس سرگرمی کو دہائیوں تک غیر قانونی رکھا جاسکا ہو، وہ خصوصی لوگوں کی سرگرمی ہوسکتی ہے، ہرایرے غیروں کا کام نہیں۔ نہ یہ فریادیں کرنے والے شتر بچوں کا میدان ہوتا ہے۔ یہاں تو جو بھی بے لوچ اور بے قابو ہوتا اُسے آمریت کا ہیبت ناک بہت بڑا ہتھوڑا اچھل دیتا اور بادشاہت کے اس بہت بڑے ہتھوڑے کا سامنا تو ناقابلِ شکست کیریکٹر کے لوگ ہی کرسکتے تھے۔

''اِسکرا'' کا پہلا شمارہ روس کے باہر ہی دسمبر 1900ء میں شائع ہوا۔ سرورق پر یہ الفاظ

لکھے تھے: ''چنگاری سے شعلے بھڑکیں گے''۔ اِس پہلے ہی شمارے میں لینن کا مضمون تھا: ''ہماری تحریک کے فوری کام''۔ اس میں اُس نے لکھا: ''ہمارے سامنے دشمن کے قلعے کا مضبوط ٹاور ہے جو ہم پہ گولیاں اور گولے برسا رہا ہے اور ہمارے بہترین فائٹرز کو کم کررہا ہے۔ ہمیں یہ قلعہ قبضہ کرنا ہے، اور ہم اس پہ قبضہ کریں گے، اگر ہم جاگے ہوئے پرولتاریہ کی ساری قوتوں کو روسی انقلابیوں کی ساری قوتوں کے ساتھ ملا کر ایک پارٹی میں جمع کریں جو روس میں موجود سارے اہم اور ایمان داروں کو اپنی طرف کھینچے گی، تب ہی روس میں مزدور انقلابی پیوتر الیگزیف کی پیش گوئی پوری ہوسکے گی: لاکھوں مزدوروں کا مضبوط بازو اٹھے گا اور فوجیوں کی سنگینوں کی حفاظت میں کھڑی مطلق العنانی خاک و خاکستر بنادی جائے گی۔'' (اسی آخری فقرے کے ساتھ پیوتر الیگزیف نے عدالت میں مارچ 1877ء میں اپنے مقدمے کے بیان کو ختم کیا تھا)۔

کروپسکایا کی بیرونی جلاوطنی

اپریل 1901ء میں کروپسکایا کی تین سالہ سائبیریائی جلاوطنی کی سزا پوری ہوگئی۔ وہ وقت ضائع کیے بغیر لینن سے ملنے روانہ ہوئی۔ وہ اپنی ماں کو پیٹرس برگ لے گئی، اس کے لیے وہاں انتظامات کیے اور پھر وہ سرحد پار ہوگئی۔ تب کروپسکایا بتیس برس کی تھی۔

میاں بیوی انقلاب سے بہت پہلے کم خرچی کے عادی ہوچکے تھے۔ وہ جس شہر بھی گئے، حقیر ترین کوارٹروں میں رہے۔ عملی طور پر صرف ایک کمرے پر مشتمل 'مکان' میں، جہاں وہ کھاتے تھے، سوتے تھے، پڑھتے تھے اور دیگر انقلابی سرگرمیاں سرانجام دیتے تھے۔ ہم ان کی جلاوطنی کی مصیبتیں کروپسکایا کے اس سفر سے لگا سکتے ہیں جو اُس نے روس سے نکل کر لینن کے پاس جانے کے لیے کیا تھا:

''میں اس خیال سے پراگ چلی گئی کہ لینن وہاں ماڈریسک کے نام سے رہتا ہے۔ میں نے اُسے تار بھیجا مگر پراگ سٹیشن میں مجھے کوئی نہ ملا۔ میں جتنا دیر انتظار کرسکتی تھی، میں نے کیا۔ پھر بڑی شرمندگی میں ایک ٹیکسی کرایہ پر لی، ساری ٹوکریاں اس میں ڈال دیں اور روانہ ہوئی۔ ہم

مزدوروں کے ایک کوارٹر پہنچے اور ایک بڑے مکان پہ رکے۔ میں تیزی سے چوتھی منزل تک گئی۔ ایک چھوٹی چیک خاتون نے دروازہ کھولا۔ میں نے کہا: ''ماڈراسیک، مسٹر ماڈراسیک''۔ ایک مزدور باہر آیا۔ ''میں ماڈراسیک ہوں''۔

میں حیرانی میں تتلائی: ''نہیں میرا خاوند''۔ بالآخر بات ماڈراسیک کی سمجھ میں آ گئی۔'' ارے آپ یقیناً مسٹر رٹیمیئر کی اہلیہ ہوں گی۔ وہ تو میونخ میں رہتے ہیں مگر وہ آپ کو اوفا میں کتابیں اور خطوط میرے توسط سے بھیجتے ہیں۔''

میں میونخ پہنچی (1901 میں ء)۔ چوں کہ پچھلا تجربہ ہو چکا تھا، اس لیے میں نے اپنا سامان کلاک روم میں رکھا اور ٹرام کے ذریعے رٹیمیئر کی تلاش میں نکلی۔ میں نے وہ علاقہ ڈھونڈ نکالا۔ فلیٹ نمبر 1 ایک شراب خانہ نکلا۔ میں کاؤنٹر پر موٹے جرمن تک گئی اور بہت جھجکتے ہوئے مسٹر رٹیمیئر کے بارے میں پوچھا۔ مجھے یقین ہو گیا کہ پھر کچھ گڑبڑ ہے۔ ''وہ تو میں ہوں''۔ شراب فروش بولا۔ میں تو ہکا بکا رہ گئی۔ میں منمنائی ''نہیں، میرا خاوند''۔ ہم دونوں دو احمقوں کی طرح ایک دوسرے کو دیکھ رہے تھے۔ آخر کار رٹیمیئر کی بیوی آ گئی اور مجھے دیکھتے ہی کہا، ''آہ، یہ یقیناً مسٹر میئر کی بیگم ہوگی۔ وہ سائبیریا سے آنے والی اپنی بیوی کا انتظار کر رہا ہے۔ میں آپ کو اس تک لے جاتی ہوں''۔ میں بڑی عمارت کے پائنتی میں مسز رٹیمیئر کے پیچھے پیچھے چلی۔ ہم ایک خالی نظر آنے والے فلیٹ پہنچے۔ دروازہ کھلا اور وہاں میز کے گرد لینن، مارٹوف اور اینا ایلینیچنا بیٹھے تھے۔ میں اپنی گائیڈ کا شکریہ ادا کرنا بھول گئی اور لینن پر برس پڑی۔ ''جہنم میں جائے سب کچھ، تم مجھے خط نہیں لکھ سکتے تھے کہ تم کہاں پر ہو؟''

''میں نے تو لکھا تھا۔ میں تمہارا استقبال کرنے دن میں تین تین بار سٹیشن جاتا رہا ہوں۔''

ایسا تھا ڈانٹ کھانے والا لینن۔ مشرق میں فیوڈلزم کا مارا سماج سمجھ ہی نہیں سکتا کہ بیوی اتنے بڑے سکالر، مصنف، عوامی مقرر، خفیہ اخبار کے منظّم، تاریخ میں عظیم ترین انقلاب کا نقشہ نویس، مستقبل میں ایک نئی قسم کی ریاست کے بانی اور پھر اس ریاست کے کم و بیش سات مشکل ترین برس تک قائد کو لوگوں کے سامنے ڈانٹے!!

اور یہ خاتون تو اُس سے بھی زیادہ حیران کن انسان تھی۔ وہ پندرہ برس تک یورپ میں جلاوطن رہی۔ مگر وہاں ایک بھی یورپین سہیلی نہیں بنائی۔ مارکس کی بیٹی کے سوا نہ وہ کسی سے ملی اور نہ کسی سے پینگیں وسیع کیں۔ وہ اپنے وطن کے انقلاب کے لیے ہی محنت کرتی رہی اور صرف روسی جلاوطن مارکسسٹوں ہی سے گہرے رابطے میں رہی۔

ریفرنسز

1۔ The Origins of Russian Revolution۔ صفحہ۔ 29

2۔ اونچکین ۔۔۔ لینن ۔۔۔ صفحہ 45

3۔ ایضاً۔ صفحہ 45

4۔ سروس ۔۔۔ لینن، اے بائیوگرافی۔ صفحہ 125

5۔ ولادیمیر ایلیچ لینن، لائف اینڈ ورک ۔۔۔ صفحہ 30

6۔ ایڈمنڈ ولسن۔ ٹو دی فن لینڈ سٹیشن۔ صفحہ 382

7۔ کروپسکایا۔ Remininscences of Lenin

8۔ لُدمیلا۔ اے لائف ڈی ووٹڈ ۔۔۔ صفحہ 20

9۔ ایضاً۔ صفحہ 19

سیاسی پارٹی

کمیونسٹ اخلاقیات میں سب سے بڑی نیکی ''انقلاب'' کے لیے کام کرنا ہے۔لینن کے نزدیک انقلاب کے لیے کام سماجی انصاف کے لیے کام ہوتا ہے۔

لینن کو جدید کمیونسٹ پارٹی کی تنظیم، ساخت اور ورکنگ کا بانی سمجھا جاتا ہے۔ وہ اس کا خاکہ اخبار اسکرا کے صفحوں میں دیتا رہا تھا۔اس کے علاوہ اس نے دو کتابیں اسی معاملے پر مخصوص کر کے لکھیں: ''کیا کیا جائے''، اور ''ایک قدم آگے دو قدم پیچھے''۔اس سلسلے میں تیسرا اہم کام اس کی وہ ان تھک سرگرمی ہے جو وہ 1903ء میں پارٹی کانگریس کے دوران کرتا رہا۔

اِسکرا

کروپسکایا اور لینن انقلابی پارٹی کے لیے اخبار کے رول کو اہم قرار دیتے تھے۔انقلابی سیاسی پارٹی کے لیے اخبار کی ضرورت پہ لینن نے کہا تھا: ''ہماری رائے میں یعنی پارٹی کو قائم کرنے میں ہمارا پہلا عملی قدم ایک ایسا سیاسی اخبار ہونا چاہیے جو تمام روس کے لیے ہو۔اُس کے ذریعہ پارٹی کی تنظیم میں پھیلاؤ اور گہرائی پیدا ہو سکتی ہے اور اس کا دامن پکڑ کے ہم اپنے کام میں آگے بڑھ سکتے ہیں۔بغیر ایسے اخبار کے ہم ہر پہلو پر حاوی اور بااصول پروپیگنڈا اور ایجی ٹیشن نہیں کر سکتے۔یہ دو کام ہر زمانے میں کمیونسٹوں کے لیے نہایت ضروری ہیں اور خاص کر آج کل جب سیاست اور سوشلزم کے

ساتھ عام دلچسپی پیدا ہو رہی ہے۔یہی دونوں کام ہم کو اس اخبار کے ذریعہ کرنے ہیں۔''(1)

اُس زمانے میں غیر قانونی اخبار ''اسکرا'' (چنگاری) روسی مارکسسٹوں کا مرکزی ترجمان تھا۔اسے بیس سال سے جلاوطن، پلیخانوف اور اُس کے ساتھی بیرونِ ملک سے چلاتے تھے۔

اخبار کے مندرجات کو پارٹی، ٹریڈ یونین اور فیکٹری کمیٹیوں میں پڑھا جاتا تھا اور اُن پر بحث ہوتی تھی۔

''اسکرا'' اخبار کے اجرا اور ترسیل کو منظّم کرنے کے نتیجے میں بالآخر وہ تنظیم کھڑی ہو گئی جسے پارٹی کہا جاتا ہے۔یہی تنظیم سازی مستقبل میں اُن دونوں کی سپیشلائزیشن بنی اور دنیا بھر کی کمیونسٹ پارٹیوں کی تنظیم لیننسٹ تنظیم کے بہ طور جانی جانے لگی۔

مئی 1900ء میں لینن، مارٹوف، پوتریسوف اور دوسرے مارکسسٹ خفیہ طور پر ملے۔وہ بیرونِ ملک اپنا اخبار چھاپنے کا حتمی منصوبہ بنانے کے لیے جمع ہوئے تھے۔فیصلہ ہوا کہ اس سلسلے میں لینن اور پوتریسوف پلیخانوف کی مدد حاصل کرنے کے لیے بیرونِ ملک جائیں۔(2)

یہ ملاقات ہو گئی۔پلیخانوف سے بات طے ہو گئی۔یوں اب ''اسکرا'' کے ایڈیٹوریل بورڈ میں پلیخانوف اور لینن کے علاوہ زاسولچ، ایکسلراڈ، مارٹوف اور پوتریسوف شامل تھے۔

لینن اور پلیخانوف کی ترجیحات میں البتہ فرق تھا۔پلیخانوف کے لیے ''اسکرا'' ایک لٹریری کام تھا۔مگر لینن کے لیے یہ انقلابی سرگرمی کا فوری آلہ تھا۔

15 اگست 1900ء کو لینن اور پوتریسوف اخبار چھاپنے کا بندوبست کرنے میونخ چلے گئے۔وہاں انھیں ایک دوستانہ پبلشنگ ہاؤس دیکھنا تھا جہاں ایسے پرنٹر ہوں جو روسی جانتے ہوں۔انھوں نے اسکرا کے دفتر کا بھی انتظام کرنا تھا۔اخبار کی باریکی سے پروف ریڈنگ کرنی تھی، اور روس کے اندر اخبار تقسیم کرنے کا خفیہ نیٹ ورک بھی بنانا تھا۔خفیہ پرنٹنگ سہولت جرمنی کی انقلابی پارٹی نے دینی تھی۔کلارا زیٹکن اور ایڈولف بران نے لیزگ میں اخبار چھاپنے کا انتظام کرنا تھا۔(3) اس کے علاوہ مالی وسائل کو یقینی بنانا تھا۔

لینن تو ایک زبردست تنظیمی آدمی تھا۔اس نے محدود پیمانے سے لے کر عالمی سطح تک

انقلابی تنظیم قائم کر کے دنیا کو حیران کر دیا۔ مثلاً اخبار کو روس جرمن سرحد کے قریب کے شہر سے روس جانا تھا۔ نیز اس اخبار کو لندن، سٹاک ہوم، جنیوا، الیگزنڈریا (مصر) جیسے متنوع روٹس سے بھی روس جانا تھا۔ وہاں سے پیشہ ور سمگلرز نے اُسے سرحد پار کرانا تھا جہاں ''اسکرا اسسٹنٹس'' موجود ہوتے ۔ وہاں سے اُسے پورے روس میں خفیہ اسکرا کمیٹیوں تک پہنچایا جاتا۔(4)

روس میں اخبار کی ترسیل و تقسیم کے علاوہ ایک بہت بڑا کام بھی تھا۔ وہاں سے خبریں تسلسل کے ساتھ ملنے کے انتظامات کرنا......اور یہی بڑا کام بھی لینن نے کر دکھایا۔ اس نے روس کے اندر اخبار کی مدد کے لیے ''اسکرا اسسٹنٹوں'' کا ایک نیٹ ورک قائم کر لیا۔

روس کے اندر اخبار بڑی تعداد میں تو نہیں بھجوایا جا سکتا تھا، اس لیے وہاں یہی ''اسکرا اسسٹنٹ'' غیر قانونی پرنٹ کی جگہوں سے اخبار کو بڑی تعداد میں ری پرنٹ کرواتے تھے۔ وہ لوگ اخبار کے لیے فنڈ بھی جمع کرتے تھے اور ملک بھر میں انقلابی گروپوں اور مزدوروں میں اخبار کی تقسیم کا انتظام بھی کرتے تھے۔

اس کے علاوہ یہی لوگ مزدور طبقے اور انقلابی تحریک سے متعلق بہت مواد ایڈیٹروں کو بھیجتے تھے۔ مزدوروں کے خط بھی اس اخبار میں چھپتے تھے۔ یہ لوگ اخبار کو پارٹی کے بارے میں ہر پیش رفت سے آگاہ رکھتے تھے۔ یہی لوگ دراصل آگے چل کر بننے والی پارٹی کی ریڑھ کی ہڈی بنے۔

اِن اسسٹنٹس میں سے کئی ایک لینن اور کروپسکایا سے ملنے آتے۔ اور ان سے حالاتِ حاضرہ اور تنظیمی امور پر ہدایات لیتے۔

یہ اسسٹنٹس عام لوگ نہ تھے۔ یہ کمیٹڈ لوگ پولیس کی مسلسل نگرانی کے باوجود اور گرفتاری کے خطرات کے باوجود روس بھر میں جاں فشانی سے کام کرتے تھے۔

لینن نے ان ہی اسکرا اسسٹنٹوں کے بل بوتے پر ''روسی اسکرا تنظیم'' قائم کر ڈالی۔ اس تنظیم نے پارٹی کی دوسری کانگریس تک خوب کام کیا اور کانگریس کے انعقاد کی تیاریوں میں زبردست کردار ادا کیا۔ یوں اسکرا، پارٹی قوتوں کو متحد رکھتا تھا۔ یہ انھیں تنظیمی تربیت دینے کا ذریعہ بھی بنا۔ یہ اخبار ایک لڑاکی، مرکزیت والی اور آل روس پرولتاریہ پارٹی منظّم کرنے کا اہم ترین

ذریعہ بنا رہا۔ اسکرا اس پارٹی کو مارکسسٹ پروگرام دینے، انقلابی ٹیک ٹکس سکھانے اور ایک واحد اور آہنی ڈسپلن والی پارٹی بنانے پہ وقف رہا۔

یہ اسکرا تنظیمیں اس سارے کام میں مرکزی کردار ادا کرتی رہیں۔ لینن نے انھیں کلاس شعور رکھنے والے پرولتاریہ میں ''عمدہ ترین عناصر'' کہا تھا۔

بادشاہت میں رہتے ہوئے اُس کا تختہ الٹنے کی سرگرمی میں تو سروں اور جانوں کا خطرہ ہوتا ہے۔ اس لیے لینن کے ذہن میں احباب کی سلامتی کے لیے ہمہ وقت بہت جامع اور فول پروف انتظامات موجود تھے۔

اسکرا کے ذریعے پارٹی بنانے کے ارادے تو دیکھیے: ''ہم ایک مضبوط گروپ کے ساتھ ایک دوسرے کا ہاتھ مضبوطی سے تھامے ایک چٹانی اور دشوار راستے پر مارچ کر رہے ہیں۔ ہمارے چاروں طرف دشمن ہیں اور ہمیں اُن کی فائرنگ ہی میں تقریباً مسلسل آگے بڑھتے رہنا ہے۔''(5)

''اسکرا'' کا پہلا شمارہ 24 دسمبر 1900ء میں شائع ہوا۔ یہ اخبار بنیادی طور پر ایسے قارئین کے لیے تھا جو پہلے ہی سے کچھ نہ کچھ مارکسزم جانتے ہوں۔ یہ سمجھیے کہ یہ اب پارٹی سنٹرل کمیٹی کے متبادل کی طرح کام دینے کی شکل میں وضع کیا گیا تھا۔

لینن اخبار کے مندرجات میں سے ایک ایک چیز دیکھتا، چھانتا اور پھٹکتا تھا۔ وہ لکھنے والوں کو موضوعات دیتا، اُن کے مضامین کو ایڈٹ کرتا، اخبار کے نمائندوں سے رابطے میں رہتا، فنڈز کا بندوبست کرتا، اخبار کو روس میں سمگل کرنے کے طریقے اور ذرائع ڈھونڈتا، اور اس کی باقاعدہ اشاعت کو یقینی بناتا۔

اخبار ورکنگ کلاس کے کاز کے لیے پیشہ ور انقلابیوں، بہادر اور متحرک لوگوں کو متحد رکھتا اور انھیں اپنے گرد جمع کرتا تھا۔ لینن اُن کی ٹریننگ اور ارتقا پہ خوب توجہ دیتا۔ وہ اُن کے خطوط اور رپورٹس پڑھتا اور جواب دیتا۔ اس سلسلے میں اس کا وہ خط بہت مشہور ہوا جس کا عنوان تھا: ہمارے تنظیمی فرائض پہ ایک کامریڈ کو خط۔

لینن نسبتاً بڑی فیکٹریوں کو اہمیت دیتا تھا جہاں مزدوروں کی تعداد زیادہ تھی۔ ''باید ہے کہ

ہر فیکٹری ہمارا قلعہ ہو۔'' اس خط کی لاتعداد کاپیاں کی گئیں اور یہ ہاتھوں ہاتھ پورے روس میں پھیل گیا۔ جنوری 1904ء میں یہ خط پارٹی کی سنٹرل کمیٹی نے پمفلٹ کی صورت میں چھاپ دیا۔

ایک اور دلچسپ بات یہ ہے کہ ''اسکرا'' کی اشاعت کے زمانے میں ہی لینن نے ''لینن'' کے فرضی، نقلی، یا قلمی نام سے لکھنا شروع کیا (اس کا اصلی نام تو ولادیمیر ایلیچ تھا)۔ 1893ء میں اس کی پہلی تحریریں بغیر نام کے تھیں۔ پھر اس نے 1893ء کے اواخر میں ''وی یو'' کا نقلی نام استعمال کیا اور پھر ایک سال بعد وہ ''K.Tulin'' کے نام سے لکھنے لگا جو کہ Tula کے قصبے سے لیا ہوا نام تھا۔ 1898ء میں اس نے ''Vl. Alyin'' کا نقلی نام استعمال کیا اور اگست 1900ء میں ''پتروف''۔ جنوری 1901ء میں پلیخانوف کو لکھے خط میں اس نے خود کو ''لینن'' کہہ دیا اور پھر اسی سال جون سے اُس نے یہی نام جاری رکھا۔ کروپسکایا کے بیان کے مطابق یہ انتخاب بہ ظاہر اتفاقی تھا۔ پلیخانوف اپنی تصانیف میں والگین کا نام (روسی دریائے والگا کے نام پر) استعمال کرتا تھا، ممکن ہے کہ لینن نے بھی اپنے فرضی نام کے لیے سائبیریا کے زبردست دریا ''لینا'' کو بنیاد بنایا ہو۔ (6) بس یوں ہوا کہ وہ پھر لینن ہی کے نام سے مشہور ہوا۔ آج ہم اُسے اسی نام سے جانتے ہیں۔

حالاں کہ کروپسکایا اور لینن نے اصلی پاسپورٹوں سے روس چھوڑا تھا مگر وہ باہر انڈر گراؤنڈ طور پر رہے۔ میونخ میں لینن ''میئر'' کے نام سے اُس وقت تک بغیر کسی پاسپورٹ کے رہا جب تک کہ کروپسکایا وہاں پہنچی۔ پھر ان دونوں نے نقلی بلغارین پاسپورٹ حاصل کیے: جوردانوف اور اس کی بیوی مارتیزا کے ناموں سے۔ ان ہی پاسپورٹوں سے وہ لندن داخل ہوئے۔ یہاں وہ مسٹر اور مسز رختر بنے۔ مگر جلاوطن کامریڈوں کے اندر کروپسکایا کا نام این شارکو تھا، یا، وہ سبلینا تھی۔ اور روسی کامریڈوں کے لیے وہ ''کاتیا'' تھی یا کبھی کبھار ''مینوگا'' یا ''ماریا'' تھی۔ لینن کی بڑی بہن آننا کا نقلی نام مسز جیمز یا صرف جیمز تھا۔

یہ انقلابی لوگ محض اپنے خفیہ نام ہی نہیں رکھتے تھے، وہ اور اہم باتوں کے بھی کوڈ بناتے تھے۔ ان کے ایجاد کردہ یہ کوڈ الفاظ بہت دلچسپ ہوتے تھے۔ مثلاً رومال کا مطلب تھا پاسپورٹ۔ گرم فر کا مطلب تھا غیر قانونی لٹریچر۔ شہروں کے اصلی ناموں کے ابتدائی حرف سے انھوں نے ان

کے کوڈ نام رکھے ہوئے تھے۔ اوسپ (اوڈیسہ کے لیے)، ٹیرنٹی (ٹوریر کے لیے)، پیٹر (پولتاوا کے لیے)، پساہا (پسلوف کے لیے)۔

ایک بار جیل سے باہر بھیجے گئے اپنے نوٹس میں لینن نے پوچھا: ''مینوگا کے بارے میں لائبریری میں کوئی کتاب موجود ہے؟''۔ مینوگا، کروپسکایا کا خفیہ پارٹی نام تھا اور لینن اِس طریقے سے پوچھ رہا تھا کہ ''آیا کروپسکایا گرفتار ہوئی؟'' (7)۔ اِن لوگوں کے ہاں ''بیمار پڑ جانا'' کا مطلب بھی ''گرفتار ہو جانا'' تھا۔ (8)

یہ دلچسپ خفیہ پیغام دیکھیے:

''ریچھ بچہ (ماریا) کا کام ابھی تک پورا نہیں ہوا۔ کیا وہ آپ کے لیے فائدہ مند نہیں ہوگا؟ سنتے ہیں کہ چھوٹی مچھلی (نادژدا) بالکل لاغر ہو چکی ہے اور تھک گئی ہے۔'' (9)

لینن کے اِس اخبار کے ماتھے پر لکھا ہوتا تھا: ''یہ چنگاری ایک شعلہ بن جائے گی''۔

''اسکرا'' نے تنظیمی طور پر کمال کام تو کیا ہی تھا مگر اس کے ساتھ ساتھ یہ نظریاتی میدان میں بھی راہ نما بن گیا۔ یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ دراصل اسکرا کے اجرا کے ساتھ ہی روس میں نظریاتی صفائی کا عمل شروع ہو گیا۔

مثلاً لینن جب 1900ء میں سائبیریا سے یورپ گیا اور پلیخانوف کے ساتھ زیر زمین اخبار ''اسکرا'' جاری کیا تو اُس کی تقسیم سے اُس کا خیال تھا کہ ''اکونومزم'' سے لڑا جا سکتا تھا۔ اکانومزم کا مطلب یہ تھا کہ ورکنگ کلاس سرگرمی کو سیاست اور تنظیم سے ہٹا دیا جائے اور یہ محض خود رو طور پر معاشی سرگرمی تک ہی محدود رہے۔ یعنی ورکنگ کلاس سٹرگل بس ٹریڈ یونین والی رہے۔

لینن نے ''اسکرا'' اور بالخصوص اپنی شہرت یافتہ کتاب ''کیا کیا جائے؟'' میں زبردست انداز میں اکانومزم مخالف مہم شروع کر دی۔

اسکرا اخبار میں ملکی اور بین الاقوامی انقلابی تحریک کے بارے میں خبریں ہوتی تھیں۔ اس نے نظریاتی صفائی کا کام کیا، سیاسی سرگرمیوں کی رہ نمائی کی۔ اس کے توسط سے بیرونِ ملک کمیونسٹوں کو روس کے اندر کی صورت حال کو سمجھنے میں آسانی ہوتی تھی۔ ''اسکرا'' وہ وسیلہ بھی بنا جس

کے ذریعے لینن پارٹی کے متعلق، پارٹی لوگوں کو اپنا نقطہءنظر پیش کرتا تھا۔اس اخبار نے دوسری کانگریس منعقد کرنے میں زبردست کردار ادا کیا۔(10)

لینن نے اخبار کے لیے تین فرائض متعین کیے تھے:''اجتماعی پروپیگنڈہ، اجتماعی ایجی ٹیٹر اور اجتماعی آرگنائزر''۔(11)

اخبار میں بھی لینن کا سٹائل ڈائریکٹ تھا۔ زبان سادہ تھی۔ وہ عام فہم انداز میں اپنے نظریات لکھتا تھا۔اس کی بات کو غلط معنی پہنایا ہی نہیں جاسکتا تھا۔سب کو پتہ تھا کہ وہ کیا کہہ رہا تھا۔ تحریر میں وہ کبھی بھی جذبات کو گھسنے نہ دیتا تھا۔نہ تو شخصی افتخار سے اُس کا سر اکڑ جاتا تھا اور نہ نام نہاد عجز اس کی گردن کو جھکا پاتا۔

ایک اور اہم بات بھی تھی؛ لینن حکومت سے شدید نفرت کرتا تھا اور وہ اُس نفرت کا برملا اظہار بھی کرتا تھا۔ اُس وقت روس کے بادشاہ کا نام نکولس رومانوف تھا۔مگر لینن اسے ''نکولس او بمانوف (دھوکا باز)''، ''خونی نکولس''، ''جلاد نکولس'' جیسے ناموں سے پکارتا تھا۔

اور یہ سب کچھ سال 1900ء میں اس نے شروع کیا، جب اس کی عمر محض 30 برس تھی۔

بلاشبہ، اسکرا لینن کی سیاسی زندگی کے اہم ترین کارناموں میں سے ایک تھا۔

کروپسکایا، اسکرا کی ایڈیٹوریل سیکریٹری

جیسے کہ ذکر ہوا، کروپسکایا ایک پروفیشنل انقلابی تھی۔ اُس نے اپنے نظریات ہی کی خاطر جیلیں، روپوشیاں، سائبیریا جلاوطنی اور طویل بیرونِ ملک جلاوطنی کاٹی تھیں۔ وہ ایک کاز کے لیے دربدر رہی اور ساری حیاتی اسی کاز، اسی مقصد ہی کو سامنے رکھا۔ اٹھتے بیٹھتے میں، وطن اور پروطن میں، جیل اور جلاوطنی میں۔ اور وہ کاز انقلاب لانے کا تھا، انقلابی پارٹی کے قیام کا تھا۔

کروپسکایا اور لینن کے لیے ''اسکرا'' پارٹی کی لائف لائن تھا۔اس اخبار نے پارٹی کے لیے تازہ آکسیجن بننا تھا۔

کروپسکایا نے 1901ء میں جلاوطنی کے دوران ''اسکرا'' کی ایڈیٹوریل سیکریٹری کے عہدے پر کام شروع کیا۔ظاہر ہے یہ بہت ہی ذمہ دار اور اہم عہدہ تھا۔

اسکرا کی سیکریٹری کا چارج لیتے ہی کروپسکایا پر کام کا ایک انبار پڑ گیا۔وہ تو جب مئی 1901ء میں کروپسکایا کی ماں وہاں بیٹی کے پاس پہنچی تو کچھ آسانی پیدا ہوئی۔گھریلو کام سے لینن اور کروپسکایا کو کچھ وقت ملا اور مشقت میں کچھ آسانی میسر ہوئی۔واضح رہے کہ گھریلو کام میاں بیوی دونوں مل کر کرتے تھے۔ باورچی، لانڈری اور صفائی ستھرائی......

نادژدا کروپسکایا ''اسکرا'' کی سیکریٹری تو تھی ہی، وہ اس کی آرگنائزیشن کمیٹی کی بھی سیکریٹری تھی۔ساری تحریری مراسلہ نگاری کا کام اُس نے کرنا تھا۔ایک وقت تو وہ سارے روس کے ساتھ خفیہ خط وکتابت میں رہی۔ کہتے ہیں کہ وہ ہر ماہ کم وبیش 300 خطوط کا جواب دیتی۔ وہ اسکرا نیٹ ورک کی ڈائریکٹر کے بہ طور ان سب کا ریکارڈ فائل میں رکھتی تھی۔

بیرونِ ملک سے روس اخبار پہنچانا بہت ہی پیچیدہ کام تھا۔ اخبار کو باریک اور مضبوط کاغذ پر چھاپا جاتا تھا، کتابوں کی جلدوں کے اندر چھپا دیا جاتا تھا جو کسی معتبر پتے پر بھیجی جاتی تھیں۔ اسی طرح اِسے روس جانے والے رفیقوں کی واسکٹوں میں سی دیا جاتا تھا۔12) یہ اخبار ''اتوار مسافروں'' کے ہاتھ بھی روس جاتا تھا۔ وہ لوگ اخبار کو ٹرنکوں میں ایک تہہ خانہ بنا کر ڈالتے تھے اور اتوار مسافروں کے ہاتھ روس بھجواتے تھے۔مگر یہ سارا کام بہت راز داری اور احتیاط سے کرنا پڑتا تھا۔ یہ لوگ نہ تو جلاوطنی والے ملک کے اپنے شہر سے کوئی چیز روس بھیجتے تھے، اور نہ اپنے نام سے چیزیں بھیجتے تھے۔ از جانب اور بہ جانب دونوں اصلی نہیں ہوتے تھے۔

اس سارے تخیل اور عمل کا مرکز کروپسکایا تھی۔تصور کیا جاسکتا ہے کہ روسی انقلابی پارٹی کے قیام، دوام اور پھر انقلاب برپا کرنے میں کروپسکایا کا کتنا اہم رول تھا۔

وہ ایک زبردست آرگنائزر تھی۔اندرونِ ملک اور بیرونی دنیا میں پارٹی ورکرز سے ان رابطوں میں وہ مکمل طور پر خودمختار تھی۔ وہ ایک تجربہ کار انقلابی تھی۔ وہ ایک بہترین آرگنائزر، ٹیچر، رہبر اور ٹکٹی شن تھی۔ٹراٹسکی نے لکھا:''وہ اسکرا بورڈ میں سیکرٹری تھی اور وہ سارے تنظیمی کام کی مرکز تھی۔ کامریڈ

پہنچتے تو وہ ان کا استقبال کرتی، وہ جب رخصت ہوتے تو وہ انھیں ہدایات دیتی۔ وہ رابطے پیدا کرتی، خفیہ پتے مہیا کرتی، خطوط لکھتی اور مراسلات کے لیے کوڈ بناتی اور کوڈز کو ڈی کوڈ کرتی۔ اس کے کمرے میں ہر وقت جلے ہوئے کاغذوں کی بُو آتی تھی۔ یہ وہ خفیہ خطوط ہوتے جنھیں آگ پر گرم کر کے پڑھا جا سکتا تھا۔ وہ اپنی نرم اصرار کے ساتھ شکایت کرتی کہ لوگ کافی تفصیل نہیں لکھتے، یا یہ کہ وہ سارے کوڈ کو خلط ملط کر دیتے ہیں، یا وہ کیمیکل اِنک سے اس طرح لکھتے ہیں کہ ایک سطر دوسری سطر کو اوجھل کرتی ہے۔'' (13)

1901ء میں اسکرا کے ارد گرد روسی پارٹی کی تنظیم بن گئی۔ کھردری اور مخالفتوں سے بھری ہوئی، لیکن بہرحال یہ ایک سیاسی تنظیم تو تھی۔

کیا کیا جائے؟

لینن کی لکھی یہ مختصر کتاب ''کیا کیا جائے؟'' ایک طرح سے 20ویں صدی کی سیاسی کلاسیک ہے۔ لوئی فشر نے اس اہم کتاب کو کمیونسٹ تنظیم سازی کرنے والوں کی ''بائبل'' کہا تھا۔ (14) لینن نے یہ کتاب اپریل 1901ء سے فروری 1902ء کے درمیان لکھی اور یہ مارچ 1902ء میں چھپ گئی۔ اس کا پورا نام تھا: ''کیا کیا جائے؟ ہماری تحریک کے فوری معاملات''۔

اُس زمانے کے روس میں عام لوگ بادشاہ کے ظلم سے بے زار تو تھے اور اُس کے خلاف مزاحمت بھی کرتے تھے مگر اُس جاری جدوجہد کو جوڑنے، منظّم کرنے اور مربوط بنانے کے لیے وہاں انقلابی پارٹی موجود نہیں تھی۔ بس یہاں وہاں چھوٹے بکھرے گروہ موجود تھے۔ لینن نے تہیہ کر لیا کہ وہ اُن سب گروہوں کی تنظیمِ نو کر کے ایک انقلابی پارٹی بنائے گا۔ لینن نے ''ایک پیراگراف کو یوں ختم کیا: ''ساتھیو، روسی کمیونسٹوں کو بہت کچھ کرنا ہے...... پورے روس میں بکھرے ورکرز سرکلوں، اور کمیونسٹ گروپوں کو ایک واحد پارٹی میں متحد کرنا ہے۔'' (15) ایسی پارٹی جو پروفیشنل انقلابیوں کی پارٹی ہو، جو خود کو انقلاب لانے تک خفیہ رکھ سکے اور اُس کے بعد بھی انقلاب کو مستحکم کرنے اور عوام کی زندگی بدل ڈالنے تک سرگرمیاں کر سکے۔

یہ کتاب پارٹی آرگنائزیشن پر لینن کے تصورات کا ایک جامع خلاصہ ہے۔ یہ مارکسسٹ جدوجہد کے تصورات کی سب سے باہم جڑی ہوئی تشریح بھی ہے۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ وہ آلہ تخلیق کیا جائے جس کے ذریعے ایک پلان کے ساتھ انقلاب لایا جائے۔ (16) اور وہ آلہ تو جدید انقلابی سیاسی پارٹی اور اس کی آرگنائزیشن ہے۔

اِس کتاب کا نام لینن نے اپنے پسندیدہ ترین رائٹر چرنی شوفسکی کے ناول ''کیا کیا جائے؟'' کے نام پر رکھا۔ یہ مشہور ناول چرنی شیوسکی نے لینن کے زمانے سے نصف صدی قبل لکھا تھا۔ لینن نے بھی اپنی کتاب میں بادشاہت کے جبر و ستم کے خلاف ایک خفیہ پارٹی بنانے پر بحث کی اور اس کے بنانے کا طریقہ لکھا۔

سرکاری جاسوسوں کو دھوکا دینے کے لیے کتاب پر اس نے اپنا نام اولیانوف، یا ولادیمیر، یا ایلین نہیں لکھا تھا بلکہ اس نے یہاں اپنا نام ''لینن'' لکھا۔ (وہ خود اُس وقت میونخ میں ایک بلغاریائی وکیل لورادانوف کے نقلی نام سے رہ رہا تھا)۔ دراصل یہی وہ کتاب بنی جس کی اشاعت کے بعد وہ لینن ہی کے نام سے جانا جانے لگا۔ آج ساری دنیا اُسے لینن کے نام سے جانتی ہے جو کہ دراصل اس کا نقلی نام ہے۔

یہ کتاب بہت سادہ زبان میں لکھی گئی ہے۔ لینن مثالیں دے دے کر اپنی ہر بات واضح کرتا رہا۔ اس کتاب نے بہت ساری فکری کج رویوں کا خاتمہ کر دیا۔ مثلاً اس نے سب سے پہلے نظریے کی اہمیت پہ بات کی: ''انقلابی نظریے کے بغیر انقلابی تحریک ممکن نہیں ہے۔'' پچھلی سوا صدی کے تجربات نے بتا دیا کہ مارکسی نظریے کے بغیر پارٹی نہ تو لڑاکا بن سکتی ہے اور نہ ورکنگ کلاس کی راہ نما بن سکتی ہے۔ چناں چہ لینن نے مزدوروں میں مارکسزم کے نظریے کے پھیلانے پہ زور دیا، انھیں پیشہ ور انقلابیوں کی شکل دینے اور انھیں تربیت دینے کے کام کو اہم گردانا۔

وہ ایسی پارٹی چاہتا تھا جس کے کارکن سیاسی طور پر باشعور ہوں۔ اس کے بہ قول، ''وین گارڈ لڑاکا پارٹی کا رول صرف ایک ایسی پارٹی ادا کر سکتی ہے جس کی رہ نمائی ترقی یافتہ ترین نظریہ کرے۔'' وہ مزدوروں کو نظریاتی تعلیم سے لیس کرنے کی وکالت کرتا ہے۔

کمیونزم اور مزدوروں جیسے لازم وملزوم مظہر کو لینن نے بالکل ہی الگ طریقے سے دیکھا۔ وہ مزدوروں کے فوری اور خود رو قسم کی ٹریڈ یونین ازم کے ذریعے انقلاب لانے کے بجائے اُن کی سیاسی تنظیم بنانے کی وکالت کرتا تھا۔ اس نے زور دیا کہ پارٹی کا فرض ہے کہ وہ مزدور تحریک کو ٹریڈ یونین ازم کے رجحان سے نکالے اور اسے سوشلزم کے زیر اثر لائے۔ اس نے کہا تھا کہ ''سارے ممالک کی تاریخ بتاتی ہے کہ ورکنگ کلاس خود اپنی کوششوں سے محض ٹریڈ یونین شعور ڈویلپ کرنے کے قابل ہوتی ہے۔'' (17) اس نے ایک نئے طرز کی پارٹی کی ضرورت کا بتایا جو مزدوروں کے مفادات کے پیچھے پیچھے نہ ہو بلکہ اس کے برعکس وہ 'پرولتاریہ کا ہراول دستہ' بنے۔ ساری ورکنگ کلاس، پارٹی سے تعلق نہیں رکھتی اور نہ اسے رکھنا چاہیے۔ اُس نے ٹریڈ یونینوں کو 'وسیع تر' اور 'عوامی سے عوامی تر' بنانے پر زور دیا۔

اُس کے نزدیک ٹریڈ یونین کمیونسٹ پارٹی نہیں ہوتی۔ مزدور، خود رو طور پر اپنے حاکموں کا تختہ الٹنے کے قابل نہیں ہیں۔ مزدور ٹریڈ یونین تو بنا سکتے ہیں، عمومی سیاسی تحریک کو تقویت تو دے سکتے ہیں مگر یہ کام انہیں آٹومیٹک طور پر سیاسی پارٹی نہیں بناتا۔

لینن نے ''تنظیم'' اور ''تحریک'' میں ایک واضح فرق کیا۔ انقلابی تنظیم ہر جگہ اور ہر وقت طبقاتی باشعور، نہ کہ غیر طبقاتی باشعور مزدوروں کی نمائندہ رہی ہے۔

اس کتاب میں اُس نے ترمیم پسندی پہ سخت حملہ کیا۔ وہ سوشل ریفارمز کو انقلاب نہیں سمجھتا تھا۔ اس نے بالخصوص اکانومزم پہ زبردست تنقید کی۔ یہ کتاب موقع پرستی کے خلاف ایک زبردست ہتھیار رہے۔

اور پھر وہ پارٹی ڈھانچہ، سٹریٹجی اور پالیسی سے متعلق اہم سوالات سے نمٹا۔

بنیادی طور پر یہ کتاب کمیونسٹ پارٹی کے بارے میں لینن کے تجویز کردہ تنظیمی اصولوں سے اِدھر اُدھر کرنے والے اپنے ساتھیوں اور پارٹی لیڈروں کے خلاف ہے۔ یہ کتاب ایک ایسی پارٹی قائم کرنے کے حق میں ہے، جس کی تنظیم انقلاب لانے والوں کے لیے ہو اور جس سے سیاسی انقلاب لایا جا سکے۔ ایسی پارٹی جسے واقعتاً ''وین گارڈ'' لڑاکا کہا جاتا ہو۔

اگر کوئی لینن کی ایک کتاب کا نام پوچھے جو روس میں کمیونسٹ پارٹی بنانے کی وجہ بنی ہو، اور جس نے اکتوبر انقلاب برپا کروایا ہو، یا جس نے پوری دنیا میں کمیونسٹ پارٹیاں بنوائی ہوں اور جگہ جگہ انقلابات برپا کرائے ہوں تو اُس کتاب کا نام ہے: ''کیا کیا جائے؟'' یہ کمیونسٹ پارٹی ایک ایسا اوزار ہے جس سے انقلاب لائے جاتے ہیں۔ یہ شخص بہت سی نئی باتوں کا تخلیق کار تو تھا ہی مگر کمیونسٹ پارٹی خالصتاً اُس کی تخلیق تھی۔

لینن کی بنائی ہوئی یہ پارٹی روس میں تین انقلاب لائی: 1905ء کا انقلاب، 1917ء فروری (بورژوا جمہوریت) والا انقلاب، اور اکتوبر 1917ء کا سوشلسٹ انقلاب۔

اُس نے عوام سے نہ صرف ''ٹھوس مطالبات سامنے لانے'' کا کہا بلکہ اپنی صفوں میں سے زیادہ سے زیادہ لیڈر مہیا کرنے کا بھی کہا۔

یہ کتاب صرف ایک انقلابی سیاسی پارٹی بنانے کی اپیل نہ تھی، بلکہ ایسا کرنے کا طریقہ بھی تھی۔ اس میں یہ خیال پیش کیا گیا کہ مارکسسٹ پارٹی ورکنگ کلاس تحریک اور سوشلزم کے اتحاد کا نام ہے۔ یہ کتاب بعد میں انقلابی سیاسی پارٹی بنانے اور چلانے کے لیے واقعتاً ایک مینوئل ثابت ہوئی...... دنیا میں پہلی بار ایک ایسی پارٹی بنی جو مزدوروں کی پارٹی تھی، مارکسی پارٹی تھی، نئے طرز کی پارٹی تھی، انقلابی پارٹی، مبارز پارٹی، ڈسپلن والی پارٹی اور عوام کے ساتھ جڑی ہوئی پارٹی۔ اور ایسا فرق فرق کے ساتھ ساری دنیا میں ہوا۔

پارٹی تنظیم کے بارے میں بھی یہ کتابچہ ایک مکمل منصوبہ لیے ہوئے تھا۔ لینن کا خیال تھا کہ پارٹی کو اداروں کا مجموعہ ہونا چاہیے۔

اس نے لکھا کہ، ''جب میں یہ کہتا ہوں کہ پارٹی کو اداروں کا مجموعہ ہونا چاہیے تو میں اپنی اس خواہش کو صاف صاف بیان کرنا چاہتا ہوں کہ پارٹی کو جو نچلے طبقے کی ہراول ہے اچھی طرح منظّم ہونا چاہیے اور پارٹی میں صرف ان ہی لوگوں کو داخل کرنا چاہیے جو تنظیم کی ایک مقرر حد کی پابندی کرنے کے لیے آمادہ ہوں۔''

اس نے انقلابی (کمیونسٹ) پارٹی کو ترکیب اور بناوٹ کے اعتبار سے دو حصوں پہ

مشتمل ہونے کا کہا:

1۔ ایک تو شعور اور ڈسپلن میں آگے بڑھے ہوئے پارٹی کارکنوں کا محدود اور باقاعدہ گروہ ہو جس میں زیادہ تر ''انقلاب پیشہ'' لوگ موجود ہوں۔ یعنی وہ لوگ جن کا بغیر پارٹی کام کے اور کوئی پیشہ نہ ہو، اور جن کے اندر کافی نظریاتی علم، سیاسی تجربہ اور تنظیمی صلاحیت موجود ہو۔ جو سردار اور پولیس کا مقابلہ کرنے اور اُن سے بچ نکلنے کا فن بھی جانتے ہوں۔ لینن کے نزدیک کوئی انقلابی تحریک اُس وقت تک نہیں چل سکتی جب تک اس میں رہ نماؤں کی ایک منظّم جماعت نہ ہو جو تسلسل کو قائم رکھ سکے۔ اس گروہ میں وہی لوگ ہوں جو انقلابی کام کو اپنا مستقل پیشہ بنا چکے ہوں۔ جتنے زیادہ لوگ خود بہ خود جدوجہد کی طرف کھچ کھچ کر آنے لگیں اتنی ہی زیادہ اس قسم کی جماعت کی ضرورت ہوتی ہے...... اور اُتنا زیادہ ہی مضبوط اُس کو ہونا چاہیے۔ ایک مطلق العنان حکومت کے اندر اس جماعت کے ارکان کی تعداد کو جس قدر صرف انھی لوگوں تک محدود رکھا جائے جو ''انقلاب پیشہ'' ہوں تو اس ادارہ کو توڑنا مشکل ہوگا۔ ایسے ارکان کو عرفِ عام میں ''ہول ٹائمرز'' کہتے ہیں۔

لینی معنوں میں پیشہ ور انقلابی کو عوام کی انتہائی گہرائیوں تک جانا چاہیے، اُسے عوام کی ضرورتوں اور مزاج کی سمجھ حاصل کرنی چاہیے۔ پروفیشنل انقلابی کو ہر طرح کے جبر و تشدد اور ظلم پر آواز بلند کرنی چاہیے۔ اس کے پاس ہر چھوٹی سے چھوٹی بات کو اس طرح استعمال کرنے کی صلاحیت ہونی چاہیے کہ وہ اپنے سوشلسٹ نظریے اور جمہوری مطالبات کو سب کے سامنے لا سکے، وہ سب سے اور ہر ایک سے پرولتاریہ کی جدوجہدِ آزادی کی عالمی تاریخی اہمیت کی وضاحت کر سکے۔''

پارٹی ممبر انقلابی ڈپریشن کے زمانے میں پارٹی وقار اور پارٹی عزت کو بچانے کے لیے ہمہ وقت تیار ہو اور جب ضرورت پڑے تو قومی سطح کے ایک مسلح ابھار تک کے لیے تیار رہنے، اُس کا منصوبہ بنانے، اور اس منصوبے کو عملی بنانے کے اہل ہو۔

2۔ لینن کے مطابق پارٹی کا دوسرا حصہ پارٹی کے مقامی اداروں کا پھیلا ہوا

جال ہو، اور پارٹی کے عام ممبروں کی ایک بہت بڑی تعداد پہ مشتمل ہو جن کو لاکھوں مزدوروں کی ہمدردی اور مدد حاصل ہو۔

لینن کو اِس کتاب کی اہمیت و اولیت کا بہت احساس تھا۔ وہ قارئین اور بالخصوص پارٹی ممبروں تک اس کی رسائی کو یقینی بنانا چاہتا تھا۔ اُس نے اگست 1902ء میں ماسکو کمیٹی کو لکھا:

''کیا کیا جائے؟'' کافی تعداد میں پہنچیں؟ کیا مزدوروں نے اس کو پڑھا اور اس کے بارے میں کوئی رائے قائم کی؟''(18)

حیرت انگیز نتیجہ دیکھیے کہ اس کتاب کے چھپنے کے ایک سال کے اندر اندر روس میں پارٹی بنی۔ ظاہر ہے کہ ایک موجود پارٹی کے ٹوٹ پھوٹ کے بعد ہی اُس کے اندر سے اصلی پارٹی بنی۔ ''کیا کیا جائے'' میں تنظیم، ڈسپلن اور لیڈر شپ کے بارے میں لینن نے جو غیر مصالحانہ مؤقف رکھا تھا، اُسی کی بہ دولت 1903ء میں اُس کی موجودہ پارٹی ''سوشل ڈیموکریٹک پارٹی'' کی دوسری کانگریس میں نفاق پیدا ہوا اور ایک نئی اجلی، ستھری، باشعور اور منظّم پارٹی ابھر کر سامنے آئی۔

بعد میں، ہمارے عہد تک کے ڈیڑھ سو سالوں کی ایک بڑی حقیقت یہ ہے کہ دنیا بھر میں لینن کی بتائی ہوئی جدید طرز کی سیاسی پارٹیاں قائم ہوئیں۔ یہ پارٹیاں ہر جگہ زیادہ تر کمیونسٹ پارٹی کے نام سے بنیں مگر اپنی ضرورتوں کے اعتبار سے بہت سی ایسی پارٹیوں نے مقامی نام بھی رکھ لیے۔

اسکرا اخبار اس پورے دور میں ''کیا کیا جائے'' میں بیان کردہ مؤقف کی حمایت کرتا رہا۔

پارٹی اخبار ''اسکرا'' لندن منتقل

1902ء کی ابتدا میں پولیس کے جاسوسوں نے پارٹی خفیہ اخبار ''اسکرا'' کا پتہ لگا لیا۔ چناں چہ لینن اور کروپسکایا کے لیے میونخ چھوڑنا ضروری ہو گیا۔ وہاں مزید قیام خطرناک تھا۔ ایڈیٹوریل بورڈ نے اخبار شائع کرنے کے لیے لندن کا انتخاب کیا۔ اپریل 1902ء میں کروپسکایا

اورلینن وہاں پہنچے۔(19)

لندن میں انگلینڈ کی انقلابی پارٹی نے اسکرا کی اشاعت کو منظّم کرنے میں مدد کی۔ انھوں نے اُس کو خود اپنے پرنٹنگ شاپ کی سہولتیں مہیا کر دیں۔ وہیں اپنے دفتر میں پارٹیشن کروا کے اسکرا ایڈیٹر، لینن کے لیے دفتر کی گنجائش بنا دی۔(20)

لندن میں کروپسکایا اور لینن نے رِختر کا نقلی نام اپنایا۔ یہاں دنیا کی سب سے بڑی لائبریری موجود تھی اور پڑھنے کی زبردست سہولیات تھیں۔ لینن اکثر وہیں برٹش میوزیم کی لائبریری میں ہوتا، وہیں جہاں اپنے زمانے میں لینن کا پیش رو، کارل مارکس بھی مطالعہ کرتا تھا۔

کروپسکایا نے لینن کی یادیں (1933ء) میں لکھا: ''لندن کی وسعت و عظمت نے ہمیں چکرا دیا۔ گو کہ ہمارے وہاں پہنچنے والے دن موسم غلیظ تھا، لینن یک دم شادماں ہوا اور حیرت سے کیپٹلزم کے اِس قلعہ کو دیکھنے لگا۔ اسے وقتی طور پر پلیخانوف اور ایڈیٹوریل بورڈ کے جھگڑے بھول گئے۔''

کروپسکا نے یاد کیا: ''ہمیں دیہی علاقوں کی طرف سیر اور جہل قدمی کرنے کی بھی عادت تھی۔ ہم پرائم روز ہِل چلے جاتے۔ یہ سستا ترین دورہ ہوتا تھا۔ اس پہاڑی سے تقریباً سارا لندن نظر آتا تھا۔ یہاں سے ہم لمبی چہل قدمی پر نکلتے۔ پارکوں اور دیہی تنگ راستوں میں سے۔ پرائم روز ہل جانے کی ہماری پسندیدگی کی دوسری وجہ یہ تھی کہ یہ اُس قبرستان کے قریب تھا جہاں کارل مارکس دفن تھا۔ ہم وہاں جایا کرتے۔''

ولادیمیر ایلیچ مزدور طبقہ میں ہمیشہ دلچسپی رکھتا تھا۔ اخبار کے ذریعے اس کو پتہ چل جاتا تھا کہ فلاں جگہ مزدوروں کا جلسہ ہو رہا ہے۔ وہ وہاں جاتا تھا اور کونے میں بیٹھ کر سب کچھ سنتا تھا۔

دیہات کے غریب

لندن میں لینن جس کام سے مطمئن تھا وہ اس کا لکھا ہوا ایک کتابچہ تھا: دیہات کے غریب۔ دراصل 1902ء میں کسانوں کی بغاوت نے اُسے کسانوں کے لیے ایک کتابچہ لکھنے پر اکسایا اور 1903ء میں یہ پمفلٹ نما کتاب چھپی۔ یہ پہلا کتابچہ تھا جہاں لینن کسانوں سے

مخاطب ہوا۔ اس کتاب کا خوب صورت اردو ترجمہ ماما عبداللہ جان جمالدینی نے کیا۔ آیئے ہم اس اچھی کتاب کے کچھ منتخب فقرے پڑھیں:

* اس بات میں شک وشبہ کی گنجائش نہیں کہ سرمایہ داروں کی سب سے بڑی خواہش یہی ہوتی ہے کہ درمیانہ اور چھوٹے کسانوں کی بڑی تعداد امیر بننے کی کوشش کرے، سرمایہ داروں سے لڑے بغیر غربت سے نجات پانے کے امکانات پر یقین رکھے، اور امیر بننے کے لیے اُن کی امیدیں شہری اور دیہی محنت کشوں سے اتحاد کرنے کی بجائے محنت و مشقت اور جذبۂ کفایت شعاری سے وابستہ ہوں۔
* استحصالی قوتوں کا زوال' محنت کشوں کے اتحاد میں مضمر ہے۔
* جب تک ہمیں سیاسی آزادی حاصل نہ ہوگی، ہمیں خفیہ طور پر جدوجہد جاری رکھنا ہوگی۔ ہمیں پولیس کی نگاہوں سے بچ کر کام کرنا ہوگا۔
* ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھنے اور فاقوں کے ہاتھوں مرنے سے تو یہی بہتر ہے کہ ظلم و استبداد کی قوتوں کے خلاف لڑتے ہوئے موت قبول کی جائے۔
* پرولتاری تہذیب انسان کے اس ہزاروں سالہ تہذیبی ورثے کے فطری ارتقا کا نام ہے جو سرمایہ دارانہ، جاگیرداری اور نوکرشاہی تہذیب ہی کے بطن سے جنم لے گی۔
* ہم ایک نیا اور بہتر سماجی نظام قائم کرنا چاہتے ہیں۔ اس نئے اور بہتر سماج میں نہ تو امیر ہونے چاہئیں اور نہ غریب، سب کو کام کرنا چاہیے۔ صرف مٹھی بھر امیروں کو نہیں بلکہ تمام محنت کشوں کو اپنے مشترکہ کام کا پھل ملنا چاہئیں۔ مشینوں اور دوسری ترقی یافتہ چیزوں کو سب کا کام آسان کرنا چاہیے۔ لاکھوں کروڑوں لوگوں کے نقصان سے چند لوگوں کو امیر نہ بنانا چاہیے۔ یہ نیا اور بہتر سماج سوشلسٹ سماج کہلاتا ہے اور اس کے بارے میں نظریہ سوشلزم کہلاتا ہے۔

ریفرنسز

1۔لینن ۔منتخب تصانیف ۔جلد2 ۔صفحہ 19

2۔ڈیوڈ شب ۔اے بائیوگرافی آف لینن ۔صفحہ 59

3۔ایضاً ۔صفحہ 60

4۔ایضاً ۔صفحہ 61

5۔لینن ۔کلیکٹڈ ورکس ۔جلد5 ۔صفحہ 355

6۔پیئرسن ۔۔۔دہ سیلڈ ٹرین ۔۔۔صفحہ 12

7۔ڈیوڈ شپ ۔اے بائیوگرافی ۔۔۔صفحہ 51

8۔کائی ٹُورین ۔فارگاٹن لائیوز ۔صفحہ 56

9۔ایضاً ۔صفحہ 45

10۔ایضاً ۔صفحہ 42

11۔سائمن ۔۔۔انڈر لینن ۔صفحہ 27

12۔کروپسکایا۔Memories of Lenin۔صفحہ 42

13۔ٹراٹسکی ۔درکتاب ولسن ۔۔۔صفحہ 417

14۔لوئی فشر ۔دی لائف آف لینن ۔1964ء ۔ہارپر اینڈ راؤ پبلشرز ۔صفحہ 39

15۔سائمن ۔۔لینزم انڈر لینن ۔صفحہ 37

16۔ایضاً ۔صفحہ 27

17۔لینن ۔کلیکٹڈ ورکس ۔جلد5 ۔صفحہ 375

18۔اوبچکن ۔۔۔لینن مختصر سوانح عمری ۔۔۔صفحہ 55

19۔اوبچکین ۔۔۔لینن مختصر سوانح عمری ۔۔۔ماسکو ۔صفحہ 56

20۔پاپسی لوف ۔۔۔لینن ،اے بائیوگرافی ۔صفحہ 94

پارٹی کی دوسری کانگریس

(30 جولائی تا 23 اگست 1903ء)

اکیڈمک صورت میں تو یہ بات درست ہے کہ روسی کمیونسٹ (سوشل ڈیموکریٹک) پارٹی کی پہلی کانگریس 1898ء میں ہو چکی تھی اور اُس میں پارٹی کے قیام کا اعلان بھی ہو چکا تھا۔لیکن حقیقی معنوں کی پارٹی ابھی تک وجود میں نہیں آئی تھی۔اس لیے کہ اب تک نہ تو پارٹی کا کوئی پروگرام تھا اور نہ قواعد وضوابط موجود تھے۔ پارٹی کی مرکزی کمیٹی، جو پہلی کانگریس میں چنی گئی تھی، گرفتار ہو چکی تھی اور اس کی جگہ کوئی دوسری کمیٹی نہیں چنی جا سکی تھی۔اس لیے کہ باہر کوئی باقی بچا ہی نہ تھا۔

اِس سے بھی زیادہ بُری بات یہ تھی کہ روس میں بڑا نظریاتی انتشار تھا۔تنظیم اور ڈسپلن کی بہت کمی تھی۔دراصل 1884ء سے 1894ء تک کا زمانہ نارودزم کے خلاف کام یابی کا دور تھا۔ اسی دور میں سوشل ڈیموکریٹک پارٹی (کمیونسٹ پارٹی) کے قیام کے لیے خواہش بڑھ گئی تھی۔

اِس کام میں اخبار'اسکرا' کے تین سالوں نے بہت مدد کی۔اس اخبار نے روس میں سیاسی اور نظریاتی میدانوں کے اندر زبردست اثرات ڈالے۔اِس نے اُس وقت موجود بہت مقبول نظریہ ''اکانومزم'' کا تو سمجھو بھٹہ بٹھا دیا تھا۔اس نے موقع پرستی اور مصلحت پسندی کا بھی نقاب چاک کر دیا اور سب سے بڑی بات یہ کر دی کہ اپنے قارئین کے ذریعے روس کے اندر موجود پارٹی تنظیموں کو متحد کیا۔

یہ کام جب بڑی حد تک ہوگیا تو لینن نے پارٹی کی (دوسری) کانگریس منعقد کرنے کی مہم چلائی تا کہ ''اسکرا'' کے مضامین کے مطابق تنظیمی اور اصولی بنیادوں پر ایک اصل پارٹی بنائی جائے۔(1)

لینن ہمیشہ پارٹی کانگریس کو بہت اہمیت دیتا تھا۔ پارٹی کانگریس کو وہ پارٹی اتھارٹی کا اعلیٰ ترین ادارہ سمجھتا تھا۔اس نے زندگی بھر پارٹی کانگریس کو ایسا موقع گردانا جہاں شخصیات کا وجود نہیں ہوتا، جہاں کچھ بھی چھپایا نہیں جاتا اور جہاں ہر بات کھلے عام کی جاتی ہے۔اس نے کانگریس کو زبردست نظریاتی جدوجہد کا موقع بنائے رکھا۔اسے ڈیلیگیٹوں سے ملنا اچھا لگتا تھا۔ وہ ورکنگ کلاس ڈیلیگیٹوں سے تبادلہء خیال کرنے کے اِس موقع کو بہت اہمیت دیتا تھا۔(2)

کانگریس کے لیے جو آرگنائزنگ کمیٹی بنی، اُس کا سربراہ لینن کو بنایا گیا۔ اِس کمیٹی نے کانگریس کے انعقاد کی زبردست تیاریاں شروع کردیں۔ یہاں تیاری کا مطلب تھا، الف بے سے شروع کرنا۔سب سے بڑی بات یہ تھی کہ اب تک پارٹی پروگرام نام کا کوئی مسودہ ہی موجود نہ تھا اور نہ کوئی آئین ومنشور موجود تھا۔تصور کیجیے کہ یہ کتنا بڑا اور مشکل اور اہم کام تھا۔

لینن پارٹی رولز کے بارے میں مسودہ لکھنے میں جُت گیا۔مکمل ہونے پر اس نے اُسے اسکرا ایڈیٹوریل بورڈ کے سامنے رکھا اور پھر بعد میں کانگریس کے لیے آنے والے ڈیلیگیٹس کو بھی پیش کیا۔ یوں اس نے اس پہ زبردست اور طویل بحثیں چلوائیں۔ایک ایک نکتہ پر طویل تکرار و ترامیم ہوتی رہیں......اور ایسا ہونا بھی چاہیے تھا۔آئین ومنشور تو کسی تنظیم کا بنیادی ڈاکومنٹ ہوتا ہے، بالخصوص کسی انقلابی پارٹی کا تو اِس کے بغیر چلنا ناممکن ہوتا ہے۔

پارٹی کی یہ دوسری کانگریس جولائی اگست 1903ء میں منعقد ہوئی۔ اس کی ابتدا برسلز کے ایک فلور مل کے گودام میں ہوئی۔ جو اندر سے چوہوں سے بھرا ہوا تھا اور اس کے باہر روس اور بلجیم کے جاسوس ریوڑ کی صورت موجود تھے۔ پولیس نے دو ڈیلیگیٹ پکڑ لیے اور ملک بدر کردیے تو پھر یہ کانگریس وہاں سے ختم کی گئی اور لندن شفٹ ہوئی۔ وہاں یہ کانگریس اگست تک جاری رہی۔

کانگریس ایک ہی طرح کے لوگوں پر مشتمل نہیں تھی۔(3) اس میں ایک طرف اسکرا والے تھے،تو دوسری طرف ''دی اکانومسٹ'' نامی دھڑے کے ڈیلیگیٹ بھی موجود تھے۔

اس دوسری پارٹی کانگریس میں کل 43 ڈیلیگیٹ شامل تھے۔ جب کہ 1898ء میں والی پہلی کانگریس میں صرف نو افراد شامل تھے۔کروپسکایا نے ''لینن کی یادداشتوں'' میں لکھا کہ اس کانگریس کے کل سینتیس سیشنز ہوئے۔(4)

کانگریس نے اسکرا کی جانب سے پیش کردہ پارٹی پروگرام منظور کرلیا۔اس پروگرام کے دو حصے تھے: ایک میکسی مم (زیادہ سے زیادہ) پروگرام اور ایک مِنی مم (کم سے کم) پروگرام۔

میکسی مم پروگرام ورکنگ کلاس پارٹی کے اہم ترین مقصد سے متعلق تھا: یعنی سوشلسٹ انقلاب برپا کرنا۔ بہت اختلافات اور بحث مباحثہ کے بعد لینن کو اولین کامیابی ملی اور وہ ''پرولتاریہ کی انقلابی ڈکٹیٹرشپ'' کی بات منوانے میں کامیاب ہوا۔اسی طرح اس نے کانگریس کو اس بات پہ بھی قائل کرلیا کہ کسانوں کو پرولتاری کلاس کا اتحادی قرار دیا جائے۔

منی مم پروگرام میں یہ طے پایا کہ پارٹی کا فوری مقصد ایک ڈیموکریٹک انقلاب کے ذریعے بادشاہ کا تختہ الٹنا ہے اور اُس کی جگہ ایک ڈیموکریٹک ری پبلک قائم کرنا ہے۔اُس ڈیموکریٹک ری پبلک کے اندر کام کے اوقات 8 گھنٹے ہوں، دیہات میں سرف ڈم کی ساری باقیات ختم ہوں اور جاگیرداروں کی جانب سے کسانوں کی ہتھیائی زمین کسانوں کو واپس ہو۔

یہ بہت بڑی کامیابی تھی۔اِس لیے کہ کارل مارکس اور فریڈرک اینگلز کے انتقال کے بعد بین الاقوامی مزدور تحریک کی تاریخ میں پہلی بار ایک انقلابی منشور اپنایا گیا جس میں پرولتاریہ کے اقتدار کے لیے جدوجہد کو مزدور طبقے کا بنیادی ہدف قرار دیا گیا۔

کانگریس کی کاروائی کے دوران ایک گرما گرم مباحثہ اُس وقت ہوا جب لینن اور اس کے ساتھیوں نے قوموں کے حقِ خوداختیاری کا نکتہ پیش کیا۔لینن چاہتا تھا کہ مزدور طبقہ قومی جبر کے خلاف آواز اٹھائے۔اُس کی رائے تھی کہ قومی جبر کے معاملے میں مزدوروں کو کبھی بھی حکمران کلاسز کا شریکِ کار نہیں ہونا چاہیے۔

بالآخر اُس کی یہ بات بھی منظور ہوگئی۔

پارٹی ممبر شپ کے معیار کی بات بھی اہم ترین مباحثے کا باعث بنی۔ اس حوالے سے لینن نے ڈیموکریٹک سنٹرل ازم کا اصول متعارف کرایا۔ یعنی اوپر کے اداروں کی نچلے اداروں پر بالادستی۔

اس کے ساتھ ساتھ اس بات بھی جھگڑا پڑا کہ پارٹی ممبر بننے کی شرائط کیا ہوں۔ لینن کے قریب ترین ساتھی مارٹوف نے اس سلسلے میں یہ تجویز پیش کی کہ، ہر وہ شخص پارٹی ممبر بن سکتا ہے جو:

1۔ پارٹی پروگرام تسلیم کرے

2۔ پارٹی کی مالی مدد کرے

3۔ پارٹی تنظیموں میں سے ایک کی ''ہدایات'' پہ کام کرنے پہ تیار ہو۔

لینن پہلی دو شرائط سے تو متفق تھا مگر تیسری بات پہ اُس نے شدید اختلاف کیا۔ اُس نے تیسرے نکتے کو یوں پیش کیا: ''پارٹی تنظیموں میں سے ایک میں ذاتی طور پر کام کرے''۔(5)

مطلب یہ کہ لینن کا مؤقف تھا: وہی شخص پارٹی ممبر ہو سکتا ہے جو پارٹی کے پروگرام کو تسلیم کرتا ہو، پارٹی کو مالی طور پر مدد دیتا ہو اور اُس کی تنظیموں میں سے ایک میں ذاتی طور پر حصہ لیتا ہو۔(6)

بحث مباحثہ سے کوئی بھی قائل نہ ہوا تو آخر میں اس معاملے پہ ووٹنگ ہوئی۔ کانگریس نے مارتوف کے حق میں فیصلہ دے دیا: 28 بہ مقابلہ 22۔ یعنی چھ ووٹوں کی اکثریت سے کانگریس نے پارٹی رولز پر مارتوف کی تجویز کی منظوری دی۔

کانگریس کے ایجنڈے کا آخری نکتہ پارٹی کے راہ نما اداروں کے انتخابات کا تھا۔ یعنی ایڈیٹوریل بورڈ اور سنٹرل کمیٹی۔

ایڈیٹوریل بورڈ کی تشکیل میں لینن جیت گیا۔ اُس نے ایڈیٹوریل بورڈ میں چھے کی بجائے تین ممبر رکھنے کی تجویز دی اور اپنے علاوہ صرف پلیخانوف اور مارتوف کے شامل ہونے کی تجویز پیش کی۔ مگر مارتوف تین کے بجائے بورڈ کے سابق چھے ارکان کو شامل کرنے کی وکالت کر رہا تھا۔ کانگریس نے اسکرا ایڈیٹوریل بورڈ سے پال ایکسلروڈ، الیگزنڈر پوٹریسوف اور ویرا زاسولچ کو

ہٹا دیا اور لینن کی تجویز پر تین ممبروں کا ایڈیٹوریل بورڈ رہنے دیا گیا۔ یعنی مرکزی آرگن (رسالہ) چلانے کے لیے پلیخانوف، لینن اور مارٹوف چنے گئے۔

اسی طرح کانگریس نے پارٹی کی سنٹرل کمیٹی کی تشکیل کے بارے میں بھی لینن کی تجویز منظور کی۔ وہ یہ تھی کہ سنٹرل کمیٹی پختہ کار اور مستحکم انقلابیوں پہ مشتمل ہو۔

مگر مارٹوف نے کانگریس کے ایڈیٹوریل بورڈ والے فیصلے کو ماننے سے انکار کر دیا اور اعلان کیا کہ وہ کانگریس کے منتخب کردہ ایڈیٹوریل بورڈ میں کام نہیں کرے گا۔ پارٹی میں ٹوٹ پھوٹ صاف نظر آ رہی تھی۔(7)

اور یوں یہ پارٹی ٹوٹ گئی۔ الگ ہونے والوں کا نام مانشویک (اقلیت) پڑ گیا اور دوسروں کا بالشویک (اکثریت)۔ اس قدر گڑبڑ تھی کہ مخالفین نے کروپسکایا کی لکھی رپورٹ بھی پیش نہ کی جو اُس نے ''اسکرا'' تنظیم پہ لکھی تھی۔

وہ ''اسکرا'' گروپ جو پوری کانگریس کے دوران بالادست رہا، بالآخر بکھر گیا۔ بہت مشکلوں سے بنائی گئی تنظیم گروہ بندی کے سامنے ڈھیر ہوگئی۔ کروپسکایا اور لینن ''بالشویکوں'' کے ساتھ رہ گئے۔ باقی سارے لیڈر الگ ہو گئے۔

مانشویکوں نے اپنا ''اسکرا'' بھی الگ کر دیا اور اس کا نام ''نیا اسکرا'' رکھ دیا۔

المختصر، 1903ء کی کانگریس میں بالشویک فتح مند ہو کر نکلے۔ گو کہ پارٹی ممبر شپ کی ڈیفی نیشن پہ انھیں شکست ہوئی مگر دوسرے معاملات پہ وہ جیت گئے، بشمول پارٹی کے ڈھانچے کے۔ (8)

کروپسکایا اور لینن اس پھوٹ میں صفِ اول میں شامل تھے۔ دونوں کے فیصلے کسی صلاح مشورے پہ نہیں بل کہ ٹھوس انقلابی شعور کے ساتھ ہو رہے تھے۔

اور جب اس کانگریس کے بعد لینن کی قیادت میں پارٹی کی اصل بنیاد پڑی تو لینن نے اگلے تین سال تنظیم کے اپنے تصور پر مکمل طور پر وقف کیے۔(9)

*****

مانشویکوں کے مسلسل پروپیگنڈہ اور فکری کنفیوژن پھیلاتے رہنے کے خلاف اٹل جنگ کرنے کی ضرورت تھی ۔ پارٹی اور روس کی انقلابی تحریک کے لیے مانشویزم سے خطرے کی وضاحت ضروری ہوگئی تھی۔چناں چہ یہ طریقہ رہ گیا کہ لینن سیدھا سیدھا عوام کو مخاطب کرے۔ لینن نے یہ کام اپنی کتاب ''ایک قدم آگے، دوقدم پیچھے'' کے ذریعے کیا جو مئی 1904ء میں شائع ہوئی۔(10)

ایک قدم آگے، دوقدم پیچھے

لینن کی یہ کتاب 1903ء کی پارٹی کانگریس کے بارے میں تھی۔یہ کتاب فروری سے مئی 1904 تک کے دوران لکھی گئی۔یہ ایک طرح سے اِس پارٹی کانگریس کی کاروائی کے منٹس پر مشتمل کتاب ہے ۔کانگریس کے موضوعات ، اس کی بحثیں ،قرار دادیں ، اختلافات ، اتفاقات ، اکھاڑ پچھاڑ ، الجھنیں، سلجھنیں ۔کانگریس تو ایک طرح سے نظریات کا ملاکھڑا ہوتی ہے ۔

اس کتاب کا اصل نام ہے:''ایک قدم آگے، دوقدم پیچھے (ہماری پارٹی میں بحران)''۔

اس کتاب میں پارٹی کانگریس کے دوران ابھرنے والے اختلافات کا تفصیلی ذکر موجود ہے۔اِس میں ہونے والی سیاسی ،نظریاتی اور تنظیمی بحثوں پہ لینن نے اظہارِ خیال کیا۔اِن بحثوں کے نتیجے کیا نکلے،اس کی تفصیل دی۔اسی طرح اُس نے موقع پرستوں کی علیحدگی تک کا سارا احوال لکھا۔لینن نے اس کانگریس میں بالآخر پارٹی کی بالشویک (اکثریت) اور مانشویک (اقلیت) میں تقسیم ہونے تک کی وجوہات لکھیں۔کانگریس کے فوراً بعد مانشویکوں کی مذموم حرکتوں کو کوسا۔

لینن پارٹی کی کانگریس کی اہمیت پہ بہت زور دیتا تھا۔''کیا زبردست چیز ہے ہماری کانگریس! ایک آزاد اور کھلی جدوجہد۔رایوں کا اظہار ہوا۔مختلف سوچیں آگے آئیں۔گروپ ظہور پذیر ہوئے۔ہاتھ بلند ہوئے۔ایک فیصلہ لیا گیا۔ایک مرحلہ گزر گیا۔آگے!......یہی زندگی ہے۔یہ دانش وروں کی بے اختتام، اکتا دینے والی لفظ بازی نہیں ہے جو جب بھی اختتام پذیر ہوتی ہے تو اس وجہ سے نہیں کہ معاملہ حل ہوگیا بل کہ اس لیے کہ وہ مزید بولنے سے تھک گئے ہیں......''(11)

اس کتاب میں اہم ترین موضوع انقلاب، انقلابی پارٹی اور پارٹی ورکر تھے۔اگر ہم پارٹی ورکر سے بات شروع کر کے انقلاب تک جائیں تو پڑھنے والے کی تفہیم کے لیے کچھ آسانی رہے گی۔

پارٹی ممبر:

* ایک پارٹی ممبر وہ ہوتا ہے جو پارٹی کے ٹیکٹکس والی لائن کو عمل میں لے جائے۔(12)
* لینن ہر ہڑتال کرنے والے کو پارٹی ممبر نہیں سمجھتا تھا۔
* وہ پارٹی ممبر کو شعور، ڈسپلن اور جمہوریت کی تفہیم اور پابندی کا نمونہ بنانا چاہتا تھا۔اس نے لکھا کہ ترقی یافتہ ورکرز کو محتاط نظر رکھ کر ''ناگزیر'' تنازعات کو، اور رایوں کے ''لازمی'' کشمکش کو الزامات ،سازشوں، جھگڑوں اور غیبتوں میں پست ہونے سے بچانا چاہیے۔(13)
* انقلابی ایک نشان زدہ شخص ہوتا ہے۔اس کے کوئی ذاتی مفادات، معاملات یا احساسات نہیں ہوتے ،کوئی ذاتی تعلقات نہیں ہوتے ،کوئی چیز اُس کی نہیں ہوتی ،حتیٰ کہ نام بھی۔اس کے اندر ہر چیز ایک واحد اور بلاشرکتِ غیرے ایک منزل ہوتی ہے، ایک واحد سوچ ،ایک واحد جذبہ؛ وہ ہے انقلاب۔''(14)
* ایک انقلابی مارکسزم کو بے ہودہ بنانے سے واضح طور پر قطع تعلق کی نمائندگی کرتا ہے۔
* ایک انقلابی کو کبھی پتہ نہیں ہوتا کہ کب اُس کی جسمانی قوتوں کا امتحان ہو۔جیل میں، یا جیل سے فرار ہونے میں۔

انقلابی پارٹی:

کوالی ٹے ٹِو طور پر خوب ترقی یافتہ ممبروں والی انقلابی پارٹی کے لیے لینن نے کچھ بنیادی باتیں کیں:

* اُس کی نظر میں ایک انقلابی پارٹی صرف اُسی وقت اپنے نام کے شایانِ شان ہوگی جب یہ ایک انقلابی طبقے کی تحریک کی واقعتاً راہ نمائی کرے۔(15)
* پرولتاری پارٹی ورکنگ کلاس تنظیم کی سپریم صورت ہوتی ہے، ورکنگ کلاس کی ہراول اور لیڈر

ہوتی ہے۔

* اپنی اس کتاب میں لینن نے پارٹی کو مزدور طبقے کا اہم ہتھیار قرار دیا۔

* پارٹی عوام کی صحیح راہ نمائی اُسی وقت کر سکتی ہے جب اُس کی تنظیم ڈیموکریٹک سنٹرل ازم کے اصول پر کی جائے۔اوپر کے اداروں کی نچلے اداروں پر بالا دستی۔(16)

* پارٹی کو اگلے انقلابی ہدف تیار کرتے ہوئے سرگرم رہنا ہوگا۔

* مقامی تنظیموں کو برائے نام نہیں بل کہ پارٹی کی حقیقی اور اصل تنظیمی یونٹ بنانے کے لیے اَن تھک کام کی ضرورت ہے۔یہ دیکھنا کہ سارے بلند تر سٹینڈنگ باڈیز منتخب ہوں، جواب دِہ ہوں اور واپس لیے جانے کے تابع ہوں۔(17)

* پارٹی معاملے کو زندگی میں اولیت دینے کی اُس کی تھیوری نے دنیا میں انقلابی پارٹیوں سے متعلق کنفیوژنوں کو دور کر دیا۔اس نے انقلاب سے قبل، انقلاب کے دوران اور انقلاب کے بعد ایک انقلابی پارٹی کے رول کو واضح کر دیا، اُس کی اندرونی ساخت سے متعلق درست راہ دکھائی۔

* فطری طور پر حتیٰ کہ تصور میں بھی سب سے بڑی اور سب سے عمدہ پارٹی انقلاب نہیں ''لا'' سکتی۔انقلاب تو ایک مقبول عوامی فیصلہ ہوتا ہے جو اُن کی جدوجہد سے آتا ہے۔ہاں یہ درست ہے کہ ایک موجودہ صورت حال میں پرولتاریہ اسی انداز میں ردِعمل کرتا ہے جس انداز میں کہ پارٹی نے اسے اس کے طبقاتی مقاصد کے بارے میں بتایا ہوتا ہے۔

ہم نے بعد میں دیکھا کہ اگر پرولتاری پارٹی اس قدر منظّم نہیں ہے کہ درست اور مناسب کلاس پالیسی یقینی بنا سکے، تو انقلاب سے پہلے تو مشکلات ہوتی ہی ہیں۔مگر اصل تباہی انقلاب کے دوران آجاتی ہے۔وہ اس لیے کہ انقلابی صورت حال کے وقت بے شمار لوگ انقلاب کی حمایت میں آجاتے ہیں اور یہ وہ زمانہ ہوتا ہے جب یہ نئے حمایتی مدد کے بجائے کنفیوژن لاتے ہیں۔

* پارٹی نے پرولتاریہ کو نظریاتی، ٹیکٹیکل، میٹریل اور تنظیمی اہداف کے لیے تیار کرنا ہوتا ہے جو کہ فوری اور تیز انقلابی صورت حال میں لازماً اُبھر آتے ہیں۔

انقلاب:

* سوشلسٹ انقلاب کا اُس وقت تک سوال ہی نہیں پیدا ہوتا جب تک کہ عوام الناس بورژوازی کے خلاف کھلے طبقاتی جدوجہد میں طبقاتی طور پر باشعور اور منظّم نہ ہو جائے اور تربیت یافتہ اور علم یافتہ نہ ہو جائے۔(18)

لینن کی کتاب ''ایک قدم آگے، دو قدم پیچھے'' کو ٹراٹسکی سمجھ نہ پایا۔اُس نے جواب میں لکھا کہ اگر لینن نے کبھی بھی اقتدار سنبھالا تو ''پرولتاریہ کی ساری انٹرنیشنل تحریک کو سنجیدگی کے ایک انقلابی ٹریبونل کی طرف سے موردِ الزام کیا جائے گا اور مارکس کا شیر جیسا سر، گلوٹین کے نیچے الگ ہونے والا پہلا سر ہوگا''۔ٹراٹسکی نے یہ بھی لکھا کہ لینن جب پرولتاریہ کی ڈکٹیٹر شپ بولتا ہے تو اس کا اصل مطلب ہوتا ہے: ''پرولتاریہ پہ ڈکٹیٹر شپ۔''(19)

کچھ ہی عرصے بعد جنیوا میں ایک میٹنگ ہوئی۔وہاں ٹراٹسکی بھی لینن کے خلاف، مارتوف کے ساتھ ہو گیا۔بالآخر پلیخانوف نے ایڈیٹوریل بورڈ کو سابقہ صورت میں بحال کر دیا۔یعنی ایکسلراڈ، پوتریسوف، مارٹوف اور زاسولیچ کو ''کانگریس'' کے فیصلے کے برخلاف دوبارہ ایڈیٹوریل بورڈ میں ڈال دیا۔لینن نے اُس فیصلے کو ماننے سے انکار کر دیا اور دسمبر 1903ء کو اُس نے اپنا استعفیٰ پلیخانوف کو دیا:

''میں حتمی طور پر قائل ہوں کہ آپ اس نتیجے پر آجائیں گے کہ مانشویک ممبروں کے ساتھ کام کرنا ناممکن ہے۔میں ''اسکرا'' کی ایڈیٹری سے استعفیٰ دیتا ہوں۔مستقبل کے نتائج کی ذمہ داری آپ پر ہوگی۔''

مگر کروپسکایا نے اسکرا کی سیکریٹری کے عہدے سے استعفیٰ نہیں دیا۔اس لیے کہ خفیہ خط وکتابت میں پورے روس اور یورپ کے قارئین کو تنہا نہیں چھوڑا جا سکتا تھا۔وہ تو بعد میں منشویکوں نے اُسے استعفیٰ دینے پر مجبور کیا۔کروپسکایا نے پارٹی کمیٹیوں میں روابط برقرار رکھنے کا کام جاری رکھا۔اس نے انقلابی اشاعتوں بشمول ''وپریڈ'' اور ''پرولتاری'' میں لکھنے کو جاری رکھا۔

پارٹی کے مرکزی ترجمان اخبار ''اسکرا'' پر اپنا قبضہ جما کر منشویکوں نے اس میں لینن، بالشویکوں اور اِس دوسری کانگریس کے فیصلوں کے خلاف لکھنا شروع کر دیا۔لینن کے پاس کوئی

باقاعدہ اخبار نہ تھا۔لہٰذا اس کا پارٹی پہ کوئی اثر نہیں رہ گیا تھا۔ مانشویکوں (بالخصوص پلیخانوف) نے اسکرا میں لینن کے کتابچہ ''کیا کیا جائے؟'' پر سخت حملہ کیا۔لینن کو''آٹوکریٹ'' کہا جو''بیوروکریٹک سنٹرلائزیشن'' قائم کرنا چاہتا تھا۔اُس نے لینن کو فارملسٹ،زہریلا،ضدی اور تنگ نظر کہا۔

ٹراٹسکی بھی لینن پہ اپنے حملے جاری رکھے ہوئے تھا۔اُس نے لینن کو''آمر اور ٹیرراسٹ کہا جو پارٹی کی سنٹرل کمیٹی کو''ایک پبلک سیفٹی کمیٹی''میں بدلنے کی کوشش میں ہے تاکہ وہ رابسپائرے کا رول پلے کرسکے۔''

لینن ایک زبردست انسان تھا۔وہ جذبات کو سیاسی اصولوں کی راہ میں آنے نہ دیتا تھا۔ وہ ایسے لوگوں سے اصولوں کی بنا پر جدا ہوتا تھا جو اُس کی شاموں کی سیر کے ساتھی ہوتے تھے،شطرنج کا کھیل ساتھ کھیلتے تھے یا شکار کے ساتھی تھے۔

ایک فیصلہ کن موڑ 1904ء کے بہار میں آیا۔فروری سے لینن کے حامیوں کا ایک گروپ مصالحت پر زور دینے لگا تھا۔لینن نے اُن سے بھی قطع تعلق کرلیا۔کمپرومائز سے انکار کردیا۔

جولائی اور اگست تک مخالفین کو سنٹرل کمیٹی پر پوری برتری حاصل ہوگئی۔اس طرح اس آخری جگہ بھی اس کا اثر ختم ہوگیا۔ساتھ میں بین الاقوامی سوشلسٹ کمیونٹی بھی اس سے الگ ہوگئی۔

ستمبر میں تو روزالگزمبرگ نے بھی تحریری طور پر اُسے''الٹراسنٹرل ازم'' اور''اوورسیئری رجحان سے بھرا'' قرار دے دیا اور یہ کہ اُس کے اصول' تحریک کو ترقی دینے کی بجائے اسے ''باندھ'' رہے تھے۔اس کی توجہ''پارٹی کی سرگرمیوں کو زیادہ ثمردار بنانے سے زیادہ اس پر کنٹرول کرنے'' پہ تھی۔

اس سے بھی بری بات یہ ہوئی کہ کاؤتسکی نے لینن کا جواب چھاپنے سے انکار کردیا۔

لینن بالکل اکیلا رہ گیا۔

لینن نے اس آئی سولیشن کا مقابلہ کیا۔اُس بحرانی زمانے میں لینن کے لیے کروپسکایا کا موقف ایک نعمت تھی۔

یہاں کروپسکایا اور لینن کو کچھ نئے اتحادی ملے۔مثلاً فلاسفر اور پروپیگنڈہ کا ماہر بُغدانوف۔اُن لوگوں نے دسمبر 1904ء میں جینوا سے اپنا اخبار''وپریڈ'' یعنی فارورڈ (بلوچی میں ''دیما'') جاری کیا۔یہ اخبار بالشویکوں کا تنظیمی مرکز بنا۔ظاہر ہے کروپسکایا ہی اُس کی سیکرٹری تھی۔ پھر وہی کوڈ نام،وہی نقلی ایڈریس......کروپسکایا بہت توجہ سے اپنا کام کرپاتی تھی اس لیے کہ اسے مخالفین پہ شخصی حملے نہیں کرنے پڑتے تھے۔وہ ماسوائے ٹراٹسکی اور ایسٹ مین کے کسی کے ساتھ تحریر میں نہیں الجھی۔

لینن کو اندازہ تھا کہ مانشویکوں سے مستقل علیحدگی اب لازمی ہوگئی:''یا تو سچے آہنی ڈسپلن سے ہم اُن سب لوگوں کو باہم جوڑلیں گے جو جنگ شروع کرنا چاہتے ہیں اور اِس چھوٹے مگر مضبوط پارٹی سے''نیو اسکرا'' اور اُس کے بے جوڑ عناصر کی گرتی ہوئی عفریت کو کچل ڈالیں گے۔یا پھر ہم اپنے رویے سے دکھادیں گے کہ ہم قابلِ توہین فارملسٹوں کے بہ طور مٹ جانے کے مستحق ہیں۔''

''ایک قدم آگے دو قدم پیچھے'' کے اختتامی جملے یوں ہیں:

''اقتدار کے لیے سٹرگل میں پرولتاریہ کے پاس تنظیم کے علاوہ کوئی ہتھیار نہیں ہے۔ بورژوا دنیا میں انارکی والے مقابلے کے قوانین کی وجہ سے غیر متحد،کیپٹل کے لیے جبری مشقت سے تباہ کردہ،حتمی محرومی،سفاکانہ جہالت اور ذلت''نچلی تہوں'' تک لگاتار دھکیلا ہوا پرولتاریہ محض مارکسزم کے اصولوں پر اپنی نظریاتی وحدت کے ذریعے اور تنظیمی میٹریل اتحاد سے مضبوط کردہ ایک ناقابلِ تسخیر قوت بن سکتا ہے اور وہ یقیناً بنے گا۔''

انقلاب نمبر ایک......آدھا کامیاب،آدھا ناکام

منا پارٹی کے اندر مانشویک نامی موقع پرستوں کے گروہ کے ساتھ سنگین نظریاتی و سیاسی مناقشے کے اِن سارے جنگی لمحوں میں لینن کی صحت تباہ ہوگئی تھی۔اس اعصابی جنگ میں اُس کی نیند اور بھوک دونوں اڑ گئی تھیں۔بس ایک اچھی بات یہ تھی کہ اس جدوجہد میں خاندان ساتھ تھا۔اس کی

باشعور اور سیاسی بہنیں، اس کی ماں اور سیاست میں اُس کی ہم پلہ شریکِ حیات، کروپسکایا۔ ایک غیر معمولی انقلابی فرد کا یہ غیر معمولی انقلابی خاندان بہت زبردست طریقے سے باہم جڑا ہوا خاندان تھا۔

مگر لینن کی ساری جلاوطنیوں میں نہ تو ماں، ساتھ تھی اور نہ بہنیں۔ بڑے بھائی کو ویسے ہی پھانسی کی رسی نے چاٹ لیا تھا۔ لہٰذا ایک واحد ہستی کروپسکایا تھی جو اُن سارے رشتوں کی نمائندہ تھی...... محبوبہ اضافی اور حاوی رشتہ تھا۔ وہی خاندان کے لوگوں سے رابطہ کا ذریعہ تھی اور وہی لینن کے فیصلہ ساز اور فیصلہ زدہ دماغ کا سکون تھی۔

منشویکوں سے معرکے کے نتیجے میں بہت ہی تھکا ہوا لینن کروپسکایا کی رفاقت میں ستانے اور خود کو بحال کرنے دور پہاڑی علاقے چلا گیا۔ کروپسکایا کہتی ہے: ''اردگرد کی تبدیلی، پہاڑ کی ہوا، تنہائی، خود کو جسمانی طور پر خوب تھکا دینے اور اچھی نیند نے لینن پہ حیرت انگریز بحالی کا کام کیا۔ اس نے اپنی پرانی قوت اور وہی پرانی روح اور پرانی خوش مزاجی دوبارہ حاصل کی۔''

اسی اثنا میں کروپسکایا اور لینن کا مؤقف نوجوانوں میں آہستہ آہستہ پھیلتا گیا۔ بالخصوص دو کتابیں ''کیا کیا جائے؟'' اور ''ایک قدم آگے دو قدم پیچھے'' اُن کے خیالات کی بہترین ترجمان بن گئی تھیں۔ چناں چہ روس میں کروپسکایا کے رابطے کے لوگوں اور کمیٹیوں میں اُن کی حمایت بڑھتی گئی۔ لینن اُس وقت محض 34 سال کا تھا۔

ہمارے ہاں چوں کہ انگریز سے لے کر آج تک انسانوں کی حکومت آئی ہی نہیں، کالونیل ذہنیت کے بھیڑیا صفت لوگ عوام پہ حکم رانی کرتے رہے، اسی لیے جو کوئی بھی سرکار مخالف ہو ہم اُس کی عزت وغیرہ کرتے ہیں۔ یہ تمیز کیے بغیر کہ وہ شخص خود کیسا ہے؟ ہو بہو ویسا تو نہیں جس طرح کی کہ موجودہ سرکار ہے؟ کئی بار عوام دشمن لوگ بھی عوام دشمن حکومت سے جیل اور پھانسی کی سزا پاتے رہتے ہیں۔ اس لیے ضروری نہیں کہ ہر جیل جانے والا یا ہر پھانسی چڑھنے والا شخص انسان دوست ہو، روشن خیال ہو، یا، انقلابی ہو۔

روس میں بھی تاریخ نے یہی مذاق کیا۔ سوشلسٹ ریولیوشنری پارٹی کے نام کی ایک نئی سیاسی پارٹی نمودار ہوئی تھی۔ اُس کا لیڈر برِشکونسکی چھے بار جیل جا چکا تھا اور اس نے بیس برس

سائبیریا جلاوطنی جھیلی تھی اور یہ انقلابی نہیں بل کہ ایک ٹیرر اِسٹ پارٹی تھی جو وزیروں گورنروں کو قتل کرتی تھی۔ اس کا جلاوطن اخبار بھی تھا اور روس کے اندر بھی اس کے پرنٹنگ پلانٹ تھے۔

لینن والوں کی پارٹی کا نام اُس زمانے میں روسی سوشل ڈیموکریٹ لیبر پارٹی ہوا کرتا تھا۔ لینن اور اُس کی پارٹی اس نئی سوشلسٹ ریولیوشنری پارٹی کے سخت خلاف تھی۔

روس، بادشاہ کی طرف سے احمق ترین جاہ پرستی کا اکھاڑا بن چکا تھا۔ ناامیدی کی تاریکی چہار اطراف چھائی ہوئی تھی۔ ایسے ماحول میں اس طرح کے واقعات ہو جاتے ہیں جن سے پوری بشر کی تقدیریں بدل جاتی ہیں۔

مثلاً یہ دیکھیے کہ 1904ء میں روس کی جاپان کے ساتھ تباہ کن جنگ ہوئی۔ اِس میں ایک لاکھ سے زائد روسی فوجی ہلاک اور زخمی ہوئے۔ بالآخر روسی فوجوں نے جاپان کے آگے ہتھیار ڈال دیے۔ روس کو جاپان سے ایک شرم ناک صلح کرنا پڑی۔ اس جنگ میں شکست نے زار بادشاہ اور اس کے حکم ران ٹولے کو حواس باختہ کر دیا اور یہیں روس نے اُس کے خلاف بغاوت کر دی۔ اس کی شکست ہوگئی۔ جس پہ لینن نے کہا تھا کہ ''یہ مطلق العنانی کی شکست کی شروعات ہے۔''(20)

یہاں ایک اور عجیب بات ہوئی تھی۔ 1904ء میں روسی بادشاہ نے مزدوروں کو مصروف رکھنے کے لیے ''یونین آف رشین ورکرز'' بنوالی۔ اس یونین نے بادشاہ کا وفادار ہوتے ہوئے مزدوروں کے معاشی حقوق کی بات کرنی تھی۔ پادری، گاپون کو اس کا سربراہ بنایا گیا۔ ظاہر ہے کہ یہ خفیہ نہیں بل کہ قانونی تنظیم تھی، ایک پاکٹ تنظیم!(21)

اتوار، 22 جنوری 1905ء میں اِسی پادری گاپون کی قیادت میں سینٹ پیٹرس برگ کے فیکٹری مزدور بادشاہ کے محل تک ایک پُرامن جلوس کی شکل میں گئے۔ اُن کے بال بچے بھی ساتھ تھے۔ انھوں نے بادشاہ کی تصویریں، علامات اور بینر اٹھا رکھے تھے۔ احتجاج نہیں، درخواست، آہ، فریاد۔ اُن کے پاس بادشاہ کے نام جو درخواست تھی۔ وہ یوں تھی:

''اے ہمارے شہنشاہ! ہم سینٹ پیٹرس برگ کے مزدور، ہماری عورتیں اور بچے، ہمارے بوڑھے ماں باپ تیرے پاس حق اور اعانت کے طلب گار ہو کر آئے ہیں۔ ہم غریب اور

مظلوم ہیں، ہم کو نا قابلِ برداشت سختیوں کا سامنا کرنا ہوتا ہے، ہم طرح طرح کی ذلت سہتے ہیں۔ ہمارے ساتھ انسانوں کا برتاؤ نہیں کیا جاتا۔ ہم نے یہ سب اب تک صبر سے برداشت کیا لیکن ہم روز بروز مفلسی میں ڈوبتے جا رہے ہیں۔ ہمارے نہ کچھ حقوق ہیں اور نہ ہم میں کچھ تعلیم ہے ۔ہم مطلق العنانی اور ظلم کے شکار ہیں۔ ہمارے صبر کا پیمانہ چھلک رہا ہے۔ وہ خوف ناک وقت آ چکا ہے کہ ہم ایسی مصیبت سہنے سے مرجانا بہتر سمجھتے ہیں۔''(22)

اس جلوس میں ایک لاکھ چالیس ہزار افراد شامل تھے ۔اتوار کا دن تھا اور اِن غریب لوگوں نے بادشاہ کے سامنے پیش ہونے کی توقع میں اپنے پاس موجود بہترین لباس پہن رکھے تھے۔جلوس کے آگے آگے پادری گاپون تھا۔

مگر بادشاہ نے اُن سے پیار نہیں کیا۔اُس نے اُن کی بات نہیں سنی ۔بل کہ بغیر کسی اشتعال اور وجہ کے، اُس نے اِن پُر امن اور غیر مسلح لوگوں کے جلوس پر گولی چلوادی۔اس جلوس کے ہزاروں افراد نے سپاہیوں کی فائرنگ سے اپنی صفوں کو لاشوں میں بدلتے دیکھا۔ یک دم حیرانی!! 70افراد ہلاک ہوئے اور پانچ ہزار زخمی۔(23)اسی لیے اسے ''خونی سنڈے'' کہتے ہیں۔

''خونی سنڈے'' کی قصاب گیری نے دنیا کو ہلا کر رکھ دیا۔ملک بھر میں غصہ اور غم پھیل گیا۔ان ہی دنوں دنیا کی عمدہ ترین امیریکن ڈانسر محترمہ ایسا ڈورا ڈنکن کو پرفارم کرنے روس کی دعوت ملی ہوئی تھی۔وہ 22 جنوری کے قتلِ عام کے دوسرے ہی دن دارالحکومت داخل ہوئی تھی:

''میں نے اپنا سامان نوکرانی کے ساتھ ٹرین پہ چھوڑ کر ایک گھوڑے والا ٹانگا کیا اور اسے ہوٹل یوروپا چلنے کو کہا۔ میں روس کی سیاہ صبح صادق کو بالکل تنہا ہوٹل کی طرف رواں تھی جب اچانک میں نے ایک منظر دیکھا۔ یہ منظر ایڈ گرایلن پو کے تصور میں کسی بھی خوف ناک صورت کے برابر تھا۔

''یہ ایک طویل جلوس تھا جو میں نے فاصلے سے دیکھا۔ یہ سیاہ اور ماتمی ہوتا آ رہا تھا۔ وہاں آدمی اپنے اوپر کے وزن سے دبے ہوئے اور ہلکان تھے۔ یہ میتوں کا بوجھ تھا۔ایک کے بعد دوسری۔ ٹانگے والے نے اپنا دوڑتا گھوڑا چلنے کی حد تک آہستہ کر لیا اور وہ جھکا اور اپنے سینے پر صلیب بنائی۔ میں نے دہشت بھری مبہم صبح صادق کو دیکھا۔ میں نے کوچوان سے پوچھا کہ کیا ماجرا

ہے؟ گو کہ مجھے روسی نہیں آتی تھی۔مگر وہ مجھے سمجھانے میں کام یاب ہو گیا کہ یہ پچھلے دن یعنی ہلاکت آمیز 22 جنوری 1905ء کو سرما محل کے سامنے گولیوں سے قتل کردہ مزدور ہیں۔اس لیے کہ وہ غیر مسلح، بادشاہ کے پاس اپنی پریشانیوں میں مدد مانگنے آئے تھے......اپنے بیوی بچوں کے لیے روٹی کی مدد کے لیے۔ میں نے کوچوان کو ٹانگا روکنے کا کہا۔آنسو میری آنکھوں سے بہنے لگے اور میرے گالوں پہ جمنے لگے۔ یہ مغموم اور نہ ختم ہونے والا جلوس گزرتا رہا۔

''مگر وہ اتنی سویر کیوں انھیں دفن کرتے ہیں؟''

''اس لیے کہ دن کو یہ میتیں زیادہ انقلاب پیدا کر سکتی ہیں۔شہر کو یہ منظر دن کے وقت دکھانے کا نہ تھا۔''

میرا گلا رندھ گیا۔لامحدود حقارت آمیز غصہ کے ساتھ میں ان غم زدہ غریب محنت کشوں کو دیکھتی رہی جو اپنے شہیدوں کی میتیں اٹھائے جا رہے تھے۔

''اے صبح کے نشان کے بغیر اندھیر و غم ناک شب!
اے غریب لڑکھڑانے والوں کا درد بھرا جلوس
اے بہت روتی ہوئی آنکھیں اور غریبوں کے مشقت سے کھردرے ہاتھ
اپنے خستہ حال سیاہ چادر کے ساتھ دباتے ہوئے
اپنے مُردوں کے ساتھ ساتھ ہچکیاں اور ماتم......
دونوں طرف چلتے ہوئے گارڈز پُشتہ بنائے ہوئے

''اگر میں نے یہ منظر نہ دیکھا ہوتا تو میری زندگی مختلف ہوتی ۔ وہاں لگتا تھا کہ میں نے اِس نہ ختم ہونے والے جلوس کے سامنے، اِس ٹریجڈی کے سامنے محکوموں کی خدمت کرنے کا عہد کر لیا۔آہ، اب میری ساری ذاتی محبت، خواہشیں اور مصائب کتنے چھوٹے لگ رہے تھے! حتیٰ کہ میرا آرٹ بھی کس کام کا اگر وہ ایسوں کی مدد کا نہ ہو۔آخر میں آخری میت گزر گئی۔کوچوان حیرت سے مڑا اور میرے آنسوؤں کو دیکھتا رہا۔اس نے پھر صابر ٹھنڈی سانس کے ساتھ خود پہ صلیب بنائی اور

گھوڑے کو ہوٹل کی طرف چلنے کی چابک ماری۔

''میں اپنے محل نما کمرے میں داخل ہوئی اور اپنے خاموش بستر کے اندر پھسل گئی۔ وہاں میں روتے روتے سوگئی۔ مگر اُس صبح کی ترس، اور پریشان کن غصہ نے اس روز کے بعد میری زندگی پہ اثر ڈالنا تھا۔''(24)

اِس قتلِ عام کے بعد کے شدید جذباتی ردِعمل نے جلد ہی پوری قوم کو اپنی لپیٹ میں لیا۔ بادشاہ کے خلاف مقبولِ عام غصہ، دکھ، اور ہتک کا وسیع اظہار ہونے لگا۔ صرف صنعتی مزدور نہیں بل کہ مڈل کلاسز، پروفیشنل تنظیمیں، دانش ور، الغرض پوری روسی سوسائٹی غصے سے بھر گئی۔ مزدوروں کے ان جلوسوں کا نعرہ تھا: آمریت مردہ باد۔''

دوسری طرف، اس ''خونی سنڈے'' کی خبریں چوبیس گھنٹے کے اندر اندر جنیوا پہنچیں جہاں لینن جلاوطنی بھگت رہا تھا۔ لینن اس نتیجے پر پہنچا کہ زارشاہی کی چولیں ہلنے لگی ہیں۔ جنیوا میں موجود سارے انقلابی جلاوطن جمع ہوئے اور اس ابھار پہ تبادلہء خیال کرنے لگے۔ لینن واضح خیالات کے ساتھ سامنے آیا۔ اُس نے لکھا: ''مزدور طبقے نے خانہ جنگی میں ایک زبردست سبق حاصل کیا۔ پرولتاریہ کی انقلابی تنظیم نے اس ایک دن میں اس قدر ترقی کی جو کہ وہ بدکاری' بے لطفی اور ذلت کی موجودگی میں مہینوں سالوں میں نہیں کرسکتی تھی۔ یہاں سارے طبقات کھل کر سامنے آ گئے اور پہلی بار ایک طبقاتی جدوجہد کے بڑے پیمانے کے اظہار کے در کھلے۔''

جلاوطن لینن کی ساری توجہ روس پر مرکوز تھی۔ وہ براہِ راست پارٹی کمیٹیوں کی رہ نمائی کر رہا تھا، ان کو خطوط لکھتا رہا اور تفصیلی ہدایات دیتا رہا کہ شروع ہونے والے انقلاب کے حالات میں کس طرح کام کرنا چاہیے۔ بالشویکوں کی کمیٹیوں کے بیورو کے ایک ممبر م۔ن لیادوف نے لکھا کہ:

''مجھے اکثر غیر قانونی طور پر بیرونِ ملک جانا پڑتا تھا۔ ہفتے بھر کے لیے جانا، لینن کو ساری خبریں بتانا، اُس سے ہدایات، احکام اور مشورے لینا اور پھر واپس آ کر ''بالشویکوں کی کمیٹیوں کے بیورو'' کے کامریڈوں کو بتانا اور ہمیشہ ہمیں اس پر حیرت ہوتی کہ کتنی صحت کے ساتھ جنیوا میں بیٹھ کر لینن ساری صورت حال کا اندازہ لگا لیتا تھا۔''(25)

1905-1907ء کے برسوں کو سال ہائے انقلاب کہتے ہیں۔ لینن نے لکھا: ''9 جنوری 1905ء انقلابی پرولتاری توانائی کے عظیم الجثہ ذخائر دکھاتا ہے اور یہ یک وقت تنظیم کی حتمی ناکافی پن بھی۔''

بالشویکوں نے ہر ممکن طریقے سے ہتھیار روس بھیجے مگر یہ سب کچھ کم تھا۔

لینن نے لکھا: ''اس طرح کے کام میں جس سب سے آخری چیز کی ضرورت ہوتی ہے، وہ ہے منصوبہ اور لڑاکا کمیٹی کے فرائض اور حقوق کے بارے میں بحث و مباحثہ۔ میں یہ سن کر دہشت زدہ ہو جاتا ہوں، مکمل طور پر دہشت زدہ ہو جاتا ہوں کہ لوگ چھ ماہ سے زائد عرصے کے لیے بموں کی بات کرتے رہے ہیں مگر ابھی تک ایک بھی بم نہ بنا...... اور یہ باتیں عالم لوگ کرتے ہیں...... نوجوانوں کی طرف جائیے حضرات! وہ واحد بچاؤ کی صورت ہے۔ وگرنہ، میری بات گرہ میں باندھیے، آپ تاخیر کر جائیں گے اور خود کو ''سائنسی'' سمجھوتوں' منصوبوں کے نقشوں، منصوبوں اور عمدہ نسخوں کے ساتھ پائیں گے، مگر کرنے کو کچھ نہ ہوگا......''

20 جنوری 1905ء کو حکام نے کیف، وارسا، خارکوف اور کازان یونیورسٹیاں بند کردیں۔ 4 فروری کو گورنر جنرل ماسکو کو قتل کیا گیا۔ 15 مارچ کو وارسا پولیس ڈائریکٹر کو بم مار کر زخمی کردیا گیا۔ 3 اپریل کو لیتھویا کا ایک علاقہ مارشل لا کے حوالے ہوا۔ 11 مئی کو باکو کے گورنر کو قتل کیا گیا۔(26)

اس زلزلہ ناک صورت حال میں روس کے اندر موجود ہر سیاسی مکتبہ فکر اپنی میٹنگیں، کانفرنسیں اور کانگریسیں منعقد کرنے پہ مجبور ہوا۔ معاملات تھے: 1905ء کے انقلاب کی ناکامی کے اسباب، بادشاہت کے خاتمے کے لیے لائحہ عمل، عارضی انقلابی حکومت کے قیام کی ضرورت۔

ریفرنسز

1۔لینن۔سلیکٹڈ ورکس۔انگلش ایڈیشن۔ماسکو۔1947ء۔والیوم 1۔صفحہ 273

2۔سروس۔لینن،اے بائیوگرافی۔۔۔صفحہ 170

3۔اونچکین۔۔۔لینن مختصر۔۔۔۔صفحہ 53

4۔کروپسکایا۔میمائرز آف لینن۔صفحہ 72

5۔ایلن وُڈ۔دی اوریجن آف رشین ریوولیوشن۔1861-1917,1987-Routledge لندن اینڈ نیو یارک۔صفحہ 29

6۔سائمن۔۔۔لیننز پارٹی۔صفحہ 33

7۔کروپسکایا۔۔۔Rem۔سال1905

8۔کاٹی ٹُورین۔فارگاٹن لائیوز۔صفحہ 46

9۔اونچکین اور دوسرے۔لینن۔۔۔۔صفحہ 54

10۔ایضاً۔صفحہ 63۔

11۔اونچکین/انصاری۔ظ۔لینن۔2004ء۔بک ہوم۔لاہور۔صفحہ 41

12۔سائمن۔۔۔انڈر لینن۔صفحہ 58

13۔ایضاً۔صفحہ 60

14۔ایضاً۔صفحہ 35

15۔ایضاً۔صفحہ 37

16۔لینن۔سلیکٹڈ ورکس۔جلد 1۔صفحہ 398

17۔سائمن۔۔۔انڈر لینن۔صفحہ 51

18۔ایضاً۔صفحہ 37

19۔ڈیوڈ شب۔اے بائیوگرافی۔۔۔صفحہ 84

20۔کمیونسٹ پارٹی کی تاریخ۔صفحہ 70

21۔ڈیوڈ شب۔اے بائیوگرافی۔صفحہ 94

22۔کمیونسٹ پارٹی کی تاریخ۔صفحہ 74

23۔ڈیوڈ شب۔اے بائیوگرافی۔صفحہ 95

24۔ایساڈورا ڈنکن۔مائی لائف۔فری ایڈیٹوریل۔صفحہ 100

25۔اونچکین۔۔۔لینن مختصر سوانح عمری۔۔۔صفحہ 65

26۔لوئی فشر۔دی لائف آف لینن۔صفحہ 48

پارٹی کی تیسری کانگریس

(اپریل،1905ء)

خونی سنڈے کے گھمبیر واقعات پہ غور وخوض کرنے کے لیے پارٹی نے (تیسری) پارٹی کانگریس بلانے کا فیصلہ کیا۔ چناں چہ پارٹی کی تیسری کانگریس 12 اپریل 1905ء میں لندن میں منعقد ہوئی۔

راز داری اس قدر تھی کہ آج تک اُس ہال کا نام کسی کو معلوم نہیں ہوسکا جس میں یہ کانگریس ہوئی تھی۔ یہ بالشویکوں کی پہلی کانگریس تھی۔ مانشویکوں نے اس میں شرکت سے انکار کر دیا حالاں کہ اُن کو مدعو کیا گیا تھا۔ انھوں نے اپنی الگ کانفرنس جنیوا میں منعقد کی۔ لینن نے اس موقع پر کہا: ''دو کانگریسیں ......دو پارٹیاں''۔(1)

بالشویکوں کی اِس کانگریس نے انقلاب کے تمام بنیادی مسائل پر غور کیا۔ لینن کو کانگریس کا صدر منتخب کیا گیا۔ اس نے بہ راہِ راست اس کی کارروائی کی رہ نمائی کی۔ اُس نے کئی رپورٹیں پیش کیں، تقریریں کیں اور بنیادی تجاویز تیار کیں۔ اس نے مسلح بغاوت کی حمایت کی، ایک عبوری حکومت کا نعرہ دیا اور جاگیرداروں سے اُن کی زمین چھین کر اسے کسانوں کو دینے کی بات کی۔(2)

اس کانگریس میں زبردست بحثیں ہوئیں۔ حتیٰ کہ کروپسکایا کے بہ قول اس میں کچھ متشدد جھگڑے بھی ہوئے۔(3)

کانگریس نے پارٹی کے قواعد وضوابط کی پہلی شِق منظور کر لی جو لینن نے پارٹی کی ممبری کے بارے میں تیار کی تھی۔ اُسی وقت سے یہ شق ایک اہم ترین لیننی تنظیمی اصول کے بہ طور پارٹی کے قواعد وضوابط میں شامل ہو گیا۔(4)

کانگریس میں پارٹی کے لیے نیا اخبار منظور کیا گیا۔ لینن کو پارٹی کے اس مرکزی ترجمان اخبار ''پرولتاری'' کا ایڈیٹر مقرر کیا گیا۔(5)

یہ گویا موجودہ طرز کی کمیونسٹ پارٹیوں کی بنیاد رکھنے والی اولین تاریخی کانگریس تھی۔ اس کانگریس میں پہلی بار لینن نے مشاہدہ کیا کہ آنے والے انقلاب میں ہم ایک بورژوا ریپلک قائم کرنے پہ رُک نہیں جائیں گے۔(6)

لینن نے اپنی پارٹی کے پرولتارینا ئزیشن کے معاملے پر مضبوط ترین مداخلتیں کیں۔ ایک ڈیلی گیٹ کی اِس بات پر لینن نے زوردار تالیاں بجائیں کہ کمیٹیوں میں داخلے کی شرائط ایسی تھیں کہ مزدور عملی طور پر اُن سے باہر ہوں۔(7) لینن نے کہا، ''جب یہاں کہا جا رہا تھا کہ کمیٹیوں میں بیٹھنے کے لیے کوئی مزدور فٹ نہیں ہے تو میں اپنی نشست پر بہ مشکل بیٹھ پاتا ہوں۔''(8)

1905ء کی اس لندن کانگریس کے بعد لینن نے روس میں اپنے حامیوں سے اپیلوں کو دگنا کر دیا کہ وہ نئے حالات سے فائدہ اٹھا کر پارٹی تنظیموں کو وسیع کر دیں۔ آپ کو سیکڑوں سرکلز ''منظّم کرنے، منظّم کرنے اور منظّم کرنے'' کو یقینی بنانا چاہیے۔ آپ کو روایتی معنی خیز کمیٹی جیسی درجہ وار احمقیوں کو مکمل طور پر پس پشت دھکیلنا چاہیے۔ یہ جنگ کا وقت ہے۔ یا تو آپ سارے پرتوں کے بیچ انقلابی کام کے لیے ہر جگہ نئی، جوان، تازہ اور توانا جنگی تنظیمیں بنائیں یا آپ کمیٹی بیوروکریٹوں کے نورانی تاج پہنے پستی میں جائیں گے۔(9)

روسی انقلاب کی تاریخ سے باخبر ہونے کے لیے یہ بھی ضرور یاد رکھیے کہ ستمبر 1905ء میں ماسکو میں روس کی اولین لبرل پارٹی قائم ہوئی تھی۔ اس کا نام ''کانسٹی چیوشنل ڈیموکریٹک پارٹی'' ہوا۔ جس کا مخفف تھا: کاڈٹ۔(10) اس ''کاڈٹ پارٹی'' کا آئندہ برسوں کے واقعات میں بار بار ذکر آئے گا۔

ایک اور دلچسپ واقعہ: 1905ء کی اسی بالشویک کانگریس کو جرمنی کے بزرگ کمیونسٹ ببیل نے ایک خط بھیجا: ''بچو! کیا تم صلح نہیں چاہتے؟ میں یعنی ببیل آپ اور مانشویکوں کے بیچ اپنی مصالحت کی پیشکش کرتا ہوں۔'' یہ خط لینن کے نام تھا۔ لینن وہ خط کانگریس میں لایا اور کانگریس نے اعلان کیا: ''ہم اپنے کامریڈ ببیل کی بہت عزت کرتے ہیں۔ مگر اس مسئلے پر کہ اپنے ملک میں بادشاہ اور بورژوازی کے خلاف کس طرح لڑائی کی جائے، ہم اجازت چاہتے ہیں کہ اپنی رائے پر چلیں۔ ہمیں یہ اجازت بھی دیجیے کہ ہم مانشویکوں سے اسی طرح نمٹیں جس طرح کہ بورژوازی کے یہ ایجنٹ مستحق ہیں۔(11)

ایک اور عجیب بات بھی نوٹ کرنے کی ہے۔ وہ یہ کہ فل ٹائم صحافی ہونے کے باوجود دنیا نے ابھی تک نہ مارکس کو صحافی کے بہ طور دیکھا اور نہ لینن کو۔ اگر لینن کی جلاوطنی کے برسوں کو دیکھا جائے تو وہ سارے سال اخبارات یعنی اسکرا، اوپیریڈ، پرولتاری او بالآخر پراودا پر ہی خرچ ہوئے۔

کروپسکایا 1905ء سے 1908ء تک پارٹی سنٹرل کمیٹی کی سیکریٹری رہی۔

ریفرنسز

1-اونیچکین ---لینن مختصر---صفحہ 66

2-ایضاً-صفحہ 66

3-سائمن ---لینن ازم انڈر لینن-صفحہ 84

4-اونیچکین ---لینن مختصر---صفحہ 67

5-ایضاً-صفحہ 67

6-زینوویف-این-جی-Lenin His life and works - جنرل ورکرز یونٹ آف O.B.U آف ٹورنٹو-سال نہ دارد-صفحہ 19

7-سائمن ---لینن ازم انڈر---صفحہ 85

8-ایضاً-صفحہ 85

9-اونیچکن ---لینن---صفحہ 76

10-ڈیوڈ شب ---اے بائیوگرافی-صفحہ 95

11-زینوویف ---لینن، ہز لائف اینڈ---صفحہ 20

پہلا انقلاب معمولی نہ تھا!

مارچ 1905ء کو ایک مضمون میں لینن نے ''پرولتاریہ اور کسانوں کی جمہوری ڈکٹیٹر شپ'' کا اپنا تصور پیش کیا۔ اگلے ماہ اپریل میں اس نے اپنے اس نظریے کو تفصیل کے ساتھ ایک پمفلٹ میں بیان کیا۔ عنوان تھا: ''پرولتاریہ اور کسان کا انقلابی جمہوری ڈکٹیٹر شپ'' ۔مگر اس نظریے کی سب سے ترقی یافتہ صورت 1905ء کا وہ کتابچہ تھا جو اُس نے کانگریس کے بعد جنیوا جا کر کانگریس کی اہمیت اور اس کے فیصلوں کے بارے میں لکھا تھا۔ اس کا نام تھا: ''سوشل ڈیمو کریسی کے دو ٹیکٹکس اور ڈیموکریٹک انقلاب''۔ یہ کتاب جولائی 1905ء میں شائع ہوئی۔ یہ ایک خوب صورت تحریر ہے جس میں دنیا کا یہ بڑا مدبر مارکسزم کا اپنے ملک روس میں اطلاق کر رہا ہے۔ اس لاجواب تخلیق میں لینن نے اس انقلاب کے سارے مسائل پر روشنی ڈالی جو شروع ہو چکا تھا۔ اُس نے اس انقلاب میں پارٹی کے فریضوں کا تعین کیا۔(1)

اس کتاب میں اس نے مان شویکوں کے ٹیکٹیک کا بالشویکوں کے ٹیکٹکس سے موازنہ کیا۔ مان شویکوں نے لبرل بورژوازی کے ساتھ مصالحت کی لائن لی تھی۔ جب کہ بالشویکوں نے ورکنگ کلاس کو اپنی قوت بنایا اور اُسے بادشاہت کے خلاف مسلح بغاوت تک مصمم ترین اور ناقابلِ مصالحت سٹرگل کرنے کا رہنما طبقہ جانا۔

لینن نے ''دو ٹیکٹکس'' نامی اس کتاب میں لکھا کہ زار بادشاہت کا خاتمہ کرنا ضروری

ہے۔''......جب تک اقتدار زار کے ہاتھوں میں رہے گا، کسی بھی نمائندوں کا کوئی بھی فیصلہ خالی خولی بات رہے گی۔ یہی کچھ مارکس نے نا ترسی کے ساتھ لبرل فرینکفرٹ لبریٹرز پہ طنز انڈیلتے ہوئے کہا تھا کہ وہ عمدہ الفاظ بولتے تھے، ہر طرح کے ڈیموکریٹک ''فیصلے'' لیتے تھے، ہر طرح کی آزادیاں قائم کرتے تھے مگر حقیقت میں اقتدار بادشاہت کے ہاتھوں میں رہنے دیا اور بادشاہت کی فوجوں کے خلاف مسلح جدوجہد منظّم نہیں کی۔''

لینن نے مارکس ازم کی تاریخ میں پہلی بار سامراج کے دور میں بورژوا جمہوری انقلاب کی وضاحت کی۔ اُس انقلاب کی خصوصیتوں، اس کی محرک قوتوں اور امکانات کے معاملات کی تشریح کی۔ لینن کے خیال میں پرولتاریہ کو بورژوا انقلاب کی مکمل فتح میں دلچسپی تھی کیوں کہ ایسی فتح سوشلزم کی جدوجہد کو قریب اور ہموار بناتی ہے۔(2)

لینن نے کہا: ''مارکسزم نے مزدور طبقے کو یہ تعلیم دی ہے کہ وہ بورژوا انقلاب سے نہ صرف کنارا کشی اور بے رخی اختیار نہ کرے اور بورژوازی کو اُس کی رہنمائی نہ کرنے دے بلکہ اس میں خود نہایت سرگرمی سے حصہ لے، نہایت مستقل مزاجی سے مزدور طبقے کی جمہوریت حاصل کرنے کے لیے جدوجہد کرے اور انقلاب کو کامیاب اختتام تک پہنچائے۔''

''ہم کو یہ نہیں بھولنا چاہیے کہ اس وقت سوشلزم حاصل کرنے کا مکمل سیاسی آزادی اور جمہوری ری پبلک سے بہتر نہ تو کوئی ذریعہ ہے اور نہ کبھی ہوسکتا ہے۔''

لینن نے وضاحت کی کہ مسلح بغاوت زار کی آمریت ختم کرنے کے لیے فیصلہ کن ذریعہ ہے۔ فتح یاب بغاوت کو بورژوا اقتدار قائم نہیں کرنا چاہیے جیسا کہ ماضی کے انقلابوں میں ہوا تھا بلکہ انقلابی جمہوری ڈکٹیٹر شپ قائم کرنا چاہیے جو پرولتاریہ اور کسانوں کا اقتدار ہے۔(3)

اِس کتاب میں لینن نے انقلاب کے بارے میں مارکسی تعلیم کو نئے خیالات سے مالا مال کیا۔ اس کتاب کی خاص تاریخی اہمیت اس بات میں ہے کہ اس نے منشویکوں کی حکمتِ عملی کو مکمل شکست دی اور روسی مزدوروں کے ہاتھ میں ایک نیا ہتھیار دیا جس سے وہ بورژوا ڈیموکریٹک انقلاب کو بڑھانے کے لیے، اور بادشاہت کو ختم کرنے کے لیے تیار ہو گئے۔

اُس نے روسی انقلاب پر اس بات کی اہمیت بھی جتادی کہ بورژوا انقلاب کو سوشلسٹ انقلاب میں تبدیل کر دینا ضروری ہے۔ اس کے علاوہ اس کتاب کی اہمیت اس بات میں بھی ہے کہ اس نے مارکسزم کے نظریاتی ذخیرے میں انقلابی حکمتِ عملی کا اضافہ کیا اور بالشویک پارٹی کی اس حکمتِ عملی کی بنا ڈالی جس کی مدد سے 1917ء میں جا کر روس کے مزدور طبقے نے بورژوازی پر فتح پائی۔

اس کتاب کی اشاعت کے دو مہینے بعد لینن نے ایک مضمون لکھا جس کا عنوان تھا: ’’کسانوں کی تحریک کی طرف سوشل ڈیموکریٹوں کا رویہ‘‘۔

*****

اِسی دوران بادشاہ لڑکھڑانے لگا۔ ’’خونی سنڈے‘‘ نے احتجاجوں کے گویا بند توڑ دیے تھے۔ کسان ویسے ہی برباد ہو چکے تھے۔ بدترین قحط سالی تھی۔ اُن کی بے چینی حد سے بڑھ کر تھی۔ اسی طرح ٹریڈ یونینیں دھڑا دھڑ بننے لگیں۔ حتیٰ کہ سول سرونٹس، ویٹروں اور بے روزگاروں کی ٹریڈ یونینیں بھی قائم ہو گئیں۔ سیاسی پارٹیاں نمودار ہونے لگیں۔ شہر شہر صنعتی ہڑتالیں پھیلتی گئیں۔ مئی کے ماہ میں ایک نایاب و بے نظیر مظہر سامنے آیا...... ’’سوویت‘‘ قائم ہونے لگے۔ یہ مقامی طور پر مقامی حکومت کو سنبھالنے کے لیے نچلے سماجی طبقات کا ایک منتخب ادارہ تھا۔ لفظ سوویت ’’کونسل‘‘ کا روسی نعم البدل لفظ ہے۔ سب سے پہلے یہ سوویت ایوانووو۔ ووزنی سینسک میں قائم ہوا۔ اور پھر یہ وبا کی طرح روس بھر میں پھیل گیا۔ ہر جگہ مزدور کسی بڑی تقریروں والے اجتماعات کے بغیر یہ متبادل نوخیز انتظامی ادارہ قائم کرتے گئے۔ کسی بھی دوسرے ملک میں اب تک ایسی تنظیمیں ظہور میں نہیں آئی تھیں۔ لینن نے ان کو بڑی اہمیت دی۔ اُسی وقت اس نے پیش بینی کی کہ سوویتوں کا مستقبل عظیم ہے۔ دیر یا سویر وہ محنت کشوں کے ریاستی اقتدار کی صورت اختیار کر لیں گی۔ لینن کی یہ پیش بینی پوری طرح صحیح ثابت ہوئی۔

زیرِ زمین سیاسی پارٹیاں کھلے عام کام کرنے لگیں۔ زارشاہی کے جنگی ستون یعنی فوج میں بھی تزلزل پیدا ہو گیا۔ جون 1905ء میں بحیرۂ اسود کے بیڑے کے جنگی جہاز ’’پوتیومکن‘‘ پر ملاحوں نے بغاوت کر دی۔ لینن نے اس بغاوت کو بڑی اہمیت دی۔(4)

اکتوبر 1905ء کے شروع میں ملک بھر کی ریلوں پر ہڑتال ہو گئی۔ ڈاک اور تار کا کام

بھی بند ہو گیا۔ روس کے مختلف شہروں میں مزدوروں نے بڑے بڑے جلسے کیے اور کام بند کرنے کا فیصلہ کیا۔ اکتوبر کی یہ سیاسی ہڑتال ملک بھر کی ہڑتال بن گئی جس میں دُور دُور کے اضلاع اور ہر طبقے کے مزدوروں نے حصہ لیا۔ ملک بھر کی زندگی مسدود ہو گئی اور حکومت لاچار ہو گئی۔ اِس عام سیاسی ہڑتال کا نعرہ بالشویکوں نے دیا تھا۔

اکتوبر کی عام ہڑتال نے مزدور تحریک کی طاقت دکھا دی۔ خوف زدہ بادشاہ اس بات پر مجبور ہوا کہ 17 اکتوبر 1905ء کو وہ ایک اعلان نامہ یا مینی فیسٹو جاری کرے۔ اس اعلان نامے نے شہری آزادی کے بنیادی حقوق مثلاً تحریر، تقریر اور تنظیم کی آزادی کو اٹل بنا دینے کا وعدہ کیا۔ اس میں اس بات کا بھی وعدہ کیا گیا کہ ایک قانون ساز اسمبلی ’’دوما‘‘ قائم کی جائے گی اور ہر طبقے کو رائے دہندگی کا حق ہو گا۔(5)

17 اکتوبر کا یہ اعلان نامہ عوام کو دھوکا دینے کی ایک ترکیب تھی۔ تا کہ بادشاہت کو دم لینے کی مہلت مل جائے۔ سیدھے سادھے آدمیوں کو طفل تسلی دی جائے اور یوں انقلاب کو کچل دیا جائے۔

لینن اِس چال کو سمجھ گیا۔ اُس نے خبردار کیا کہ بادشاہ کے وعدوں پر اعتبار نہیں کرنا چاہیے۔ پرولتاریہ کا فرض انقلاب کو آگے بڑھانا اور عوام کو مسلح بغاوت کے لیے تیار کرنا ہے۔ لینن وقفہ لیے بغیر اس انقلاب کو جاری رکھنے کے حق میں تھا۔

1905ء کے انقلاب کی تیاریوں کے زمانے میں کروپسکایا روس کے اندر ’’انڈر گراؤنڈ‘‘ کام کرنے والے کامریڈوں میں بہت مشہور ہوئی۔ وہ اُن کے ساتھ خفیہ خط و کتاب کی انچارج تھی۔ اُس کا کام کوڈ الفاظ میں خطوط لکھنا اور دوسروں کے لکھے ہوئے خطوط کے کوڈ جملوں کو ڈی کوڈ کرنا تھا۔

نومبر 1905ء کے اوائل میں لینن روس واپسی کے لیے سوئٹزر لینڈ سے روانہ ہوا۔ وہ جاسوسوں اور پولیس والوں سے چھپتا ہوا سٹاک ہوم کے راستے سے 7 اور 8 نومبر کو سینٹ پیٹرس برگ پہنچا۔ وہ پانچ سال سے روس نہیں آیا تھا۔ جب گیا تھا تو ایک نوجوان ایجی ٹیٹر اور آرگنائزر تھا،

اب لوٹا تو بالشویکوں کا لیڈر تھا۔(6)

روس واپسی پہ اس نے اپنی ان تھک انقلابی سرگرمیاں شروع کیں۔لینن نے مرکزی اور سینٹ پیٹرس برگ بالشویک کمیٹی کے کام کی نگرانی کی، ماسکو اور پیٹرس برگ میں پارٹی میٹنگوں اور کانفرنسوں میں تقریریں کیں، پارٹی ورکروں سے ملاقاتیں کیں اور بالشویک اخباروں کے لیے مضامین لکھے۔

نومبر 1905ء میں جلاوطنی سے واپسی پر لینن نے لکھا:'' ہماری پارٹی زیرِ زمین کام کرتے ہوئے منجمد ہوگئی ہے۔زیرِ زمین کام سے اس کا دم گھٹ گیا ہے۔یہ بہت ضروری ہوگیا ہے کہ بہت سے قانونی اور نیم قانونی پارٹی تنظیمیں قائم کی جائیں۔''(7)

اس کا ایسے مواقع کے لیے ایک بہت ہی خوب صورت تجزیاتی پیرا گراف یہاں دینا ضروری ہے:

''ہم خوش نما تصورات میں نہیں رہتے۔یہ بات میری طرف سے ساتھیوں کو بتا دو۔ہم سنجیدہ طور پر حقیقت پسند لوگ ہیں۔کسی کو بھی یہ خوش فہمی نہیں ہونی چاہیے کہ ہم لازماً جیت جائیں گے۔ہم اب تک بہت کم زور ہیں۔مگر یہ محض فتح کا سوال نہیں ہے۔ہم آمریت کی بنیاد ہلانے اور عوام الناس کو حرکت میں لانے کے لیے شورش کا ابھار چاہتے ہیں۔یعنی ہمارا کام عوام الناس کو اپنے کاز کی طرف کھینچنا ہے۔یہی اہم نکتہ ہے۔یہ بات کہ ''ہم نہیں جیت سکتے'' لہٰذا شورش اور ابھار کی ضرورت نہیں ہے، بزدلوں کی بات ہے جن کے ساتھ ہمیں کوئی تعلق نہیں رکھنا چاہیے۔''

لینن کے روس پہنچنے کے دس دن بعد کروپسکایا بھی جرمنی، سویڈن اور فن لینڈ کے راستے جلاوطنی سے روس واپس روانہ ہوگئی۔اُس زمانے کا عوامی موڈ دیکھیں:''ریل کے ڈبوں میں گفت گو اونچی اور جذباتی تھی۔میں فن لینڈ والے ایک ایکٹوسٹ سے باتوں میں لگ گئی جو انقلاب کی کامیابیاں بیان کر رہا تھا۔اس نے کہا،''ہم نے سارے جاسوسوں کو گرفتار کر کے جیل میں ڈال دیا ہے۔''ایک جاسوس جو کہ میرا پیچھا کر رہا تھا اور ہر وقت میرے ساتھ ساتھ رہتا تھا، میں نے اس کی طرف معنی خیز نظروں سے دیکھ کر کہا،''مگر ان جاسوسوں کی جگہ اور آجائیں گے۔''فن لینڈ والا بات

سمجھ گیا اور چیخ پڑا۔''ارے، کسی پر شک پڑے تو بس آپ بتا دیں۔ہم اُسے اِسی وقت گرفتار کر لیں گے۔''اگلے ہی سٹیشن پر میرا جاسوس اٹھا اور باہر چلا گیا۔اس کے بعد میں نے اسے نہیں دیکھا۔''

لینن نے گرفتاری سے بچنے کے لیے یہ عرصہ فن لینڈ میں گزارا۔اُس زمانے میں فن لینڈ تھا تو روس کا حصہ مگر وہ ذرا سی خود مختاری رکھتا تھا اور پیٹرس برگ کی بہ نسبت محفوظ تھا۔لینن وہاں جھوٹی شناخت کے ساتھ ہی رہا۔درمیان درمیان میں وہ پیٹرس برگ، ماسکو اور حتیٰ کہ بیرونِ ملک سٹاک ہوم، کوپن ہیگن، لندن، سٹٹ گارٹ وغیرہ کے سفر کرتا رہا جہاں وہ پارٹی کی سرگرمیوں یا میٹنگوں میں شرکت کرتا۔یہ سارے سفر بھی خفیہ ہوتے، نقلی ناموں اور نقلی پاسپورٹوں والے سفر۔اور عموماً خطرناک خفیہ راستوں سے رات کی تاریکی میں ہوتے۔

لینن بالشویک اخبار''نووایا ژیزن''(نئی زندگی) کی رہ نمائی کرتا تھا۔وہ اس کے لیے بہت لکھتا۔اُس کے یہ صاف اور گہرے مضامین پارٹی تنظیموں کے روزمرہ کے کام کے لیے ہدایت کا درجہ رکھتے تھے۔

اخبار میں شائع شدہ لینن کے ایک مضمون''پارٹی کی تنظیم اور پارٹی کا لٹریچر''نامی مضمون کو خاص اہمیت حاصل ہے۔اس میں لینن نے لکھا:''ادب کو پارٹی کا ادب ہونا چاہیے۔بورژوا اخلاق کے مقابلے میں، بورژوا کاروباری اور بیوپاری پریس کے مقابلے میں، کیریئر ازم، انفرادیت، نوابانہ نراج اور نفع خوری کی مہم کے حامل بورژوا ادب کے مقابلے میں سوشلسٹ پرولتاریہ کو پارٹی لٹریچر کے اصول کو آگے بڑھانا چاہیے۔''(8)

دسمبر 1905ء میں ماسکو میں مسلح بغاوت روسی انقلاب کی معراج تھی۔9 دنوں کے اندر اندر ہزاروں مسلح مزدوروں نے پولیس اور فوج کے خلاف ایک بہادرانہ جدوجہد کی۔میکسم گورکی نے جو اُس زمانے میں ماسکو میں تھا، اپنے ایک خط میں مزدور طبقے کی ایثار بھری جدوجہد کو بہت سراہا۔اس نے 10 دسمبر کو لکھا:''میں ابھی باہر سے لوٹا ہوں، ساندونوفسکی حمام، نکولائفسکی ریل وے اسٹیشن، سمولینسکی بازار اور کودرین سڑک پر لڑائی ہو رہی ہے، زوروں کی لڑائی! توپیں گرج رہی ہیں...... یہ کل دو بجے دن کو شروع ہوئی تھی، ساری رات جاری رہی اور آج بھی متواتر گونج ہو رہی

ہے......زبردست کامیابی ہے! سڑکوں پر ہر جگہ فوجیوں اور پولیس والوں کو نہتا کیا جارہا ہے...... مزدوروں کا رویہ حیرت انگیز ہے!''

پریسنیا میں خاص طور سے گھمسان کی لڑائی ہوئی۔ ماسکو کے بعد نیژنی نووگورود، روستوف بردون، نواروسیسک، یکاتیرینوسلاف، اوفا، کراسنویارسک، چیتا اور دوسرے شہروں میں بھی بغاوتیں بھڑک اٹھیں۔

لیکن یہ سب سرگرمیاں غیر متحد اور کافی غیر منظّم تھیں۔ چناں چہ زار شاہی نے ان کو سختی سے دبا دیا۔ 1905ء کا یہ انقلاب ناکام ہوا۔

یہ تو معلوم بات ہے کہ انقلاب صرف ناکام نہیں ہوتے بل کہ نتیجے میں بہت سے انقلابیوں کے سر بھی قلم ہوتے ہیں۔ چناں چہ یہاں بھی وہی کچھ ہوا۔ انقلابیوں کی اموات ہوئیں۔ جیلیں اور عقوبت خانے بھر گئے اور پارٹی کے اندر نا امیدی اور شکست خوردگی پیدا ہوئی۔ دوسری طرف سرکاری ادارے مضبوط ہوئے اور رجعتی فکر حاوی ہوگئی۔

مگر لینن نے اسے انقلاب کی ناکامی مانا ہی نہیں۔ اسی لیے اس نے کوئی سینہ کوبی بھی نہیں کی۔ اُس نے تو اسے اگلی فتح کے لیے ایک سبق بنا ڈالا۔ واقعتاً اس انقلاب نے پرولتاریہ کی جدوجہد کی صلاحیت کو نہیں توڑا۔

لینن نے دو طریقے سے اس کو دیکھا۔ ایک تو اُس نے بغاوت کے اچھے پہلو کی طرف لوگوں کو خوب متوجہ کیے رکھا۔ مگر ساتھ میں لینن نے اس کی تنظیم کی خامیوں کو بھی بیان کیا۔ اس نے بتایا کہ زیادہ عزم کے ساتھ ہتھیار استعمال کرنے چاہیے تھے اور لڑائی کو دفاعی نہیں بل کہ حملہ کرنے والی ہونا چاہیے تھا۔ فوجیوں کی ہم دردیاں اپنی طرف جیتنی تھیں اور اس عام جدوجہد میں کسانوں کی شرکت کی ضمانت حاصل کرنی تھی۔

لینن نے بعد میں زور دے کر لکھا: ''بغیر ایسے، عام ریہرسل کے جیسا کہ 1905ء میں ہوا تھا، 1917ء کے انقلاب، چاہے وہ فروری کا بورژوا انقلاب ہو یا اکتوبر کا پرولتاری انقلاب، ممکن نہ ہوتے۔''(9)

اِس ناکام انقلاب کے وقت لینن کی عمر 34 برس تھی۔

روس کا آخری بادشاہ نکولس دوم (1894-1917ء) 1905ء کی انقلابی لڑائی کے نتیجے میں اسمبلیوں کے لیے انتخابات کرانے پر مجبور ہوا۔ مگر اس میں بھی بادشاہ کو اختیار حاصل تھا کہ وہ اس پارلیمنٹ یعنی، دوما کو مع آئین ختم کردے۔

بہرحال یہ کمال کا عرصہ تھا۔ واقعات سے بھرپور۔ معاشرہ، تبدیلی کے عظیم ترین درد میں پیچ و خم کھا رہا تھا۔ مارچ 1906ء میں لینن نے لکھا: ''روس یا دنیا بھر کی تاریخ میں کوئی چھے ماہ یا چھے سال کا عرصہ بتا دیں جہاں عوام الناس کی آزادانہ تنظیمیں بنی ہوں جس طرح کہ روس میں انقلابی بگولے کے دوران چھے ہفتوں میں ہوا۔''

ریفرنسز

1-اونچکین۔۔۔لینن۔صفحہ نمبر 68

2-ایضاً۔صفحہ نمبر 68

3-ایضاً۔صفحہ نمبر 69

4-ایضاً۔صفحہ نمبر 72

5-تاریخ کمیونسٹ پارٹی۔صفحہ 99

6-لوئی فشر۔دی لائف آف لینن۔صفحہ 51

7-سائمن۔۔۔انڈر لینن۔صفحہ 48

8-اونچکین۔۔۔لینن۔صفحہ نمبر 75

9-ایضاً۔صفحہ نمبر 101

پارٹی کی چوتھی کانگریس

(1906ء)

روس میں دسمبر 1905ء کی بغاوت کو شکست تو ہوگئی مگر انقلاب فوراً ختم نہیں ہوا۔ انقلاب فوراً ختم نہیں ہوتے۔عوام اتنی جلد پیچھے ہٹنا نہیں گوارا کرتے۔ چناں چہ ہڑتالوں میں کمی نہیں ہوئی، کسانوں میں بے چینی جاری رہی اور بحری بیڑے اور فوج میں انقلابی سرگرمیاں موجود رہیں۔1906ء کی گرمیوں میں ملاحوں اور سپاہیوں کی بغاوتیں ہوئیں۔

لیکن بہرحال دونوں بغاوتیں دبادی گئیں۔(1)

بادشاہت یا آمریت ،یعنی فاشزم جب بہت کم زور پڑتا ہے تو تین چیزوں کا سہارا لیتا ہے: مذہب پرستی، وطن پرستی اور نیشنلزم۔آپ نے غور کیا ہوگا کہ ضیاء الحق نے اسلام کو خوب استعمال کیا۔مشرف اور ٹرمپ نے ''سب سے پہلے پاکستان'' اور ''امریکا فرسٹ'' کا نعرہ لگا لگا کر وطن پرستی کا سہارا لیا۔یہی حال روس کے بادشاہ کا تھا۔روسی نیشنلزم تیزی سے بادشاہ کا آخری سہارا بنتا جارہا تھا۔

سیاست کے افق پہ انتہائی دائیں جانب ایسوسی ایشنیں وجود میں آتی جارہی تھیں۔اُن میں سے ایک ''سیاہ سیکڑے'' تھی جو ''گاڈ، ہولی رشیا، اور بادشاہ'' کے نام پر یہودیوں کا ایک منظّم قتلِ عام کررہی تھی۔روایتی شاوَنزم بغیر تشدد والی شکلیں بھی اختیار کررہی تھی۔حکومت کے آسمانی بازو کے بہ طور آرتھوڈوکس چرچ موجود تھا جو دیگر مذاہب کے ساتھ ساتھ دیگر مسیحی فرقوں کے خلاف

بھی اپنی عدم برداشت ظاہر کرتا رہتا۔

دنیا بھر کے بورژوا دانش وروں کی طرح روس کے دانش وروں کا بھی حال پتلا تھا۔لینن جیسا عقل و دانش کا قدردان بھی اِن دانش وروں کے ساتھ ایک عمومی تنقیدی رویہ رکھتا تھا۔ حالاں کہ لینن تو انقلابی جدوجہد، سیاسی تفہیم اور نظریہ کے ابلاغ میں دانش وروں کے کردار سے خوب آشنا تھا۔مگر اس سب کے باوجود اُس کی تحریروں میں دانش وروں کے خلاف تنقید کی بوچھاڑیں جگہ جگہ ملتی ہیں۔وہ اُن پر تیزابی حملے کرتا تھا۔مثلاً ''دانش وروں کے یہ کمینے، انیمک دانش وران، دانش وروں کا ڈھیلا پن اور کاہل بورژوا انٹیلی جینشیا''......وہ دانش وروں کے اندر موجود پیٹی بورژوا سماجی بنیاد کے حوالے سے خامیاں دیکھتا۔یعنی ڈسپلن کا نام لو تو اُن پہ بخار چڑھ جاتا ہے۔ لینن بجا طور پر ہمیشہ ''بورژوا انٹیلکچوئل انفرادیت پسندی'' کی طرف اپنے ساتھیوں کی توجہ مبذول کیے رکھتا۔یعنی بورژوا دانش ور کبھی بھی اپنی انفرادیت پسندی سے باز نہیں آتا۔ جب کہ اُن کے مقابل انقلابی دانش ور میں ''پرولتاری تنظیم اور ڈسپلن'' کوٹ کوٹ کر بھری ہوتی ہے۔لینن انفرادیت پسندی کے ساتھ ساتھ اُن کی موقع پرستی کی بھی مذمت کرتا تھا۔وہ پارٹی میں ریفارمسٹ رجحان کے لیے دانش وروں کو ذمہ دار قرار دیتا تھا۔

لینن کو بالخصوص روسی دانش وروں کی بدپرہیزی، ابہام، لاحاصلی، ہچکچاہٹ، باتیں بنانے اور بے انت مباحثوں سے نفرت تھی۔

1905ء کے انقلاب نے تو روس سمیت پوری دنیا کو متاثر کیا تھا۔ چناں چہ اُس کے بعد وہاں کی اپنی انقلابی پارٹی کے لیے ایک کانگریس منعقد کرنا ضروری ہوگیا تھا اور اُس سے بھی زیادہ یہ کہ ورکرز کی صفوں میں پارٹی اتحاد کا پُرزور مطالبہ تھا۔حالاں کہ پارٹی تو دو حصوں میں بٹ چکی تھی۔ چناں چہ ایک تو کانگریس منعقد کرنے کا فیصلہ کیا گیا اور دوسرا بالشویکوں کی طرف سے مانشویکوں کو دعوت دی گئی کہ ایک مشترک کانگریس منعقد ہو۔

یہ کانگریس 10اپریل سے 25اپریل (1906ء) تک سٹاک ہوم (سویڈن) کے پیپلز ہاؤس میں منعقد ہوئی۔ یہ جگہ سویڈن کے کمیونسٹوں نے فراہم کی تھی۔

اِس مشترکہ کانگریس میں لینن نے زرعی مسئلے پر اور موجودہ صورت حال اور پرولتاریہ کے طبقاتی فرائض کے بارے میں رپورٹ پیش کی۔اس کے علاوہ ریاستی دوما کی طرف رویے کے سوال پر ضمنی رپورٹ بھی پیش کی۔اُس نے مسلح بغاوت اور تنظیمی مسائل پر تقریریں کیں۔اس کے علاوہ اس نے روسی سوشل ڈیموکریٹک لیبر پارٹی کے قواعد وضوابط کا مسودہ مرتب کرنے والے کمیشن کے کام میں بھی حصہ لیا۔

یونٹی کانگریس کی کارروائیاں بالشویکوں اور مانشویکوں کے درمیان سخت جدوجہد کی حالت میں ہوتی رہیں۔خصوصاً زرعی مسئلے پر بہت ہی گرما گرم مباحثہ ہوا۔لینن اور دوسرے بالشویک اس مطالبے پر اڑے رہے کہ زمیں داروں کی زمینیں (بلا معاوضہ) ضبط کی جائیں اور ساری زمین کو قومی ملکیت قرار دیا جائے۔یعنی زمین پر نجی ملکیت کا خاتمہ کر کے اس کو ریاست کی ملکیت میں دے دیا جائے۔زمین کو قومی بنانا صرف مطلق العنانی کا تختہ الٹ دینے ہی کی صورت میں ممکن تھا۔اس لیے بالشویکوں کا زرعی پروگرام کسانوں کو زار اور زمیں داروں کے خلاف انقلاب کی طرف آنے کی دعوت دیتا تھا۔مگر مانشویک زمین کو قومی ملکیت میں لینے کے بجائے اسے میونسپلٹیوں کے حوالے کرنے پر اڑے رہے۔

کانگریس میں اپنی اکثریت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے مانشویکوں نے سارے بنیادی مسائل پر اپنے فیصلے منظور کروا لیے جن میں زمین کو میونسپلٹیوں کی ملکیت بنانے کا پروگرام بھی شامل تھا۔مانشویکوں کو مرکزی کمیٹی میں بھی اکثریت حاصل ہوگئی اور انھوں نے پارٹی کے مرکزی ترجمان اخبار ''سوشل ڈیموکریٹ'' کو بھی اپنے ہاتھ میں لے لیا۔

لیکن مانشویکوں کی یہ فتح دیرپا اور پائیدار ثابت نہیں ہوئی۔لینن کو انقلابی مارکس ازم، انقلابی حکمتِ عملی اور طریقہ کار پر قطعی بھروسہ تھا۔اس کو یقین تھا کہ مانشویکوں کو شکست ہوگی۔

دوسری طرف بادشاہ تھا، جو 1905ء کے انقلاب کو تتر بتر کرنے کے بعد عوامی آزادیوں پر تابڑ توڑ حملے کرتا جا رہا تھا۔اُس کے نافذ کردہ نئے قوانین کے مطابق ''سپریم اقتدار بادشاہ کے پاس ہے'' اور یہ کہ ''کوئی قانون بادشاہ کی منظوری کے بغیر وجود میں نہیں آسکتا۔''

بادشاہ سلامت خارجہ معاملات کا مکمل چارج بھی سنبھالے ہوئے تھا، مسلح افواج اور ساری سرکاری تقرریوں کا اختیار بھی اُسی کے پاس تھا۔اس نے دو ادارے قائم کیے: سٹیٹ کونسل اور سٹیٹ ڈوما۔ڈوما پورے روسی معاشرے سے منتخب نمائندوں پر مشتمل تھا اور سٹیٹ کونسل (ایوانِ بالا) کے آدھے ممبر منتخب تھے اور آدھے مقرر کردہ۔اس اولین ڈوما میں کاڈٹ (کانسٹی ٹیوشنل ڈیموکریٹک پارٹی) نامی لبرل پارٹی نمایاں تھی۔

مگر دس ہفتوں (27اپریل تا 8جولائی 1906ء) کے بعد بادشاہ نے اپنے ہی تخلیق کردہ ''ڈوما'' کو ختم کر دیا اور 1907ءمیں ایک نیا ڈوما تشکیل دیا۔یہ بہت ہی قابلِ قبول ڈوما بھی بادشاہ سلامت کو برداشت نہ تھا اور جون 1907ءمیں اسے بھی چلتا کیا گیا۔(2)

یونٹی کانگریس کے فوراً ہی بعد پارٹی لیڈروں نے زور شور سے کام کرنا شروع کر دیا۔ کانگریس نے فیصلہ کیا تھا کہ روس کی ساری قوموں کی کمیونسٹ (سوشل ڈیموکریٹک) پارٹیاں واحد روسی پارٹی میں متحد ہو جائیں۔اس اتحاد نے بالشویکوں کو اس کا موقع دیا کہ وہ ملک کی ساری قوموں کے مزدوروں میں بڑے پیمانے پر کام کر سکیں، مانشویکوں کو بے نقاب کر سکیں۔

لینن نے مزدوروں کو اس جدوجہد سے مطلع کیا جو کانگریس میں ہوئی تھی۔لینن کی عادت تھی کہ وہ مزدوروں، دانش وروں، ملازم پیشہ لوگوں اور طالب علموں سے ملاقات کرنے کا ہر امکانی موقع حاصل کرتا تھا۔وہ ان سے بات چیت کرنے کی ہر ممکن کوشش کرتا۔9 مئی 1906ء کو پیٹرس برگ میں اس نے تین ہزار آدمیوں کے ایک جلسے میں تقریر کی جس میں اس نے بادشاہت کے ساتھ کیڈیٹوں کی بورژوا پارٹی کی سودے بازی کو بے نقاب کیا اور پرولتاریہ کی انقلابی لائن کی وکالت کی۔اس نے وہاں کارپوف کے فرضی نام سے یہ تقریر کی تھی۔

اس تقریر کا ذکر کرتے ہوئے نادیژدا کروپسکایا نے لکھا:

''مجمع پر سناٹا چھا گیا۔ایلیچ کی تقریر کے بعد جلسے کے شرکاء میں ایک غیر معمولی جوش کی لہر دوڑ گئی۔اس لمحے سب آنے والی جدوجہد کو کامیابی کی حتمی منزل تک پہنچانے کے لیے سوچ رہے تھے۔''(3)

ریفرنسز

1۔اوبچکین اور دوسرے۔لینن۔۔۔صفحہ نمبر 76

2۔ایلن وُڈ۔دی اوریجن آف رشین ریولیوشن۔صفحہ 35

3-اوبچکین۔۔۔لینن۔۔۔صفحہ نمبر 81

پارٹی کی پانچویں کانگریس

(13 مئی 1907ء)

اگست 1906ء میں بالشویکوں نے ایک غیر قانونی اخبار ''پرولتاری'' جاری کیا۔لینن اس کا ایڈیٹر تھا اور نسبتاً محفوظ مقام وی بورگ اس کی جائے اشاعت تھی۔ دسمبر 1906ء میں جب انقلابی قوتوں کی شکست یقینی تھی، لینن ابھی تک یوں لکھ رہا تھا:

''ممکنات کو استعمال کریں گے۔ ہم اس حقیقت پر فخر لیں گے کہ ہم بغاوت کا راستہ اختیار کرنے والے اولین لوگ تھے، اور اُسے ترک کرنے میں آخری ہوں گے۔''(1)

یہ اخبار ''پرولتاری'' تقریباً تین سال تک چلتا رہا۔

لینن نے اَٹل جدوجہد کے ذریعے پارٹی تنظیموں کو بالشویکوں کے گرد متحد کرنے میں کامیابی حاصل کرنے کا تہیہ کرلیا۔اُس کے بعد ہی اُس نے نئی پارٹی کانگریس منعقد کرنے اور اس کے لیے سرگرمی سے تیاری کرنے کا فریضہ سامنے رکھا۔ چناں چہ فروری 1907ء میں اس نے پارٹی کی پانچویں کانگریس کے لیے تجاویز کے مسودے تیار کیے۔

اپریل 1907ء کے آخر میں لینن لندن گیا جہاں روسی انقلابی پارٹی (اُس زمانے میں اُس کا نام سوشل ڈیموکریٹک لیبر پارٹی تھا) کی پانچویں کانگریس ہونے والی تھی۔ یہ کانگریس 13 مئی کو شروع ہوئی۔ اِس میں پارٹی کی کل ایک لاکھ سینتالیس ہزار کی ممبر شپ کی نمائندگی کرنے

336 ڈیلیگیٹ شریک ہوئے۔اِن میں سے 105 بالشویک تھے اور 97 مانشویک۔بقیہ ڈیلیگیٹ روس میں موجود محکوم اقوام کی انجمنوں کے نمائندے تھے۔چوں کہ بالشویکوں کو محکوم قوموں کے ڈیلیگیٹوں کی حمایت حاصل تھی ،اس لیے کانگریس میں ان کی ایک مستحکم نمائندگی تھی۔ایجنڈے کا خاص سوال تھا:بورژوا پارٹیوں کی طرف رویہ۔اس کانگریس میں موجود میکسم گورکی نے اپنی یادداشتوں میں لینن کی مقرر کی حیثیت سے واضح تصویرکشی کی:''لینن خوب صورت جملے بنانے کی کوشش نہیں کرتا تھا بل کہ ہر لفظ کو بہت صاف طور پر پیش کرتا تھا جس کے صحیح خیال کو سمجھنا حیرت انگریز طور پر آسان ہوتا تھا......وقت کے لحاظ سے تو وہ اُن مقرروں کے مقابلے میں کم بولا جو اُس سے پہلے تقریریں کر چکے تھے۔لیکن تاثر کے لحاظ سے اس کی تقریر کافی بڑی تھی۔''

بڑا زوردار بحث مباحثہ ہوا۔لینن کی تجویز منظور ہوئی۔بلیک ہنڈرڈز پارٹیوں اور فیوڈل اور بورژوا پارٹیوں سے شدید جدوجہد کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔اس کے علاوہ اعتدال پرست بورژوازی کی پارٹی یعنی کیڈیٹوں کی جعلی جمہوریت کو بے نقاب کرتے رہنے کا بھی فیصلہ ہوا۔(2)

اسی طرح کانگریس میں ٹریڈ یونینوں کے موضوع پہ خاص توجہ دی گئی۔مانشویک لوگ ٹریڈ یونین ازم کے اندر پارٹی کے رول کے مخالف تھے۔مگر کانگریس نے ان کے مؤقف کو مسترد کر دیا۔فیصلہ ہوا کہ پارٹی کو ٹریڈ یونینوں میں نظریاتی اور سیاسی لیڈرشپ حاصل کرنی چاہئیں۔

لینن نے بڑی گرم جوشی کے ساتھ کانگریس کے مزدور ڈیلیگیٹوں سے بات چیت کی۔اپنی یادداشتوں میں میکسم گورکی نے اُن مزدوروں کی ایک بات چیت کے بارے میں لکھا ہے جنھو ں نے لینن کو پہلی بار دیکھا تھا:

''وہ ہمارا ہے!''

پھر کسی نے ٹوکتے ہوئے کہا،

''اور پلیخانوف بھی ہمارا ہے''

اور پھر میں نے ایک چُست جواب دیا،

''پلیخانوف ہمارا معلم،ہمارا آقا ہے اور لینن ہمارا لیڈر اور کامریڈ ہے۔''(3)

اِس پانچویں کانگرس میں لینن پارٹی کی مرکزی کمیٹی کا ممبر منتخب ہوگیا۔

پانچویں کانگریس نے اعلان کیا کہ اب سنٹرل کمیٹی کو پارٹی کانگریسیں ہر سال منعقد کرنی چاہئیں۔یوں پھر پارٹی کانگریس بہت عرصے تک سالانہ منعقد ہوتی رہی۔

ایک بار پھر جلاوطنی

جون 1907ء کی ابتدا میں لینن لندن سے روس آ گیا اور وہاں نسبتاً محفوظ علاقہ فن لینڈ میں رہنے لگا۔اُس وقت تک یہ بات بالکل واضح ہوگئی تھی کہ 1905ء کے انقلاب کو شکست ہو چکی ہے۔زار کی حکومت نے آخری زور لگا کر سیاست کو الٹ پلٹ کر رکھ دیا۔اس نے اپنی ہی بنائی پارلیمنٹ یعنی (دوسری) ڈوما توڑ دی۔اس پارلیمنٹ میں موجود لینن کی پارٹی سے وابستہ 65 ممبر گرفتار کر کے سائبیریا جلاوطن کیے گئے۔یہ رجعت پرستی کے کٹھن برسوں کی ابتدا تھی۔

واضح رہے کہ 1905ء کا یہ پہلا روسی انقلاب تقریباً ڈھائی سال تک جاری رہا اور ناکام ہوا۔لیکن انقلابات حتماً ناکام نہیں ہوتے۔یہ اگلے انقلاب کے لیے اپنے اثرات ضرور چھوڑتے ہیں۔سماج میں کچھ ڈینٹ ضرور پیدا ہوتے ہیں۔چناں چہ اس انقلاب نے بھی روس کی آمریت میں ٹھیک ٹھاک دراڑیں ڈال دیں۔اِس نے سام راجی دور کی انقلابی لڑائیوں کا آغاز کیا اور ساری دنیا کی تحاریکِ آزادی کی ترقی پر زبردست اثر ڈالا۔اُس انقلاب نے دکھا دیا کہ روس عالمی انقلابی تحریک کا مرکز بن گیا ہے اور روسی پرولتاریہ بین الاقوامی پرولتاریہ کا ہراول دستہ ہوگیا ہے۔1905-07ء کے انقلاب کا اندازہ لینن نے اپنے مضامین''ماسکو کی بغاوت کے سبق''،''انقلاب کے سبق'' اور ''1905ء کے انقلاب کے بارے میں رپورٹ'' وغیرہ میں پیش کیا ہے۔(4)

بادشاہ کے جاسوس ہر طرف اُس کی تلاش کرنے لگے۔مجبور ہو کر لینن کو فن لینڈ کے دور افتادہ مقاموں کی طرف جانا پڑا مگر پھر اس کا وہاں رہنا بھی خطرناک ہو گیا۔اسی لیے بالشویکوں کے مرکز نے یہ فیصلہ کیا کہ لینن بیرونِ ملک چلا جائے۔

فن لینڈ سے باہر جانا آسان نہیں تھا۔چناں چہ گرفتاری سے بچنے کے لیے لینن اس

بات پر مجبور ہوا کہ بجائے بندرگاہ کے، وہ ایک جزیرے میں سٹیمر پر سوار ہو لیکن جزیرے تک پہنچنے کے لیے اُسے رات کے وقت خلیج فن لینڈ کو پار کرنا پڑا جس پر منجمد برف ابھی پختہ نہیں ہوئی تھی۔ لینن ڈوبتے ڈوبتے بچا کیوں کہ پیروں کے نیچے برف ٹوٹ پھوٹ جاتی تھی۔ بعد میں لینن نے اس واقعہ کو یاد کر کے کہا کہ اُس وقت اُس نے سوچا تھا: ''ارے، کیسی احمقانہ موت مرنا پڑ رہا ہے۔''

اس طرح زبردست خطرہ مول لے کر وہ بیرونِ ملک جا سکا۔

اس مرتبہ لینن کو دس سال تک جلاوطن رہنا پڑا۔(5)

کامو

یہاں ہم ایک بہت بڑے انقلابی کا تذکرہ ضروری سمجھتے ہیں جو اُس زمانے میں ایک لیجنڈری حیثیت اختیار کر چکا تھا۔ اس کا نام تھا: کامو۔

میں نے اسے دراصل گورکی کے سچے افسانے ''کامو'' کو ترجمہ کرتے ہوئے پڑھا تھا:

''باکو کے ایک سٹیشن پر، جہاں فلیروف نے اپنے کسی دوست سے ملنا تھا، اُسے ایک مزدور نے زور سے دھکا دیا۔

''براہِ کرم مجھے برا بھلا کہہ دیں۔'' اس نے کھسر پھسر کی۔

فلیروف نے اندازہ کر لیا کہ اِس درخواست کے پیچھے ضرور کوئی اچھی وجہ ہو گی اور جب اُس نے تعمیل کی تو مزدور معذرت کے انداز میں کھڑا، اپنی ٹوپی اُٹھائے آہستگی سے کہنے لگا۔

''میں آپ کو جانتا ہوں۔ آپ فلیروف ہیں۔ میرا پیچھا کیا جا رہا ہے۔ ابھی ایک شخص آئے گا جس کے جبڑے پہ پٹی بندھی ہو گی۔ اس نے چیک کا ایک اوورکوٹ پہن رکھا ہے۔ اُسے بتا دیں کہ محفوظ گھر اب محفوظ نہیں رہا۔ وہاں فائرنگ ہو گئی ہے۔ اُسے آپ اپنے گھر لے جائیں، سمجھے؟''

مزدور اپنی ٹوپی پہن کر روانہ ہوا اور بدتمیزی سے چیخنے لگا۔ ''زیادہ باتیں نہ کرو۔ میں نے تمہاری پسلی توڑی ہے کیا؟''

فلیروف ہنس پڑا۔

''کیسی خوب صورت اداکاری تھی۔ میں بہت عرصہ تک حیران رہا کہ مجھے شک ہی نہیں ہوا تھا اور میں نے کتنی آسانی سے اُس کے احکامات کی تعمیل کی تھی۔ میرا خیال ہے کہ میں اُس کی اتھارٹی کے جھونکے سے متاثر ہوا تھا۔ وہ اگر کوئی سرکاری ایجنٹ ہوتا تو مجھ سے نرمی کے ساتھ بولتا، مجھے حکم دینے کی جرأت نہیں کر سکتا تھا۔ میں اُس کے بعد بھی اس سے دو تین بار ملا تھا اور ایک رات وہ میرا مہمان بھی ٹھہرا تھا۔ تب ہم نے دیر تک باتیں کی تھیں۔ نظریاتی طور پر وہ بہت زیادہ مسلح نہیں ہے۔ اِس کا اُسے خود بھی پتہ ہے اور اس پہ وہ شرمندہ بھی ہے۔ مگر اُس کے پاس پڑھنے کا وقت بھی نہیں ہے اور اسے دراصل اس کی ضرورت بھی نہیں ہے۔ دیکھو نا، وہ تو گہرائی تک انقلابی ہے، وہ اپنے سارے جذبات میں انقلابی ہے، اسے ہلایا نہیں جا سکتا، طبعی طور پر اس کے لیے انقلابی کام اسی قدر ضروری تھا جس طرح کہ روٹی اور ہوا۔''

گورکی نے لکھا کہ تقریباً دو برس بعد کیپری کے جزیرے پر مجھے کامو کے بارے میں ایک اور جھلک لیونڈ کراسن نے دکھلائی۔ ہم پرانے کامریڈوں کو یاد کر رہے تھے کہ وہ اچانک ہنس پڑا۔

''تمھیں یاد ہے جب میں نے گلی میں اُس بھڑکیلے کاکیشیائی افسر کو آنکھ ماری تھی تو تم کتنے حیران ہو گئے تھے؟ تم نے حیران ہو کر پوچھا تھا کہ ''کون ہے یہ؟'' میں نے تمھیں بتایا تھا کہ وہ تفلس کا رہنے والا میرا شناسا ہے؛ شہزادہ دادلیشکی لیانی۔ یاد آیا؟ مجھے یقین تھا کہ تمھیں اس بات پہ یقین نہیں آیا تھا کہ میں اس طرح کے ایک بانکے کو جان سکتا ہوں۔ تمھیں شک ہوا تھا کہ میں تمہارا مذاق اُڑا رہا ہوں۔ دراصل وہ کامو تھا۔ اس نے یہ اداکاری کس قدر خوب صورتی سے کی تھی!''(6)

کامو ایک ''جنگی گروپ'' کا لیڈر تھا اور کچھ خصوصی شان دار اقدامات کا ذمہ دار۔ اسے ستمبر 1907ء میں جرمن پولیس نے برلن میں گرفتار کر لیا۔ جرمنی کی پارٹی نے ایک بہترین وکیل اُسے دیا۔ اندیشہ تھا کہ وہ اُسے روسی حکام کے حوالے کریں گے۔ اُس سے بچنے کے لیے اُس نے پاگل بننے کا ناٹک کیا۔ اس کے مصمم ارادے اور ناقابلِ یقین قوتِ برداشت کے ساتھ، ایک متشدد پاگل کی یہ اداکاری چار سال تک جاری رہی۔

وہ بھگدڑ مچاتا، چیختا، اپنے کپڑے پھاڑتا، خوراک سے انکار کرتا اور اپنے گارڈ پر حملہ

کرتا۔اُسے برف جیسی ٹھنڈی کوٹھڑی میں نو دن تک ننگا بند کیا گیا مگر وہ نرم نہ ہوا۔۔

وہ چار ماہ تک دن رات مسلسل پیروں پہ کھڑا رہا، خوراک سے انکاری رہا۔اسے زبردستی کھلانے کی کوشش کی گئی تو اس دوران اُس کے کچھ دانت ٹوٹ گئے۔ایک مرحلہ تو ایسا آیا کہ اس نے اپنے سر کے آدھے بال نوچ نکالے اور انھیں ایک کمبل پہ بچھا دیا۔آخری گھڑی میں خود کو لٹکا دیا، ہڈی کے ایک تیز ٹکڑے سے اپنے خون کی رگیں کاٹ دیں۔اس کی ناٹک والی بے حسی کو ٹیسٹ کرنے کی خاطر اس کے ناخنوں کے نیچے سوئیاں چبھو دی جاتیں، اسے آگ میں سرخ کیے ہوئے لوہے کی سلاخوں سے داغا جاتا۔مگر وہ ٹس سے مس نہ ہوتا تھا۔ بالآخر پروفیسروں نے فیصلہ دیا کہ اُس کا پاگل پن حقیقی تھا۔

اس کے باوجود جرمنوں نے اُسے روسی بادشاہی پولیس کے حوالے کر ہی دیا۔ایک بار پھر اس نے پاگل پن کا ناٹک کیا۔ایک پاگل خانے میں بند، اگست 1911ءمیں اپنی زنجیروں اور کھڑکی کی سلاخوں سے بندھے ہوئے تین ماہ گزارنے کے بعد وہ چھوٹنے میں کامیاب ہو گیا۔

اُس نے یہ سب کچھ گورکی کو بتایا: پھر وہ آہستگی سے کہنے لگا:''میں کیا کہہ سکتا ہوں؟ وہ میرا معائنہ کرتے رہے، میرے گھٹنوں کو کھٹکھٹاتے رہے، مجھے کریدتے رہے، وغیرہ وغیرہ۔مگر وہ اپنی انگلیوں سے میری روح کو محسوس نہیں کر سکتے تھے، ممکن ہی نہ تھا۔انھوں نے مجھے آئینے کے سامنے کھڑا کر دیا اور میں نے اس میں عجیب چہرہ دیکھا۔وہ میرا اپنا چہرہ تھا ہی نہیں۔کوئی بہت ہی لاغر چہرہ تھا، لمبے اور باہم جکڑے بال تھے اور جنگلی آنکھیں .... بدصورت چہرہ، شیطان جیسا خوف ناک۔

''میں نے اپنے دانت بھینچے اور سوچا کہ شاید میں واقعی پاگل ہوں۔ وہ ایک خوف ناک لمحہ تھا۔مگر میں نے صحیح کام کرنے کا سوچا اور آئینہ پر تھوک دیا۔ان دونوں نے مکاروں کے جوڑے کی طرح ایک دوسرے کو آنکھ ماردی۔ ہاں، انھیں یہی پسند تھا۔ایک ایسا شخص جسے اپنا چہرہ تک یاد نہیں رہا۔''

وہ ایک لمحہ کے لیے چپ ہو گیا اور پھر آہستگی سے کہنے لگا۔

''مجھے فکر یہ تھی کہ کیا میں خود کو روک سکوں گا؟ یا واقعی پاگل ہو جاؤں گا؟ میں خود پہ بھروسہ نہیں کر سکتا تھا۔''

ایک اور وقفے کے بعد وہ کھل کر مسکرایا اور کہنے لگا۔

''یقیناً وہ اپنا کام جانتے تھے، اپنی سائنس میں ماہر تھے مگر وہ کاکیشیائیوں کو نہیں جانتے۔ ہو سکتا ہے کہ کاکیشیائی انھیں پاگل لگتے ہوں اور میں تو کاکیشیائی بھی تھا اور بالشویک بھی۔ ہاں، ہاں میں نے یہ بھی سوچا تھا۔ بہر حال میں نے فیصلہ کر لیا کہ میں اسے برقرار رکھوں اور دیکھوں کہ کون کس کو پہلے پاگل بنا لیتا ہے۔ وہ بھی جیسے تھے ویسے ہی رہے اور میں بھی جیسا تھا ویسا ہی رہا۔تفلس میں انھوں نے میرے زیادہ ٹیسٹ نہیں لیے، اس لیے کہ انھیں یقین تھا کہ جرمنوں کو کوئی دھوکا دے ہی نہیں سکتا۔''(7)

1912ء میں وہ دوبارہ گرفتار ہوا۔ چار بار موت کی سزا ہوئی مگر اس کی زندگی اس لیے بچ گئی کہ زار بادشاہ نے 1913ء میں رومانوف سلطنت کے تین سو سالہ جشن کے موقع پر عام معافی کا اعلان کیا۔

وہ بالشویک تحریک میں ایک لی جنڈری شخصیت تھا۔ اپنی جسامت میں بھی اور اپنی دردناک تقدیر میں بھی۔اس کے باوجود وہ ایسا انقلابی تھا جو لینن اسٹ تنظیم میں اچھی خاصی تعداد میں پائے جاتے تھے۔ایسے لوگوں کو انقلاب کے مطالبات کے علاوہ کسی چیز کی پروا نہ تھی۔(8)

گورکی نے لکھا:''اس نے ایک بار مجھے بتایا کہ جب اُسے ایک بم پھینکنا تھا تو اُسے شک گزرا کہ دو جاسوس اس کا پیچھا کر رہے ہیں۔ بم پھینکنے میں صرف ایک منٹ رہ گیا تھا۔ وہ سیدھا جاسوسوں کے پاس گیا اور ان سے کہا،''دور ہٹو، میں یہاں بم پھینکنے والا ہوں!''

''تو کیا وہ ہٹ گئے؟''میں نے پوچھا۔

''ہاں بالکل۔''

''مگر تم نے انہیں ایسا کیوں کہا؟''

''کیوں نہ کہتا؟ میرا خیال تھا کہ میں ٹھیک کر رہا تھا، اس لیے میں نے کہہ دیا۔''

''مگراس کا اصل سبب کیا تھا؟ کیا تمھیں ان سے ہم دردی تھی؟''

اس بات پہ اُسے غصہ آ گیا اور وہ لال پیلا ہو کر کہنے لگا۔''ہم ردی وغیرہ کیا ہوتی تھی؟ وہ عام غریب آدمی تھے۔اُن پہ کیا بیتتی۔انھیں وہاں مرجانے سے کیا فائدہ ہونا تھا۔''

اس واقعے میں اس کے رویے کی تشریح ایک اور واقعہ سے ہوسکتی ہے۔ایک بار اُسے خیال آیا کہ ایک جاسوس اس کا تعاقب کررہا ہے۔تب اُس نے اُسے دبوچ لیا اور دیوار کے ساتھ لگا کر اس سے کہنے لگا''تم غریب آدمی ہوئے ہے ناں؟ تو پھر تم غریبوں کے خلاف کیوں کام کرتے ہو؟ کیا امیر لوگ تمہارے دوست ہیں؟ تم کیوں بدمعاشی کرتے ہو؟ کیا تم چاہتے ہو کہ میں تمھیں قتل کردوں؟''

اُس شخص نے کہا کہ''وہ قتل ہونا نہیں چاہتا۔''دراصل وہ باٹومی گروپ کا ایک ورکر تھا اور انقلابی لٹریچر حاصل کرنے آیا تھا مگر جس کامرید کے ساتھ وہ رہتا تھا،اُس کا پتہ اُس سے کھو گیا اور وہ یادداشت سے اُس جگہ کو تلاش کرنے کی کوشش کررہا تھا۔(9)

گورکی نے ہی لکھا:''اُس کی حرکات میں ایک خاص قسم کی احتیاط،ایک خاص قسم کی بندش تھی جس سے لگتا تھا کہ ناواقف ماحول نے اُسے کسی قدر شرمیلا سا کررکھا ہے۔میں نے فوراً ہی اندازہ کرلیا کہ اس کے انقلابی کارناموں سے متعلق سوالات نے اُسے تھکا دیا تھا اور اب وہ کسی اور کام میں مکمل طور پر غرق تھا۔وہ ملٹری اکیڈمی میں داخلہ لینے کے لیے تیاری کررہا تھا۔

''سائنس کو سمجھنا بہت مشکل ہے۔''اس نے ناراض ہو کر ایک کتاب کو بےزاری سے بند کرتے ہوئے کہا۔''اس میں تصویریں زیادہ نہیں ہوتیں۔کتابوں میں تصویریں زیادہ ہونی چاہئیں۔''وہ مجھ سے سمجھنا چاہتا تھا مگر مجھے اس بارے میں زیادہ معلوم نہ تھا۔کامو نے مجھے ایک شرمیلی سی مسکراہٹ پیش کی۔وہ مُسکان بچوں جیسی تھی،نااُمید مسکراہٹ۔میں اس قسم کی بےبسی سے اچھی طرح واقف تھا اس لیے کہ میں نے اپنی جوانی میں اُس وقت اس کا سامنا کیا تھا جب کتابوں کی بصیرت سے میرا واسطہ پڑتا تھا۔اور مجھے خوب اچھی طرح اندازہ ہے کہ ایسے نڈر شخص کے لیے کتابوں کی مزاحمت کو قابو کرنا کس قدر مشکل ہے جس کی خدمات انقلاب کے لیے نئی نئی تدابیر کو

دریافت کرنے پر مشتمل ہوں۔

''اُس کی اس بات نے مجھے اس کا گرویدہ بنالیا تھا اور جتنا زیادہ ہم ایک دوسرے کو جاننے لگے،اُسی قدر اس نے مجھے اپنے انقلابی احساس کی گہرائی اور سچائی سے متاثر کیا۔

''میں حیران تھا کہ جو شخص میرے سامنے کتابوں سے بھرے ہوئے ڈیسک پر بیٹھا تھا، وہ کامو تھا۔بہادر، سپر مین ارادے اور حیران کن خوداعتمادی کا پیکر، کامو۔اس قدر زیادہ اور مستقل جدوجہد کے بعد وہ اس قدر شریف سا اور عام سا آدمی نظر آتا تھا۔دل کا جوان، تازہ اور مضبوط۔(10)

گورکی نے کامو کے ساتھ ایک اور گفت گو درج کی:''میں نے ایک روز ایک پولیس والے کو شراب پلا پلا کر دھت کردیا اور پھر اس کا سر اور داڑھی رنگ دیے۔ہم ایک دوسرے کو جانتے تھے اور اس نے مجھ سے پوچھا:''کل تم اس ٹوکری میں کیا لے جارہے تھے؟''

''انڈے''میں نے کہا۔

''اور ان کے نیچے کاغذات کیسے تھے؟''

''کوئی کاغذات نہ تھے۔''

''تم جھوٹ بول رہے ہو''اس نے کہا۔''میں نے کاغذات دیکھے تھے۔''

''اچھا! تو پھر تم نے میری تلاشی کیوں نہ لی؟''

''میں غسل کرکے آرہا تھا''اس نے کہا۔

''بےوقوف کہیں کا۔مجھے اس پہ غصہ آیا کہ وہ مجھے جھوٹ بولنے پر مجبور کررہا تھا۔اس لیے میں اُسے ایک ہوٹل لے گیا۔وہ نواب کی طرح شراب پیتا رہا اور میں نے اچھی طرح سے اس کا منہ کالا کردیا۔میں اُن دنوں جوان تھا اور بےوقوفوں سے کھیلنا پسند کرتا تھا۔''اس نے اپنا چہرہ بگاڑ دیا، جیسے کوئی تلخ چیز چکھی ہو۔(11)

*****

جنوری 1908ء میں کروپسکایا اور لینن کچھ عرصہ سٹاک ہوم اور برلن گزار کر پھر سوئٹزرلینڈ میں جنیوا واپس آگئے اور یہیں بس گئے۔اب کروپسکایا کی ماں اُن سے آن ملی۔لینن کی بہن

آتنا، زینوویف اور کامینیف خاندان بھی۔ جنیوا چوں کہ پہاڑوں کے قریب تھا لہٰذا لینن واک کرنے اور سیر کرنے لگا جو اُسے بہت پسند تھا اور اس کی صحت کے لیے زبردست تھا۔ مگر اب نہ اُن میاں بیوی کو یہ شہر پسند تھا اور نہ یہاں کی جلاوطنی۔ حتیٰ کہ ہمیشہ مثبت رہنے والی کروپسکایا بھی بول پڑی: ''جنیوا افسردہ شہر ہے۔'' (12)

جنیوا آتے ہی لینن نے فوراً ''پرولتاری'' اخبار دوبارہ جاری کرنے کا کام شروع کیا اور چند ہی برسوں میں یہ اخبار بالشویکوں کا مرکزی ترجمان بن گیا۔ لینن نے اخبار کی معاونت کے لیے میکسم گورکی، لوناچارسکی اور دوسرے نمایاں صحافیوں کی خدمات حاصل کر لیں۔ لینن نے اخبار کی تنظیم کے لیے زبردست محنت کی۔ وہ صرف اخبار کی اشاعت سے ہی وابستہ نہ تھا بل کہ اخبار کو روس کے اندر پہنچانے کا کام بھی اسی نے سنبھال رکھا تھا۔

لینن کو اس بات کا پختہ یقین تھا کہ روس کے پہلے انقلاب میں پرولتاریہ کی شکست محض عارضی ہے اور آمریت پر پرولتاریہ کی فتح ناگزیر ہے۔ لینن کی یہ للکار، بڑے زوروں کے ساتھ گونجی:
''ہم انقلاب سے پہلے برسوں تک کام کرنے کی صلاحیت رکھتے تھے۔ ہم کو بلا سبب مضبوط چٹان نہیں کہا جاتا تھا۔ سوشل ڈیموکریٹوں نے ایسی پرولتاری پارٹی بنالی ہے جو پہلے جنگی حملے کی ناکامی سے ہمت نہیں ہار بیٹھے گی، بدحواس نہیں ہوگی، مہم پرستی کی طرف نہیں لپکے گی ...... اور یہ پرولتاری پارٹی فتح کی طرف جارہی ہے۔'' (13)

اُس زمانے میں وہاں اس سوال پہ زبردست بحثیں چلتی تھیں کہ انقلابی پارٹی کیسے محفوظ رکھی جائے اور یہ کہ عوام سے اس کا تعلق کیسے مضبوط کیا جائے اور جدوجہد کی کیا صورتیں اختیار کی جائیں؟

لینن کا خیال تھا کہ غیر قانونی پارٹی تنظیموں کو مضبوط کرنا ضروری ہے اور اس کے ساتھ ہی قانونی یعنی اعلانیہ وجود رکھنے والی مزدور تنظیموں کو بھی استعمال کرنا چاہیے۔ اس کے خیال میں پارٹی کو طریقہ کار کے سوالوں کے بارے میں لوچ دار ہونا چاہیے اور اگر حالات کا تقاضا ہو تو پیچھے بھی ہٹنے میں کوئی حرج نہیں۔ لیکن نظم وضبط کے ساتھ اپنی صفوں کو قائم رکھتے ہوئے پیچھے ہٹنا لازم

ہے۔ پیچھے ہٹنے کی صلاحیت ایسی ہی اہم ہے جیسے حملہ کرنے کی صلاحیت۔ اُس نے اپنے ساتھیوں کو انقلاب کے نام پر انتہائی معمولی اور روزمرہ کے کام کرنا، یعنی نام نہاد پارلیمنٹ میں اعلانیہ تقریر کرنے کے ہر امکان کو استعمال کرنا، ٹریڈ یونینوں، بیمہ فنڈوں، کوآپریٹو انجمنوں اور مزدوروں کے کلبوں میں کام کرنا سکھایا۔ اس طرح لینن کے خیال میں قانونی اور غیر قانونی کام کو ملانے کی ضرورت تھی۔ (14)

اس نے وضاحت کی کہ قانونی کام سے انکار کرنا عوام سے پارٹی کے الگ ہونے کے مترادف ہے اور وہ ایسی محدود تنظیم بن کر رہ جائے گی جو نئی انقلابی لہر کے لیے طاقت مجتمع کرنے کے قابل نہیں رہے گی۔ (15)

سیاہ ترین رجعت کا دور

1908ء سے لے کر 1911 تک کے سال روس کی رجعت کی حتمی درندگی کے سال تھے۔ بادشاہ نے انقلابیوں کے خلاف انتقامی کارروائیوں کی حد کر دی تھی۔ انھیں سڑی ہوئی جیلوں میں اُن کی گنجائش سے کئی گنا بڑی تعداد میں ٹھونس دیا گیا تھا۔ موت کی سزاؤں کی طویل قطاریں ختم ہونے میں نہ آتی تھیں۔

دوسری طرف 1905ء میں بے تربیت لوگوں کے انقلاب میں کود آنے سے پارٹی کا انڈر گراؤنڈ رہنا ہمیشہ ناقص ثابت ہو رہا تھا۔ بادشاہ کے جاسوس پارٹی میں داخل کرنے کی زبردست کوششیں جاری تھیں۔ اِن جاسوسوں اور ایجنٹ پروووکیٹیرز نے بے شمار انقلابی پکڑوا دیے۔ اسی طرح کے نقلی انقلابیوں کے ذریعے پارٹی کو اشتعال دلا کر قبل از وقت کچل ڈالنے کی کاروائیاں جاری تھیں۔ ٹریڈ یونین اور پریس مسلسل دباؤ کا شکار تھے۔

1905ء کے انقلاب کی شکست اور باؤلے رجعتی ماحول میں خود پارٹی کے اندر شدید نظریاتی کنفیوژن پیدا ہوئی۔ حتیٰ کہ مارکسزم کے یونی ورسل اصولوں کو توڑ مروڑ کر پیش کیا جانے لگا۔ مارکسزم کی جڑ یعنی میٹریلزم پہ کلہاڑیاں چلائی جانے لگیں۔ ایک نیا مذہب متعارف کرنے کی

زبردست ہل چل شروع ہوئی۔(16)اس رجعت پرستی اور اِس شکست پذیری کے سیاہ زمانے میں خود پارٹی کے کئی دانش وروں پہ زوال، شک اور بے یقینی کے سائے منڈلانے لگے۔وہ اس حد تک سڑاند کا شکار ہوئے کہ سوشلزم کا چوغہ اوڑھ کر سوشلزم کے بنیادی فلسفہ پہ چھریاں چلانے لگے۔وہ حالات پہ تو قابو پانے کے قابل نہ تھے اور کوئی موضوعی بڑا نقص بھی ہاتھ میں نہ تھا۔چناں چہ وہ سائنس کے بنیادی اصولوں ہی کے متعلق شک شبہ لکھنے لگے۔بھئی مارکسزم سے ہسٹاریکل میٹریلزم نکال دیا جائے تو پھر کیا بچتا ہے؟ مارکسزم کا علامہ بن کر اس ستون کو ڈھا دینے کی کوشش آسٹریا کے ارنسٹ ماخ اور روس کے بوگدانوف نے کی۔اس استادانہ چال بازی سے پارٹی کے عام ورکروں کا تو بیڑا غرق ہو جانا تھا لہٰذا مارکسی فلسفے کے دفاع کی سخت ضرورت پیدا ہوئی۔

کیپری

اپریل 1908ء میں لینن میکسم گورکی کی دعوت پر اُس سے ملنے اٹلی کے جزیرے کیپری گیا۔دراصل گورکی نے بوگدانوف اور لینن دونوں کو اپنے وِلا میں آکر ٹھہرنے کی دعوت دی تھی۔وہاں پہنچنے پر لینن نے گورکی سے کہا کہ وہ کیپری میں موجود بوگدانوف، لوناچرسکی، بازاروف اور ان کے حامیوں سے اس کی صلح کرانے کی کوشش نہ کرے۔وہ تو گورکی کو ''پرولتاری'' میں زیادہ سرگرم حصہ لینے پہ راضی کرنے آیا تھا۔لینن نے گورکی سے روس کے بارے میں بہت سی باتیں کیں۔اس نے گورکی سے اس کے بچپن، جوانی اور آوارہ گردیوں کے قصے بڑی توجہ سے سنے اور اس کو مشورہ دیا کہ وہ ان کے بارے میں لکھیں۔لینن نے اُس سے اپنی سوانح حیات لکھنے کا کہا۔اس کا ہی نتیجہ تھا کہ گورکی نے بعد میں ایک ٹرایالوجی لکھی: بچپن، میرا لڑکپن اور میری یونی ورسٹیاں۔لینن کے ساتھ تبادلہ خیالات نے گورکی پر بڑا اثر ڈالا اور اس کے غلط نقطہء نظر کو دور کرنے میں مدد دی۔گورکی نے لکھا:''مجھ سے اس کا رویہ ایک سخت استاد اور خیر خواہ دوست جیسا تھا۔''(17)

لینن نے اُن کے خلاف بھی جدوجہد کی جو اپنی موقع پرستی پر انقلابی لفاظی کا پردہ ڈالتے تھے۔اس جدوجہد کے درمیان بالشویک پارٹی نے اپنی صفوں کو مضبوط بنایا اور اپنی انقلابی پالیسی اور

طریقہ کار کو برقرار رکھا۔بعد میں اپنی کتاب ''کمیونزم میں، بائیں بازو، کی طفلانہ بیماری'' میں لینن نے لکھا کہ انقلاب کی شکست کے بعد بالشویک ''انقلابی لفاظی کو بے دھڑک بے نقاب کرنے اور اس کو نکال باہر کرنے'' کی وجہ سے ہی اپنی صفوں کو صحیح سلامت رکھ کر باقاعدگی کے ساتھ پسپا ہو سکے۔(18)

زارشاہی کا تختہ الٹنے کے بعد اس کو کسانوں کے بلا معاوضہ استعمال کے لیے ریاست کے سپرد کر دینا چاہیے۔اس زمانے میں لینن نے جو تصانیف لکھیں، ان میں اس کی کتاب ''1905-07ء کے پہلے روسی انقلاب میں سوشل ڈیموکریسی کا زرعی پروگرام'' کو خاص مقام حاصل ہے۔

میٹیریلزم اور امپیریو کرٹی سزم

1908ء کے آخر میں اخبار ''پرولتاری'' کی اشاعت پیرس سے ہونے لگی جو اس زمانے میں روسی تارکینِ وطن کا مرکز بن گیا تھا۔اس سلسلے میں لینن اور کروپسکایا بھی وہاں پہنچ گئے۔(ماری روز سڑک، مکان نمبر 4، جس فلیٹ میں وہ رہتے تھے، اب وہاں لینن میوزیم قائم کر دیا گیا ہے)۔

کروپسکایا اور لینن کی زندگی بہت دشوار تھی۔بڑے قومی کتب خانے میں اخبار، رسالے اور کتابیں پڑھنے کے لیے ولادیمیر ایلیچ کو اس علاقے سے سائیکل پر تقریباً سارے شہر سے گزر کر جانا پڑتا تھا۔اس میں بڑا وقت لگتا تھا اور کام پر منفی اثر ہوتا تھا۔پیرس میں روسی تارکینِ وطن کافی تھے اور بہت ہی مختلف رجحانات رکھتے تھے۔بے کار کا شوروغوغا، ہنگامہ اور بدنام کن باتیں ہوتی تھیں جن سے لینن پریشان ہو جاتا تھا۔آرام کے لیے وہ کبھی کبھی شہر سے باہر جانے کی کوشش کرتا تھا۔(19)

دسمبر 1908ء میں کروپسکایا اور لینن پیرس منتقل ہو گئے۔مگر وہ بھی اب بدمزہ تھا۔لینن اب کے اپنی جلاوطنی کے تقریباً ہر مقام کو ''سڑا ہوا غار'' قرار دینے لگا۔(20) پچھلی جلاوطنی کی بہ نسبت اب کے مغربی یورپ میں جلاوطنی کا دوسرا عرصہ اُسے سخت لگا۔اس لیے کہ 1905ء کی شکست تو ایک لحاظ سے امید کی شکست تھی۔1905ء کے انقلاب سے پہلے ''پرامید'' جلاوطنی تھی۔

مگر اس انقلاب کی ناکامی کے بعد یہ جلاوطنی کئی گنا مشکل محسوس ہونے لگی۔

یہ لوگ تقریباً ساڑھے تین سال فرانس جلاوطن رہے۔

یہیں کہیں بُغدانوف کے ساتھ اس کے نظریاتی اختلاف ابھرنے لگے۔ بُغدانوف میکسم گورکی کی حوصلہ افزائی کے ساتھ کچھ اس طرح کے تجریدی تصورات میں دلچسپی لینے لگا جو لینن اور کروپسکایا کی نظر میں مکمل طور پر اینٹی مارکسسٹ تھے۔ اختلاف کی ایک اور وجہ بھی تھی کہ لینن نے ڈوما کے الیکشنوں سے بائیکاٹ کی حکمتِ عملی کو کیوں ترک کر دیا۔ 1908ء تو خاص کر اس سلسلے میں مباحثوں کا سال تھا۔

لینن، بگدانوف، گورکی اور دیگر ہم عصر دانش وروں کو بالشویکوں سے الگ کرتا گیا۔

اسی دوران 1909ء میں لینن کی ایک بڑی تصنیف چھپ گئی: مٹیریلزم اور امپیریو کرٹیسزم۔ وہ اس کتاب کے اندر کمیونسٹ نظریہ میں ہیر پھیر کرنے والوں پہ وار پہ وار کرتا رہا۔ اُس نے اس سلسلے میں کسی کو نہ بخشا۔ یہاں بگدانوف ''بدمعاش'' تھا۔ یہاں ٹراٹسکی ''کمینہ، کیریئراسٹ اور گروہ بندی کرنے والا'' تھا جس کے گرد ایک ''بددیانتی جتھا'' تھا۔ وہ ''بدمعاش'' بھی تھا اور ''ٹھگ'' بھی جو پارٹی کے ساتھ زبانی جمع خرچ کرتا تھا اور دیگر گروہ بندی کرنے والوں سے بدتر برتاؤ کرتا تھا۔ (21)

یہ کتاب اور پارٹی کی صفائی، سمجھو ایک ہی سکے کے دو رخ ہیں۔

لینن نے اپنی کتاب ''میٹیریلزم اور ایمپیریو کرٹیسزم: ایک رجعت پرست فلسفے پر تنقیدی نوٹ'' لکھی۔ (یہ کتاب فروری، اکتوبر 1908ء میں لکھی گئی اور مئی 1909ء میں ''ولا دیمیر ایلین'' کے فرضی نام سے شائع ہوئی)۔ یہ کتاب لینن کے زبردست علمی کام کا نتیجہ تھی۔ اس نے جرمن، فرانسیسی، انگریزی اور روسی زبانوں میں مختلف مصنفوں کی فلسفے، علم طبیعی اور طبیعات کی سیکڑوں کتابوں کا مطالعہ کیا۔ مارکس اور اینگلز کی فلسفیانہ تخلیقات اور پلیخانوف، مہرنگ، فیورباخ اور دوسرے فلسفیوں کی تصانیف کا دوبارہ مطالعہ کیا۔

مئی 1908ء میں لینن جنیوا سے لندن گیا جہاں اس نے تقریباً مہینہ بھر تک برٹش میوزیم کی لائبریری میں کام کیا۔ وطن سے لینن کی جو خط و کتابت ہوتی اس سے پتہ چلتا ہے کہ روس میں قانونی طور پر اس کتاب کی اشاعت کتنی مشکل تھی۔

اپنی تصنیف میں لینن نے مارکسی فلسفے کے مخالفین کو بے نقاب کیا۔ اس نے دکھایا کہ فلسفے اور سیاست کے درمیان گہرا تعلق ہے کہ مارکس ازم، سائنسی نظریے اور انقلابی عمل کا اٹوٹ اتحاد ہے۔ لینن نے بورژوا فلسفیوں (ماخ اور اویناری اوس) اور کچھ سوشل ڈیموکریٹوں کے رجعت پرست خیالات پر جو مارکس ازم کے فلسفے سے منحرف ہو گئے تھے، بہت سخت تنقید کی۔ فلسفے کے شعبے میں مارکس ازم سے گم راہ ہونے والے ان سوشل ڈیموکریٹوں (اے، اے بوگدانوف وغیرہ) نے سیاست میں بھی غلط راستہ اختیار کیا۔ ''میٹیریلزم اور ایمپیریو کرٹسزم'' نے مارکسی فلسفے کی مدافعت کرنے اور اس کو فروغ دینے اور پارٹی کے کارکنوں کو نظریاتی طور پر مسلح کرنے میں نمایاں رول ادا کیا۔ اس کتاب نے مارکسی فلسفہ کو بھی زبردست ڈویلپ کیا۔ یہ کتاب اب بھی موجودہ بورژوا آئیڈیلسٹ فلسفے اور ہر طرح کی ترمیم پرستی کے خلاف جدوجہد کے لیے ایک تیز دھار والی نظریاتی ہتھیار ہے۔

ریفرنسز

1-اوبچکین اور دوسرے۔لینن۔صفحہ 83

2۔ایضاً صفحہ 83

3-ایضاً صفحہ 85

4-ایضاً صفحہ 86

5-ایضاً صفحہ 86

6۔گورکی/شاہ محمد۔کامو منتخب سوویت افسانے۔2021ء۔سنگت اکیڈمی،کوئٹہ۔صفحہ 314-302

7۔ترجمہ: شاہ محمد۔منتخب سوویت افسانے۔صفحہ 314-302

8۔سائمن۔لینن ازم انڈر لینن۔صفحہ 106۔

9۔گورکی/شاہ محمد۔کامو منتخب سوویت افسانے۔۔۔صفحہ 314-302

10-ایضاً

11۔ایضاً

12۔کروپسکایا۔Memoirs۔صفحہ 147

13-اوبچکین۔۔۔لینن۔۔۔صفحہ 87

14۔ایضاً۔صفحہ 89

15۔ایضاً۔صفحہ 91

16۔کروپسکایا Memories of Lenin۔حصہ دوم۔صفحہ 2

17-اوبچکین۔۔۔لینن۔۔۔صفحہ نمبر 98

18-ایضاً۔صفحہ نمبر 99

19'ایضاً۔صفحہ نمبر 92

20-ایضاً۔صفحہ نمبر 96

21-ایضاً۔صفحہ نمبر 97

صدمہ

1910ء کی خزاں میں لینن اپنی والدہ سے ملنے سٹاک ہوم گیا۔ماں بیٹے نے ایک دوسرے کو تین سال سے نہیں دیکھا تھا۔75 سال کی عمر ہونے کے باوجود ماریا الیکساندرو ونا نے بیٹے کو دیکھنے کے لیے بیرونِ ملک کے طویل وکٹھن سفر کا فیصلہ کیا۔

لینن نے ہمیشہ کی طرح اب بھی ماں کا دل سے پاس ولحاظ کیا۔ماں نے زندگی میں پہلی بار سٹاک ہوم میں بالشویکوں کے اجتماع میں اپنے بیٹے کی پبلک تقریر سنی۔اُس نے تبصرہ کیا،"لینن بہت متاثر کن اور مہارت سے بولتا ہے مگر وہ خود پر اتنا دباؤ کیوں ڈالتا ہے، وہ اس قدر زور سے کیوں بولتا ہے۔یہ تو بہت نقصان دِہ ہے......وہ اپنا خیال نہیں رکھ رہا"۔

بہر حال سٹاک ہوم میں ماں کے ساتھ رہنے کی مدت ختم ہوئی تو ماں کے رخصت ہونے کے دن لینن جہاز کی گودی تک اس کو رخصت کرنے آیا۔لیکن وہ جہاز کے اوپر نہ جا سکا اس لیے کہ وہ ایک روسی کمپنی کی ملکیت تھا۔خطرہ تھا کہ اس کو گرفتار کر لیا جاتا۔لینن کی جیون ساتھی نادیژدا کروپسکایا نے لکھا:"ماں سے یہ اُس کی آخری ملاقات تھی۔اُسے اس بات کا پہلے ہی خدشہ تھا اور اُس نے جاتے ہوئے جہاز کو غمگین نگاہوں سے الوداع کہا۔"(1)

بہر حال اگلے سات سال تک دونوں زندہ رہنے کے باوجود ایک دوسرے کو دیکھ نہ پائے۔ماں کا درد محسوس کیا جاسکتا ہے!

......اور جب سات سال بعد لینن روس لوٹا تو والدہ نہ تھی۔ یوں، ماں نے پھر نہ لینن کو دیکھا اور نہ وہ اُس کا برپا کردہ انقلاب دیکھ پائی۔ (لینن کی والدہ کا انتقال 1916ء میں ہوا)۔

ماں جب واپس چلی گئی تو بیٹا ستمبر 1910ء کے آخر میں پیرس واپس گیا۔(2)

لینن نے بالشویکوں کے سامنے روس میں قانونی مارکسی پریس بحال کرنے کی ضرورت پر دلائل دیے۔ یہ قانونی پریس رجعت پرستی کے زمانے میں توڑ پھوڑ دیا گیا تھا۔ زبردست مشکلات کے باوجود بالشویکوں نے دسمبر 1910ء میں پیٹرس برگ سے ایک ہفتہ وار اخبار ''زویزدا'' (ستارہ) اور ماسکو سے رسالہ ''مسل'' (خیال) کی اشاعت کا انتظام کیا۔ لینن کے پچاس سے زیادہ مضامین اور نوٹ ''زویزدا'' اور ''مسل'' میں شائع ہوئے۔ اُس کی رہ نمائی میں ''زویزدا'' ایک متحرک و توانا مارکسی اخبار بن گیا۔

1911ء کی بہار میں ولادیمیر ایلیچ نے پیرس کے قریب لون ژیوسو میں پارٹی کا سکول قائم کیا۔ جس میں تربیت حاصل کرنے والے، بڑی تنظیموں کے خفیہ کارکن مزدور تھے۔ نادیژدا کروپسکایا نے بعد میں اس کا ذکر کرتے ہوئے بتایا کہ ولادیمیر ایلیچ نے بہت خوشی کے ساتھ پیٹرس برگ کے ان مزدوروں سے ملاقات کی تھی جو پیرس پہلی بار آئے تھے۔ وہ ساری شام ان سے باتیں کرتا رہا تھا۔ اس سکول میں پیٹرس برگ، ماسکو، سورمووہ، یکاتیرینوسلاف، نکولائف، دومبروفسکی علاقہ (پولینڈ)، باکو، تفلس اور دوسرے شہروں سے آئے ہوئے اٹھارہ مزدوروں نے تعلیم حاصل کی۔ لینن نے سکول میں سیاسی معیشت پر 29، زرعی مسئلے پر 12 اور روس میں سوشلزم کے نظریے اور عمل پر 12 لیکچر دیے۔ یہاں تعلیم حاصل کرنے والوں کی درخواست پر لینن نے تاریخ کے مادی مفہوم سے متعلق کئی لیکچر دیے اور اُس وقت کے بارے میں اور پارٹی میں کام کی صورت حال کے بارے میں مضامین پڑھے۔

1908ء سے 1911ء کے سال محض بیرونِ ملک رہنے کے سال نہ تھے بل کہ یہ تو سخت ترین نظریاتی جدوجہد کے برس بھی تھے۔ 1908ء سے 1911ء والے سال روس کے اندر بپھری ہوئی رجعت کے سال تھے۔ زار بادشاہ کی سرکار انقلابیوں پر ٹوٹ پڑی تھی۔ جیلیں بھر گئی

تھیں، قیدیوں پر تشدد بدترین تھا اور دھڑا دھڑ سزائے موت کے اعلانات ہوتے جاتے تھے۔ غیر قانونی تنظیمیں سرکار سے بچ نہیں پا رہی تھیں۔

کمال بات یہ ہے کہ کیپٹلزم کی بڑھتی قوت سے لینن قطعاً پریشان نہ تھا۔ 1911ء میں گورکی کو خط میں وہ کہہ رہا تھا: ''ہم کہتے ہیں: کیپٹل تمھیں کاٹ کھاتا ہے، یہ پارسیوں کو کاٹ کھائے گا، ہر شخص کو کاٹ کھائے گا۔ اور اس وقت تک کاٹ کھاتا رہے گا جب تک کہ آپ اس کا تختہ الٹ نہیں دیتے۔ یہ ہے سچ اور ہم اس میں یہ اضافہ کرنا نہ بھولیں گے: کیپٹلزم کے ارتقا کے علاوہ اُس پر فتح پانے کی کوئی اور گارنٹی نہیں ہے۔''

لینن تو اس سلسلے میں یہ بھی کہتا ہے کہ: ''کالونیل پالیسی اور بین الاقوامی لوٹ مار کی مزاحمت پرولتاریہ کو منظم کرنے کے ذریعے، پرولتاری جدوجہد کے ذریعے کیپٹلزم کے ارتقا کو گھٹا نہیں دیتی بل کہ بڑھا دیتی ہے۔ اسے مزید مہذب، کیپٹلزم کے بلند تر طریقے اختیار کرنے پر مجبور کرتی ہے۔ کیپٹلزم ہی کیپٹلزم ہے...... ہم جتنا زیادہ مزدوروں کے سامنے اس کی ''لالچ اور ظلم'' کے لیے کیپٹلزم کو بے نقاب کرتے ہیں، فرسٹ آرڈر کیپٹلزم کے لیے برقرار رہنا اتنا مشکل ہوتا جاتا ہے، اسے زیادہ سے زیادہ سیکنڈ کلاس کیپٹلزم کی طرف جانا مزید یقینی ہوتا جاتا ہے اور یہی کچھ ہمیں سُوٹ کرتا ہے، یہی بات پرولتاریہ کو سوٹ کرتی ہے۔''(3)

اِن برسوں میں لینن نے دوسرے کئی موضوعات پہ بھی بات کی۔ اہم ترین یہ تھی: ''ہمارا ڈاکٹرائن...... اینگلز نے اپنے اور اپنے مشہور دوست کے حوالے سے کہا، ایک ڈوگما نہیں ہے بل کہ عمل کے لیے ایک گائیڈ ہے۔''(4)

ایک بہت ہی خوب صورت بات وہ کہہ گیا: ''یورپی بورژوازی امریکا سے ''جمہوری ادارے'' نہیں لے گی، نہ سیاسی آزادی، نہ ری پبلکن سیاسی نظام، بل کہ ورکرز کا استحصال کرنے کے جدید ترین طریقے لے گی۔''

مگر ملک کی اس عمومی پستی نے واپس ابھرنا تو تھا ہی چناں چہ 1911ء سے 1914ء کا عرصہ روس میں تحریک کے ابھار کی گواہی کا عرصہ بنا۔

ریفرنسز

1۔کروپسکایا۔۔۔Memoirs۔۔۔صفحہ 182

2-اوبچکین اور دوسرے۔لینن مختصر سوانح عمری۔1971ء۔دارالاشاعت ترقی، ماسکو۔صفحہ نمبر 102

3۔لینن۔کلیکٹو ورکس۔جلد 34۔صفحہ 438

4۔لینن۔کلیکٹورکس۔جلد 17۔صفحہ 39

پارٹی کی چھٹی کانفرنس

(1912ء)

تاریخ میں کسی سیاسی گروہ نے ایک سیاسی پارٹی بنانے کے لیے اس قدر تیاریاں، اس قدر سرگرمیاں، اس قدر محنتیں نہیں کی ہوں گی، جتنی کہ بالشویک گروہ نے کیں۔ گرتے پڑتے، قید وجلاوطن ہوتے، مرگ و پھانسی پاتے وہاں کے انقلابی انقلاب کے سب سے بڑے اور اہم اوزار یعنی سیاسی پارٹی بنانے اور منظّم کرنے میں لگے رہے۔ ایک طویل اور مرگ آور اندھیر کے بعد اب بالشویکوں کے ایک پارٹی میں منظّم ہوجانے کے لیے زمین پوری طرح تیار ہوچکی تھی۔

مسلسل ناکامیوں نے انھیں سکھا دیا تھا کہ نظریاتی اور ڈسپلن کے لحاظ سے پارٹی جس قدر سُچی اور خالص ہوگی، انقلاب اُسی قدر خالص اور کم نقصان والا ہوگا۔ روسی مزدور تحریک تو 1905ء میں قتل وغارت کا شکار ہوئی تھی اور دفاعی پوزیشن میں چلی گئی تھی، دل شکستہ ہوکر بکھر چکی تھی اور اپنی تنظیم کے وجود کے لیے بے آرامی کے ساتھ ہاتھ پاؤں مار رہی تھی۔

اس بڑے کام کے لیے پارٹی اجتماع منعقد کرنے کی جمہوری راہ لینی ضروری تھی۔ یوں چھٹی پارٹی کانفرنس طلب کی گئی۔ یہ پارٹی کانفرنس جنوری 1912ء میں خفیہ طور پر اور ملک سے باہر پراگ میں منعقد ہوئی۔ چھٹی پارٹی کانفرنس نے یہ طے کیا کہ بنیادی پروگرام کے مطالبوں کو پارٹی کے خاص فوری سیاسی نعرے کی صورت میں پیش کرنا چاہیے۔ یعنی جمہوری ری پبلک، آٹھ

گھنٹہ کام کا دن اور زمین داریوں کی ضبطی۔ پراگ کانفرنس نے پارٹی کی ایک بالشویک مرکزی کمیٹی کا انتخاب کیا جس میں لینن اور سٹالن شامل تھے۔

پراگ کانفرنس نے سمجھوتہ بازوں کو پارٹی سے باہر نکالا۔ٹریڈ یونین کو سکرات سے دوبارہ اٹھانے کا فیصلہ کیا۔

سینٹ پیٹرس برگ میں ایک بالشویک لیگل روزانہ اخبار ''پراودا'' جاری کر دیا۔(1)

1912ء:انقلابی تحریک کا نیا ابھار

فروری 1912ءمیں دور دراز سائبیریا میں واقع لینا کے سونے کی کانوں میں ایک بڑا واقعہ ہوا۔وہاں سردیوں میں چھ ماہ کی رات اور گرمیوں میں مچھروں کی یلغار ہوتی تھی۔دُور افتادہ اس معدنی علاقے کے مزدور غلامی کی زندگی گزار رہے تھے۔ وہاں کام کے گھنٹے لامحدود تھے۔ اجرتوں میں کٹوتی ہوتی تھی۔وہ غصے سے بپھر گئے اور ہڑتال پر چلے گئے۔

مالکوں کی فرمائش پہ سینٹ پیٹرس برگ سے فوجیں آئیں۔افسر وہی تھا جس نے فادر گاپون کے پٹیشنرز کو گولی ماری تھی۔اُس نے اِس جلوس پر گولی چلائی۔270 کو قتل کیا اور ڈھائی سو کو زخمی۔اپریل میں تین لاکھ آدمیوں کی احتجاجی ہڑتال ہوئی۔یوم مئی پہ 5 لاکھ کا جلوس ہوا۔اب نعرے تھے،''سوشلزم زندہ باد''

اس سلسلہ میں 1912ء میں سٹالن نے سینٹ پیٹرس برگ کے بالشویک اخبار زویزدا (ستارہ) میں لکھا:

''لینا کے قتلِ عام نے خاموشی کے برف کی چادر توڑ دی ہے اور عوام کی تحریک کا دریا بہہ نکلا ہے۔ وہاں برف کی چادر ٹوٹ چکی ہے۔موجودہ نظام حکومت میں جتنی برائیاں اور خرابیاں تھیں،اِس کی جتنی مصیبت زدہ بیماریاں تھیں ان کی جھلک اسی ایک واقعہ،لینا حادثہ میں دکھائی دینے لگی۔اسی لیے لینا کے قتل نے ہڑتالوں اور مظاہروں کے لیے ایک اشارۂ عمل کا کام دیا۔''

اُس سال اسمبلی (ڈوما) میں 7 مانشویک اور 6 بالشویک منتخب ہوئے۔(2)

1912ء میں تحریک کے اندر تازہ ابھار پیدا ہوا،اس میں ہڑتالیں اور جلسہ جلوس جلد جلد ہونے لگے اور یہ سلسلہ جولائی 1914ء میں تو بلند ترین سطح پر پہنچ گیا جب سینٹ پیٹرس برگ بیریکیڈوں سے اٹ گیا تھا اور لگتا تھا کہ روس انقلابی دورے پڑنے کا سامنا کر رہا ہو۔

کروپسکایا اور لینن پیرس سے کراکوف منتقل ہوگئے تا کہ پارٹی کی راہ نمائی کے لیے روس سے قریب تر رہیں۔

اُدھر 1912ء میں چین میں ایک انقلاب برپا ہوا اور جب دو سال بعد پہلی (سامراجی) عالمی جنگ شروع ہوئی تو اس وقت تک ممالک کے اندر موجود کئی پارٹیاں خود کو سوشلسٹ قرار دے رہی تھیں۔مگر قوم پرستی میں اندھی ہو کر وہ پارٹیاں حب الوطن بنتی گئیں اور اس بہانے جنگ کی حمایت کرنے لگیں۔البتہ روس میں لینن نے ایسا نہ کیا،جرمنی میں روزا لگزمبرگ اور کارل لبنخت نے ایسا نہ کیا اور ہنگری میں بیلا کن نے ایسا نہ کیا۔ان پاک انسانوں نے اپنے اپنے ممالک میں کمیونسٹوں کی طرف سے اس جنگ کے خلاف عوامی جدوجہد کی قیادت کی۔

لینن نے نہ سامراج کے خلاف انقلابی لڑاکوں کو اپنے اپنے ملک میں اپنی حکومتوں سے لڑنے کی ہدایت کی اس نے خود روس میں ایسا کرنے کی مثال قائم کر دی۔لینن نے زار بادشاہی کے خلاف اور اُس کے بعد قائم ہونے والی بورژوا حکومتوں کے خلاف ناقابلِ مصالحت جدوجہد شروع کر دی۔گو کہ مغربی ممالک میں اس کی اپیلیں زیادہ انہماک سے نہ سنی گئیں۔

جیسے کہ ذکر ہوا 1912ء کی بہار میں پیٹرس برگ کے مزدوروں کی تحریک اور لینن کی پُرجوش حمایت سے بالشویکوں کا قانونی روزنامہ ''پراودا'' (حق) جاری کیا گیا۔''پراودا'' کا پہلا شمارہ 5 مئی 1912ء کو شائع ہوا۔لینن نے اس کے 636 شماروں میں 280 آرٹیکل لکھے۔(3)

1913ء میں کروپسکایا ایک بار پھر تھارائیڈ کی تکلیف میں تھی۔آنکھیں باہر کو نکلی ہوئی،گردن کے سامنے سوجھن،عام کمزوری،سردرد،تیز دھڑکن،لرزتے ہاتھ۔اس نے اپنی ساس کو 3 مئی 1913ء کو اپنی بیماری کے بارے میں لکھا:''میں ضعیف و کمزور ہو چکی ہوں اور جلدی تھک جاتی ہوں۔میں نے ایک پورا ماہ electric علاج کرایا ہے،میرا سوجھا ہوا گلا چھوٹا نہیں ہوا،

البتہ میری آنکھیں نارمل ہوگئیں اور دل کی دھڑکن کم ہوگئی ہے۔'' (4)

خاوند بہت پریشان تھا۔ اس نے کروپسکایا کی بہت خدمت اور تیمارداری کی۔ (5)

کروپسکایا کے اس خط کے دس دن بعد لینن نے اپنی ماں کو بتایا کہ کروپسکایا کو ''تھائیروٹاکسی کوسز'' نامی بیماری ہے، جو مجھے بہت فکرمند کرتی ہے۔''

کچھ عرصہ بعد کروپسکایا اور لینن تھائیروٹاکسی کوسز کے اُس وقت کے ماہر کے پاس برنؔ چلے گئے۔ آپریشن کا مشورہ دیا گیا۔ پیسے کی تنگی بڑا مسئلہ تھا۔ لینن نے پراودا کے ایڈیٹروں کو لکھا، ''میں بھیک مانگتا ہوں کہ دیر نہ کریں، میری بیگم کا اپریشن ہے۔ پیسوں کی اشد ضرورت ہے۔'' (6) بہر حال کروپسکایا کا آپریشن ہوا۔ یہ آپریشن بغیر انستھیزیا کے تین گھنٹے تک چلا۔ (7) وہ اس آپریشن کے بعد 25 سال زندہ رہی۔

اسی دوران لینن کا انقلابی کام جاری رہا۔ 1913ء میں اس نے اپنے مضامین ''قومی مسئلے پر تنقیدی اشارے'' اور 1914ء میں ''قوموں کا حقِ خودارادی'' شائع کیے۔

یہاں اس بات کا تذکرہ ضروری ہے کہ کروپسکایا بھی اپنی سپیشلٹی یعنی ایجوکیشن میں زبردست کام کررہی تھی۔ کروپسکایا کے گیارہ مختصر مضامین 1909ء اور 1915ء کے بیچ ''فری ایجوکیشن'' نامی میگزین میں چھپے۔ 1915ء میں اس نے روسو اور مارکس کا خوب مطالعہ کیا۔ نیز موجودہ صورت حال پہ تحقیق لکھی۔ نتیجہ یہ نکلا کہ اس نے تیس ہزار الفاظ پر مشتمل کتابچہ لکھا: ''پبلک ایجوکیشن اور ڈیموکریسی۔'' (8)

پہلی عالمی سامراجی جنگ

سوئٹزرلینڈ میں جلاوطنی کی یہ اُن کی تیسری اور آخری رہائش تھی۔ اس بار وہ اگست 1914ء سے لے کر اپریل 1917ء تک یہاں رہے۔

جیسے کہ پچھلے صفحوں میں ذکر ہوا کہ یہیں لینن نے زوروشور سے قومی سوال کے نظریاتی اور انقلابی تجزیے کا کام کیا۔ اُس نے قومی سوال پہ کمیونسٹوں کی پالیسی اور پروگرام پہ خوب غور کیا۔

عالمی جنگ شروع ہونے سے قبل ہی اس نے ''قومی سوال پہ کرٹیکل تبصرے'' اور ''قوموں کی خود اختیاری کا حق'' لکھے۔ جنگ کے دوران اس نے ''سوشلسٹ انقلاب اور قوموں کا حقِ خود اختیاری'' اور ''خوداختیاری پہ بحث کو سمیٹا گیا'' لکھے۔ اس نے قوموں کی مکمل برابری کی ضرورت کے حق میں زبردست دلائل دیے اور قوموں کے حقِ خوداختیاری بشمول حقِ علیحدگی اور ان کی آزاد ریاست کے حق کی وکالت کی۔ اُس نے مطالبہ کیا کہ ''زار بادشاہ کی طرف سے محکوم کردہ قوموں کو حقِ خوداختیاری بشمول حقِ علیحدگی دی جائے۔'' (9)

اُس نے ''گریٹ رشین'' شاؤنزم کی مذمت کی۔ اس کا کہنا تھا کہ بادشاہت ختم کرنے کے بعد ساری قومیتوں کے لیے تعلیمی اور کلچرل مساوات کا اعلان کیا جائے اور ''وسیع علاقائی اٹانومی اور مکمل طور پر ڈیموکریٹک مقامی خودحکومت'' کا اعلان کیا جائے۔ اُس نے محترمہ روزا لگزمبرگ کے مؤقف کے برخلاف پولینڈ اور فن لینڈ کو آزاد ہوجانے کے لیے مناسب قرار دیا اس لیے کہ وہ روسی سلطنت میں ''سب سے زیادہ مہذب اور سب سے زیادہ الگ'' وجود ہیں۔ (10)

جنوری فروری 1916ء میں لینن نے ''سوشلسٹ انقلاب اور قوموں کا خوداختیاری کا حق'' لکھا۔ اسے بالشویک سنٹرل کمیٹی نے منظور کرلیا اور پورے مغربی یورپ میں تقسیم کیا۔ یہاں قومی سوال کو سوشلسٹ انقلاب کا اٹوٹ حصہ قرار دیا گیا۔

اور یہی سوچ جب انقلاب کی صورت اقتدار میں آئی تو اُس نے وہاں کی قوموں کے حق میں اتنے بڑے فیصلے کیے کہ اُس ملک کا نام ہی بدل دیا۔ اب اس ملک کو ''سٹیٹ آف نیشنز'' کہا جانے لگا۔ (11)

دوسری طرف ایک سوشلسٹ انٹرنیشنل کی حیثیت سے وہ مزدوروں کو قومی تعلق کا لحاظ کیے بغیر ماس آرگنائزیشنوں میں متحد و منظم رکھنا چاہتا تھا۔

ہماری آج کی دنیا میں جتنے ممالک ہیں ان کی بڑی اکثریت اُن دنوں غلام تھی۔ سب سے زیادہ غلام ملک فرانس اور برطانیہ کے پاس تھے۔ اور یہی دو ملک غلام ملکوں کو لوٹ لوٹ کر بہت ترقی یافتہ کیپٹلزم قائم کرچکے تھے۔ ان کے بعد پرتگال، سپین اور بلجیم کے نام آتے ہیں جو ایشیا، افریقا اور

براعظم امریکا میں کئی سلطنتوں کو اپنا غلام بنائے بیٹھے تھے۔ آسٹرو ہنگیرین ترکی پورے مشرق وسطیٰ پہ پنجے گاڑے بیٹھا تھا۔

یہ قبضہ گر اپنے اپنے حصوں پر مطمئن نہ تھے اور ہمہ وقت بڑا' مرغن اور'' اچھا'' کے مطالبے کرتے کرتے ایک دوسرے پر جھپٹ پڑے اور یوں تاریخ کی سب سے بڑی جنگ شروع ہوگئی۔ اسے پہلی عالمی جنگ کہتے ہیں۔ (ہم اسے پہلی عالمی سام راجی جنگ کا نام دیتے ہیں)۔

البتہ دو اہم سام راجی ممالک' قبضہ گیری کی اس دوڑ (عالمی جنگ) میں دیر سے شامل ہوئے: جرمنی اور امریکا۔ جرمنی افریقا اور بحرالکاہل کے محض کچھ مقبوضات کا مالک بن سکا تھا۔ البتہ امریکا سمجھتا تھا کہ وسطی اور جنوبی امریکا کو اُسی کی شکارگاہ بننا چاہیے۔ وہ چین پہ لوٹ مار کو بھی اپنا حق جتانے آنکلا۔ حالاں کہ چین پہلے ہی جاپانی سام راج کی چراگاہ بن چکا تھا اور اس کا تائیوان پہلے ہی اس کے قبضے میں تھا۔ اُدھر جاپان روس سے سائبیریا بھی چھیننا چاہتا تھا جس کے لیے اس نے 1905ء میں روس سے ایک جنگ بھی کی تھی۔

دوسری طرف روسی انقلابیوں کا حال اچھا نہ تھا۔ اُن کا اخبار ''پراودا'' جنگ سے ذرا پہلے سرکار کی طرف سے بند کر دیا گیا تھا۔ بیرونِ ملک ''مزدوروں کا اخبار'' اور ''سوشل ڈیموکریٹ'' کو خود بالشویکوں نے بند کر دیے تھے۔

عالمی جنگ یوں چھڑ گئی کہ یکم اگست کو جرمنی نے روس کے خلاف جنگ کا اعلان کیا۔ 3 اگست کو فرانس پر اور 4 اگست کو بلجیم پر۔ چار اگست کو انگلینڈ نے جرمنی کے خلاف جنگ کا اعلان کیا۔ 6 اگست کو آسٹریا نے روس کے خلاف جنگ کا اعلان کیا، 11 اگست کو فرانس اور انگلینڈ نے آسٹریا کے خلاف جنگ کا اعلان کیا۔ (12) بھیڑیوں کا غول ایک دوسرے کو بھنبھوڑنے لگا۔ گویا 1914ء کے اگست میں یورپ نے خوشی خوشی اپنی بربادی کی ابتدا کرلی۔ سام راج نے بنی نوعِ انسان کو ایک تباہ کن اور غارت گر جنگ میں دھکیل دیا۔ اس جنگ نے ناقابلِ بیان دکھ اور آلام لانے تھے، محاذ کے ملینوں آدمیوں کی موت ہونا تھی اور کروڑوں خاندانوں کو ماتمی ہونا تھا۔ بھوک بیماریاں الگ تھیں۔

یہ جنگ جنگل کی آگ کی سی تیزی سے پھیلی تھی اور اسی پوری دنیا کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ یہ سام راج کی دو بلاؤں کے بیچ کالونیوں اور اثر کے علاقوں کی دوبارہ تقسیم پہ چھڑی۔ ایک بلاک جرمن قیادت میں آسٹریا ہنگری، ترکی اور بلغاریہ پر مشتمل تھا۔ دوسرے بلاک کی قیادت برطانیہ اور فرانس کر رہے تھے اور بادشاہت والا روس بھی اسی برطانیہ والے بلاک کا ممبر تھا۔ بعد میں جاپان اٹلی، امریکا اور دیگر ممالک بھی برطانیہ اور فرانس والے بلاک میں شامل ہوگئے۔

یہ دنیا پہ اقتدار حاصل کرنے کے خواہش مند دو مسلح اتحادوں کے بیچ مرگ وزندگی کی جنگ تھی۔ گویا سب سب سے لڑ رہے تھے۔

جوں جوں جنگ بڑھتی گئی لوگوں کے مصائب و آلام بڑھتے گئے اور ساتھ ساتھ جنگ کے خاتمے کا مطالبہ بڑھتا گیا۔ نوآبادیوں میں رہنے والے عوام اپنے بے پناہ استحصال سے تنگ آگئے تھے۔ زبردست اور پاپولر عوامی سرگرمی کی ایک لہر ابھر گئی۔ عوامی سرگرمی کا رخ تو ہمیشہ انقلاب کی طرف رہتا ہے۔ چناں چہ جگہ جگہ مارکس اور اینگلز کی تعلیمات کو راہ بر بناتی انقلابی پارٹیاں ابھرنے لگیں۔ افریقا اور دیگر ممالک میں سام راج دشمن اقدام ہونے لگے۔

لینن کے فہمیدہ دماغ نے اس عالمی سام راجی جنگ کو انقلاب کے لیے ایک زبردست موقع کے بہ طور دیکھا۔ اُسے نظر آیا کہ اس جنگ نے کیپٹلزم کے سارے تضادات کو ننگا کر دینا ہے، ہر ملک میں کلاس سٹرگل کو بڑھاوا دینا ہے اور عمومی سیاسی بحران پیدا کرنا ہے۔ چناں چہ اس نے فیصلہ کیا کہ وہ اس جنگ کو روس کے اندر انقلاب کو تیز کرنے کے لیے استعمال کرے گا۔

لینن کی قیادت میں روسی بالشویک پارٹی نے روس کے ورکنگ عوام کو بہت سخت نعروں پہ مشتمل اپیل کر دی: ''جنگ مردہ باد! جنگ کے خلاف جنگ۔'' (لینن خوب صورت نعرے تخلیق کرنے کا ماہر تھا)۔

سپاہیوں سے بھری بدبخت ٹرینیں سرحدوں کی جانب روانہ ہوئیں۔ یورپ کے ہر ملک کو بدبخت حب الوطنی نے آن لیا۔ ''انٹرنیشنلسٹ'' لوگ یک دم ''نیشنلسٹ'' بن بیٹھے۔ اب انھیں بورژوازی، انقلاب اور سام راج سب کچھ بھول گیا اور سب بورژوا حب الوطنی کے نعروں پہ دھمال

کرنے لگے، جذباتی بنانے والے مردم کُش جنگی بینڈ ہر شہر میں کُوکنے لگے، جنگی ترانے غرّا رہے تھے۔ کپڑوں کے رنگین ٹکڑے ان بینڈوں کے پرچم بن کر انسانی خون سے لتھڑنے کو مچل رہے تھے۔ اِن بینڈوں ترانوں اور پرچموں والی سڑکوں کے گرد اکٹھا ہونے والے ہجوم ماتم کے بجائے لعنتی تالیاں بجا رہے تھے۔

ایسی جذباتی جنگی فضا میں اگر تموکلی مستوں پر مشتمل اِکا دُکا جلوس نکلتے بھی تھے تو انھیں بزدلی کے طعنوں، حقارتوں اور تھوکوں میں غرق کیا جا رہا تھا۔ عالموں، فلاسفروں، سائنٹسٹوں اور شاعروں پہ فخر کرنے والی یورپی انسانی نسل اب اپنے بیٹوں بھائیوں کی کراہوں، میتوں اور ماتموں کی فرمائشیں کرنے لگی۔

شیطان نے سب سے پہلے جرمن انقلابیوں کو ورغلایا۔ جرمن پارلیمنٹ میں موجود سوشلسٹوں نے 4 اگست 1914ء کو اعلان کیا کہ ''خطرے کی گھڑی میں ہم اپنے پدر وطن کو بغیر حفاظت نہیں چھوڑیں گے'' اور انھوں نے ڈکٹیٹر کیسر کی چھیڑی جنگ کے لیے بھاری بجٹ منظور کرنے کے حق میں ووٹ دیا۔ ''پدر وطن!!'' فرانس اور بلجیم کے سوشلسٹوں نے بھی جنگ کے حق میں اپنی اپنی حکومتوں کا ساتھ دیا۔ چناں چہ ''دنیا بھر کے مزدور ایک ہونے'' کے بجائے ایک دوسرے کے نرخرے کاٹنے میں لگ گئے۔ صرف یہی نہیں، سوشلسٹوں کی بین الاقوامی تنظیم ''سیکنڈ انٹرنیشنل'' میں شامل پارٹیاں اب قومیت کی بنیاد پر ایک دوسرے کو قتل کرنے لگ گئیں اور جب کمیونسٹ نسل پرست بن جائے تو وہ نسل پرستوں میں خود کو ایڈجسٹ کرنے کے لیے خود کو مہانسل پرست ثابت کرتا رہے گا۔ وہ جنونی جنگ پرست بن جائے گا...... ایسا ہی ہوا۔ سیکنڈ انٹرنیشنل ختم ہو گیا۔ لینن نے اسے ''موقع پرست سیکنڈ انٹرنیشنل کی تحلیل'' کہا۔

بقیہ بچنے والے جینوئن کمیونسٹ تعداد میں کتنے ہوں گے؟ اور پھر ہر حکومت انھیں غدار قرار دیے جا رہی تھی۔ بہرحال ''جو بچے ہیں سنگ سمیٹ لو'' کے مصداق لینن نے اِن بچے کھچے مارکسسٹوں پہ زور دیا کہ وہ ایک ''تیسری انٹرنیشنل'' قائم کریں جو شاؤنسٹوں اور موقع پرستوں سے پاک ہو۔ اس نے اعلان کیا کہ ''آج سے میں سوشل ڈیموکریٹ نہیں، ایک کمیونسٹ ہوں۔'' اس

نے اصرار کیا کہ ''ورکنگ عوام الناس ساری رکاوٹوں پر قابو پالیں گے اور ایک نیا انٹرنیشنل تخلیق کریں گے۔''(13) اس لیے کہ ''جتنی جنگی قربانیاں ہوں گی اسی قدر ورکنگ عوام الناس واضح طور پر موقع پرستوں کی طرف سے مزدوروں کے کاز سے غداری کو دیکھ سکیں گے اور اپنی بندوقیں اپنے ملک کی بورژوازی، اور اپنی اپنی حکومتوں کے خلاف موڑنے کی ضرورت کو واضح طور پر دیکھ سکیں گے۔''(14)

1914-17ء انسانی تاریخ کے خونی ترین سال تھے۔ اس پہلی عالمی سامراجی جنگ سے پہلے کی انسانی تاریخ میں کوئی واقعہ اِس خون ریزی کا مقابلہ نہیں کرسکتا۔ منٹوں لمحوں کے اندر اندر ہزاروں انسانی زندگیاں گُل کر دینے والی یہ مہیب جنگ، کیپٹلزم پر ایک بدنما داغ کے بہ طور ابد تک رہے گی۔

لینن ایک بار پھر سب سے الگ میدان میں تھا۔ وہ اس ''سوشل حب الوطنی'' سے انکاری تھا اور اب اس انکار کو لے کر جنگ باز قوم پرستی سے الگ ہونے کے لیے میدانِ عمل میں کود پڑا۔ اس نے وضاحت سے بتایا کہ جو عالمی جنگ شروع ہوئی ہے، وہ سامراجی جنگ ہے۔ اس جنگ کو بڑے سرمایہ دار ملکوں کی بورژوازی نے شروع کیا ہے۔ روسی بورژوازی اور یہاں کی بادشاہت بھی ملک گیری کے اِن ابلیسی منصوبوں کے ساتھ شامل ہو گئی ہیں۔ بورژوازی اور فیوڈل اِس جنگ کو اپنے اپنے ملکوں کے محنت کشوں کی انقلابی تحریک کو روکنے کا ذریعہ بھی سمجھتے ہیں۔

مگر اس سے بھی بڑی بات یہ ہے کہ ''سب سے الگ، سب سے جدا'' والا فیصلہ لینے میں اُسے ذرا سی دیر بھی نہیں لگی۔ جنگ کو دو ماہ بھی نہ ہوئے تھے کہ لینن 17 اکتوبر 1914ء کو اپنے ملک روس کی شکست کی خواہش کر رہا تھا۔ ''اس میں ذرا بھی شبہ نہیں، بالکل کوئی شبہ نہیں کہ کم ترین برائی ابھی اور فوری طور پر اِس جنگ میں روس میں زار بادشاہت کی شکست ہے۔ اس لیے کہ زار اِزم کیسر اِزم سے سو گنا بدتر ہے۔''(15)

لینن نے ''وطن کی حفاظت'' کو ایک موقع پرست نعرہ قرار دیا۔ اُس کے مقابلے میں لینن نے یہ انقلابی اپیل کی کہ ''سامراجی جنگ کو خانہ جنگی میں بدل دو۔'' اُس کا اگلا نعرہ پڑھیں تو

آج بھی خوف ناک حیرت ہوتی ہے: ''جنگ میں اپنی اپنی حکومت کی شکست ۔'' اس نعرے کے لیے اُس نے دلیل دی کہ محاذ پر شکست سے اُس ملک کے محنت کش طبقے کے دشمنوں یعنی ، استحصال کرنے والے حکمران طبقوں کی طاقت کم زور ہوگی اور عوام کی فتح آسان ہوگی ۔لینن کا مشاہدہ تھا کہ ''روس میں پرولتاریہ وہ واحد طبقہ ہے جو شاوُنزم سے انفیکٹ نہیں ہوا۔''

یوں ، لینن کی پہل کاری پہ روسی ورکنگ کلاس نے بورژوازی کے ساتھ ایک ''طبقاتی امن'' قائم کرنے سے انکار کر دیا۔

اُس نے اِس عالمی سامراجی جنگ میں مہاتما بدھ بن کر امن قائم کرنے کی بات نہ کی۔ نہ وہ ''امن امن'' جپنے والے برصغیری صوفیوں میں شامل ہوا۔ جنگ تو اس کی رضامندی سے شروع نہیں ہوئی تھی ۔مگر اِس جنگ کا رخ بدلنے کی کوشش تو کی جا سکتی تھی ۔ چناں چہ اُس نے بھرپور کوشش کی کہ جنگ دو ملکوں کے بیچ نہ ہو بل کہ ہر ملک کے اپنے اندر موجود امیر غریب والے دو طبقات کے بیچ ہو۔جنگ کے بارے میں لینن نے جون 1915ء میں اپنے پمفلٹ ''سیکنڈ انٹرنیشنل کا بکھر جانا'' میں لکھا: ''جنگ کا تجربہ تاریخ میں ہر بحران کی طرح، ہر بڑی بربادی کی طرح اور انسانی زندگی میں ہر اچانک موڑ کی طرح، کچھ کو حواس باختہ اور برباد کرتی ہے مگر باقیوں کو روشن خیال اور سخت بناتی ہے۔''

تو کیا لینن جنگ کا رخ موڑ سکا؟ کیا وہ اپنے بین الاقوامی تحریکی ساتھیوں کو اپنی لائن اپنانے کے لیے قائل کر سکا؟ سچ یہ ہے کہ لینن اور کروپسکایا کے مؤقف پہ بین الاقوامی تحریک کے اندر سے صرف چند قد آور لوگ ہی متفق تھے۔ مثلاً کارل لیب نخت، روزا لگزمبرگ، کلارا زیٹکن اور فرانز مہرنگ ۔ باقی سب ''انقلابی'' لوگ سوشل شاوُنزم کے ساتھ ہو لیے۔

کمال مؤقف تھا یہ۔عجیب توازن تھا۔لینن ایک طرف تو انٹرنیشنل ازم اور عالمی ریاست کی بات کرتا تھا اور دوسری طرف وہ نیشنلزم، خود اختیاری اور علیحدگی کے حق پہ زور دیتا تھا۔(16)

3 اگست 1914ء کو پہلی عالمی جنگ شروع ہوئی اور ٹھیک 5 دن بعد آٹھ اگست کو آسٹریا کی پولیس نے لینن کو گرفتار کر لیا۔ گیارہ دن تک جیل میں رکھنے کے بعد اُسے رہا کر دیا۔ رہائی کے بعد وہ بھاگ کر سوئٹزرلینڈ چلا گیا اور جنگ کے تباہ کارانہ کردار کو بے نقاب کرتے ہوئے اُس کا رخ

موڑنے کے حق میں دلائل دیتا رہا۔

سوئٹزرلینڈ میں یہ کروپسکایا اور لینن کی تیسری اور آخری رہائش تھی (اگست 1914ء تا اپریل 1917ء)۔

اب عالمی جنگ تھی۔ اس لیے اُن جلاوطنوں کا روس کے عوام سے رابطہ ناممکن ہو گیا تھا۔ وہ بہ ظاہر کوئی خفیہ یا اوپن اخبار بھی نکال اور چلا نہیں سکتے تھے۔ مگر انقلابی تو ناممکنات کے اندر کھیلنے والے کھلاڑی ہوتے ہیں۔ انھوں نے گوشت پوست کے پاپڑ بیل کر (ایک سال کے وقفے کے بعد) ''سوشل ڈیموکریٹ'' نامی اخبار دوبارہ شروع کر دیا۔ کمال یہ بھی ہے کہ وہ اسے باقاعدگی سے نکالتے رہے۔ مارچ 1917ء میں سوئٹزرلینڈ چھوڑنے کے وقت تک وہ اس اخبار کے بارہ سے زائد شمارے نکال چکے تھے۔

نومبر 1914ء کے شمارے میں روسی انقلابی پارٹی کی مرکزی کمیٹی کا منشور ''جنگ اور روسی سوشل ڈیموکریسی'' شائع ہوا جس کو لینن نے جنگ سے متعلق مقالوں کی بنیاد پر لکھا تھا۔

یہ وہ زمانہ ہے جب سٹالن سمیت کچھ مارکسسٹ جیل اور جلاوطن تھے۔ اس سٹالن نے بعد کے سالوں میں شہرت و اقتدار بھی کمانا تھا اور بہت بہتان بھی سہنے تھے۔ اُس وقت تک وہ لینن کا ''میرا عمدہ جارجیائی'' تھا۔ فروری انقلاب کے بعد سٹالن کو جیل سے رہائی ملی اور اس کے بعد وہ لینن کا قریب ترین اور قابلِ بھروسہ مددگار بنا۔

1915ء کا موسم بہار کروپسکایا کے لیے رنج و الم کا زمانہ تھا۔ اس کی ماں یلیزاوا سیلیونا طویل عرصے تک بیمار رہنے کے بعد 20 مارچ کو برن میں فوت ہوئی اور 23 مارچ کو اس کی میت کو کریمیٹ کر دیا گیا (جلا دیا گیا)۔ واضح رہے کہ اب یہ خاندان برن منتقل ہو گیا تھا۔ مگر یہ ماتم مختصر تھا اس لیے کہ دونوں میاں بیوی کو، خود کو تین دن بعد 26 سے 28 مارچ تک وہیں برن میں انٹرنیشنل سوشلسٹ ویمنز کانفرنس میں جھونکنا پڑا۔

بعد میں مئی کے ماہ میں کروپسکایا پھر ''گلینڈولر'' بیماری کے حملے کا شکار ہوئی۔ صرف یہی نہیں بل کہ ان ہی جنگ کے سالوں نے اِس خاندان کی روح کو ایک اور زخم دیا۔ کروپسکایا کی

ساس، لینن کی ماں 25 جولائی 1916ء کو 81 برس کی عمر میں فوت ہوئی۔ ماں بیٹے نے 1915ء سے ایک دوسرے کو نہیں دیکھا تھا۔ وہ سینٹ پیٹرس برگ میں اس کے جنازے تک میں شریک نہیں ہوسکا۔ ماں کی موت تو جھنجوڑ ڈالتی ہے۔ لینن نے انقلاب کی راہ میں کشٹ وقہر کی ندیاں پار کیں!

*****

کروپسکایا اور لینن بین الاقوامی ورکنگ کلاس کی یک جہتی اور جنگ کو ملکوں کے اندر طبقاتی جنگ میں بدلنے کی ضرورت پہ زور دیتے رہے۔ انھوں نے اعلان کیے رکھا کہ یہ سامراجی جنگ ہے۔ لینن نے ستمبر 1914ء میں پیش بینی کی تھی کہ سامراجی جنگ ''نے ہر حال میں دشمن طبقات کے بیچ سول وار میں بدل جانا ہے۔''

لینن نے لکھا، ''ہم 16-1914ء کی سامراجی جنگ میں اور دوسری سامراجی جنگوں میں، وطن کی حفاظت اور دفاع کے خلاف ہیں۔ سامراجی دور میں ''انقلابی'' جنگیں بھی تو ممکن ہیں۔''

لینن انقلابی محاذ کے ایک مورچے سے دوسرے میں چھلاوہ بن کر لپکا۔ کبھی تقریر، کبھی بحث، کبھی اخباری مضمون اور کبھی اداریہ۔ چناں چہ ایک خط میں اس نے لکھا: ''یہ ہے میری قسمت، ایک مجاہدانہ مہم سے دوسری کی طرف۔ سیاسی حماقتوں، کمینہ پن اور موقع پرستی وغیرہ کے خلاف۔

ایسا 1893ء سے ہوتا آرہا ہے اور اسی وجہ سے کمینوں کی نفرت بھی۔ پھر بھی میں اپنی قسمت ان کمینوں کے ساتھ ''صلح'' سے بدلنے کے لیے تیار نہ ہوا۔''

1915ء میں اپنے مضمون ''چند مقالات'' میں لینن نے لکھا: ''اس سوال کے لیے کہ اگر موجودہ جنگ میں انقلاب نے پرولتاریہ کی پارٹی کو برسراقتدار کر دیا ہوتا تو پرولتاریہ کی پارٹی کیا کرتی، ہمارا جواب یہ ہے: ہم تمام جنگ کرنے والوں کے سامنے صُلح کی تجویز اس شرط کے ساتھ رکھتے کہ نوآبادیوں اور تمام محکوم، مظلوم اور حقوق سے محروم قوموں کو آزاد کر دیا جائے۔'' اور بعد میں ہوا بھی یہی۔ 1917ء میں روس میں لینن کی پارٹی کے برسراقتدار آتے ہی یہی کیا گیا۔

اس دوران کروپسکایا کی صحت اچھی نہ تھی۔ وہ تھائرائڈ کی ''Graves'' نامی بیماری میں مبتلا تھی۔ گردن کے سامنے کے حصے پہ گٹھلی، آنکھیں باہر کو نکلی ہوئی، دل کی دھڑکن تیز۔ ماں کی

موت کے بعد اس کی حالت مزید خراب ہوگئی۔

اس دوران 1915ء میں لینن فکری جدل میں جُتا رہا۔ اس نے عمیق و منطقی مضامین لکھے: ''سیکنڈ انٹرنیشنل کی تحلیل''، ''موقع پرستی اور سیکنڈ انٹرنیشنل کی تحلیل''، ''سوشلزم اور جنگ''، ''سامراجی جنگ میں کسی کی اپنی حکومت کی شکست'' اور ''ایک یونائٹڈ سٹیٹس آف یورپ کے لیے کے نعرے پہ۔''

5 ستمبر 1915ء کو سارے یورپی جنگ دشمن سوشلسٹ گروپوں کی، جو خود کو ''انٹرنیشنلسٹس'' کہتے تھے، ایک کانفرنس سوئٹزرلینڈ کے مقام زِمّر والڈ میں منعقد ہوئی۔ لینن نے اسے جنگ کے خلاف ایک انٹرنیشنل تحریک کے قیام کا ''پہلا قدم'' کہا۔

1916ء میں انٹرنیشنلسٹ، ایک سوس گاؤں میں ایک دوسری کانفرنس منعقد کرنے میں کامیاب ہوگئے۔ اُسے ''سیکنڈ زمّر والڈ کانفرنس'' کہا جانے لگا۔ اُس وقت تک انٹرنیشنلسٹوں کے گروپ ہر ملک میں قائم ہو چکے تھے اور اِن کے اور سوشل شاؤنسٹوں کے بیچ شگاف بہت گہرا ہو چکا تھا، اور روز بہ روز اختلافات تیزی سے بڑھ رہے تھے۔ مگر بڑی بات یہ ہوگئی کہ جنگ کے اثر میں خود عوام الناس لیفٹ کی طرف شفٹ ہوگئے۔ اس کانفرنس میں ایک مینی فیسٹو پہ اتفاق کیا گیا جسے زِمّر والڈ مینی فیسٹو کہتے ہیں۔

امپیریلزم، کیپٹلزم کا بلند ترین سٹیج

1916ء کے خزاں میں لینن نے خود کو ایک بار پھر مکمل طور پر لائبریری کے حوالے کر دیا۔ روزانہ صبح 9 بجے سے لے کر شام 6 بجے تک وہ اپنی کتاب ''امپیریلزم، کیپٹلزم کا بلند ترین سٹیج'' مکمل کرنے کے لیے مواد جمع کرتا تھا۔ 1917ء کے اوائل میں اس کی یہ کلاسیک کتاب چھپی۔

جیسے کہ کتاب کے نام سے ظاہر ہے، اِس بڑے مفکر اور سکالر نے بیسویں صدی میں کیپٹلزم اور امپیریلزم کا تجزیہ کر کے ایک عظیم دریافت کر ڈالی: یہ کہ امپیریلزم کیپٹلزم کی نشوونما کا بلند ترین سٹیج ہے اور یہ بہ یک وقت اُس کا آخری سٹیج بھی ہے۔

اب لینن ایک اور لحاظ سے بھی تخلیقی شخص بنا۔ اس لیے کہ تاریخ کے ایک اور مظہر سے اس کا سامنا ہوا جس سے مارکسی سائنس کی ابھی تک مدبھیڑ نہ ہوئی تھی۔ اب ایک نئی حقیقت آن پیش ہوئی اور وہ حقیقت تھی امپیریلزم یعنی سام راج۔ جس کا کہ پہلے وجود نہ تھا۔ یہ لینن ہی کے زمانے میں سامنے آیا۔ کیپٹلزم نے ترقی کرتے کرتے اپنی ساری مالی، سیاسی اور دیگر قوتوں کو یک جا کر کے دنیا کے لوٹنے کے عمل کو تیز، گہرا اور پیچیدہ کرلیا اور امپیریلزم کی شکل اختیار کرلی۔

یہ ایک لحاظ سے مناپولی کی نشوونما اور فنانس کیپٹل کی برتری تھی۔ پہلے کماڈٹیز کی برآمد ہوتی تھی، اب اُن کی جگہ کیپٹل کی برآمد کو ترقی ہوئی۔ انگلینڈ، جرمنی، فرانس اور امریکا کے درمیان استحصال کے لیے دنیا کی تقسیم بیان کر کے لینن نے گویا مارکس ازم کو اپ ٹو ڈیٹ کردیا۔ یہی چار ممالک دنیا کی فائنانس کیپٹل کے 80 فی صد کے مالک ہیں۔ ان ہی کے پاس 80 فیصد کالونیاں ہیں۔

لینن کی زیرک آنکھوں نے اُسے دیکھ لیا اور اس کے سائنسی دماغ نے اس کا تجزیہ کرنے میں دیر نہ لگائی۔ اس نے حسبِ معمول اس مختصر کتاب کے لیے بے حد مطالعہ کیا۔ اس نے 148 کتابیں اور 232 مضامین پڑھے۔ (17) ایک اقتباس دیکھتے ہیں:

''انگلینڈ، دُنیا کا ایک بہت امیر، بہت آزاد اور بہت ہی ترقی یافتہ ملک ہے۔ مدتوں سے برطانوی ''سماج'' اور برطانوی حکومت پر بھی ہتھیار بنانے کا بخار اسی طرح سوار ہے جس طرح کہ فرانس اور جرمنی وغیرہ پر۔ اور اب برطانوی پریس، خصوصاً لیبر پریس، بڑی ہی دلچسپ معلومات شائع کررہا ہے، جو ہتھیار بنانے اور جمع کرنے کے عیارانہ سرمایہ دار طریقۂ عمل کو دکھاتی ہیں۔ انگلینڈ کی بحری اسلحہ بندی، خاص طور سے زبردست ہے۔ انگلینڈ کے جہاز ساز کارخانے (ویکروس، آرم اسٹرونگ اور براؤن وغیرہ) عالمی شہرت رکھتے ہیں۔ انگلینڈ اور دوسرے ملک کروڑوں اور اربوں روبل جنگ کی تیاریوں پر خرچ کرتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ یہ سب قطعی طور پر ''اَمن کے مفاد میں''، اور ''کلچر کے تحفظ کے مفاد میں''، ''وطن اور تہذیب'' وغیرہ کے مفاد میں کیا جارہا ہے۔

''ہم ان جہاز ساز، بارود ساز، ڈائنامائٹ ساز اور توپ ساز کارخانوں کے حصہ داروں اور ڈائریکٹروں میں، امرا اور انگلینڈ کی دونوں پارٹیوں یعنی کنزرویٹو اور لبرل کے بہت ہی نمایاں

ریاستی کارندوں کو دیکھتے ہیں۔ بورژوا سیاست دانوں کی جیبوں میں بہ راہِ راست سونے کی بارش ہورہی ہے۔ انھوں نے لٹیروں کا ایک مضبوط بین الاقوامی گروہ بنالیا، جو عوام کو ہتھیار بازی کا اشتعال دلاتا رہتا ہے اور ان پر اعتماد رکھنے والے بیوقوف، کُند ذہن اور مطیع لوگوں کو بھیڑوں کی طرح مونڈتا رہتا ہے۔

''اسلحہ سازی کو قومی کام اور حب الوطنی کا کام سمجھا جاتا ہے اور یہ خیال کیا جاتا ہے کہ سب اس کو سختی کے ساتھ راز رکھتے ہیں۔ لیکن جہاز سازی، توپ سازی، ڈائنامائٹ سازی اور اسلحہ سازی کی فیکٹریاں اور کارخانے بین الاقوامی کارخانے ہوتے ہیں، جن میں مختلف ملکوں کے سرمایہ دار مل کر مختلف ملکوں کے عوام کو احمق بناتے اور انھیں جونک کی طرح چُوستے ہیں۔ یہ یکساں طور پر اٹلی کے خلاف انگلینڈ کے لیے، یا انگلینڈ کے خلاف اٹلی کے لیے جہاز یا توپیں بناتے رہتے ہیں۔''

لینن نے اس کتاب میں دکھایا کہ کیپٹلزم کی بلندترین سٹیج امپیریلزم ہے۔ ایک ایسا سٹیج جہاں پر یہ پہلے ہی ''پروگریسو'' کیپٹلزم سے ''پیرا سائٹک'' کیپٹلزم میں ڈھل گیا۔ کیپٹلزم زوال پذیر ہوا۔ امپیریلزم، قریب المرگ کیپٹلزم ہے۔ مگر اس کا مطلب یہ بالکل نہیں ہے کہ کیپٹلزم خود بہ خود مر جائے گا، بغیر پرولتاری انقلاب کے، یعنی بس ٹہنی پہ سڑ جائے گا۔ لینن نے ہمیشہ بتایا کہ ورکنگ کلاس کے ایک انقلاب کے بغیر کیپٹلزم کا تختہ نہیں الٹا جاسکتا۔ چناں چہ امپیریلزم کو قریب المرگ کیپٹلزم کے بہ طور بیان کرتے ہوئے لینن نے بہ یک وقت بتایا کہ ''امپیریلزم پرولتاریہ کے سماجی انقلاب کا موقع ہے۔''

لینن نے نتیجہ نکالا کہ پرولتاریہ کے لیے امپیریلسٹ محاذ کو ایک جگہ یا کئی جگہوں سے توڑنا ممکن ہے۔ وہ اس نتیجے پہ بھی پہنچا کہ سوشلزم کی فتح پہلے کئی ممالک یا ایک ملک میں ممکن ہے۔ یہ کہ سارے ممالک میں بہ یک وقت سوشلزم کی فتح ناممکن ہے۔ سبب یہ کہ ہر جگہ کیپٹلزم کی ترقی غیر یکساں ہے۔ اُس نے بتایا کہ سوشلزم پہلے ایک ملک میں کام یاب ہوگا یا کئی ممالک میں، جب کہ دوسرے ممالک کچھ مزید مدت کے لیے بورژوا ملک ہی رہیں گے۔

دوسرے لفظوں میں بیسویں صدی کے آغاز میں انقلابیوں کو بہت سے ایسے نئے

سوالات کا سامنا کرنا پڑا جو پہلے کبھی نہیں اٹھے تھے۔ان میں سے ایک سوال یہ تھا کہ آیا صرف تنہا ملک میں انقلاب برپا کیا جا سکتا ہے؟

ایک دوسرا سوال بھی تھا۔سام راج کی فطرت اور خصلت کے بھرپور مطالعہ کے بعد لینن نے سوشلسٹ انقلاب کا ایک نیا نظریہ پیش کیا۔لینن نے مارکسزم میں ایک بڑا تخلیقی اضافہ یہ کر دیا کہ اب یہ ضروری نہیں کہ مزدوروں کا انقلاب صرف ترقی یافتہ صنعتی ملکوں میں اور بہ یک وقت کئی ملکوں میں آئے۔لینن نے بتایا کہ سام راج ایک عالمی نظام بن چکا ہے، ایک ایسی قوت جو چند ترقی یافتہ ممالک کے ہاتھوں کالونیوں کو دبا سکتی ہے اور مالی طور پر ساری دنیا کو غلام بنا سکتی ہے۔لہٰذا سوشلسٹ انقلاب ہر ملک میں صرف بورژوازی کے خلاف وہاں کے پرولتاریہ کی جدوجہد نہ ہوگی بل کہ یہ سام راج کی طرف سے محکوم کردہ ساری غلام اقوام و ممالک کی بین الاقوامی سام راج کے خلاف جدوجہد بھی ہوگی۔لینن نے سام راجی ممالک کی معاشی و سیاسی میدانوں میں نابرابر ترقی کا قانون دریافت کیا۔یہ ایک حتمی قانون ہے، اسی وجہ سے سام راجی ممالک کے بیچ آپسی تضاد کبھی ختم نہیں ہوتا اور ایک دوسرے کے مفادات پر قبضہ کرنے کی اُن کی جدوجہد کبھی ختم نہ ہوگی۔پرولتاریہ ان ہی تضادات سے فائدہ اٹھا کر سام راج کو کسی ایک یا دوسرے ملک میں شکست دے سکتا ہے۔

لہٰذا ضروری نہیں کہ انقلاب ترقی یافتہ صنعتی ممالک میں ہی آجائے، جہاں پرولتاریہ بڑی تعداد میں موجود ہو۔بل کہ یہ کسی بھی ایسی جگہ آسکتا ہے جہاں سام راج کی زنجیر کی سب سے کم زور کڑی واقع ہو۔یہ بھی ضروری نہیں کہ انقلاب کئی ملکوں میں بہ یک وقت آجائے۔یہ صرف ایک ملک میں آبھی سکتا ہے اور وہاں قائم بھی رہ سکتا ہے۔

اس مرحلے پر کیپٹلسٹ سماج کے تضادات بلند ترین حد تک تیز ہو جاتے ہیں۔ان تیز تضادات کے پیدا ہونے کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ مختلف سام راجی ممالک میں مزدور طبقہ اور محنت کرنے والے عوام کی تحریک اور مختلف غلام ممالک میں آزادی کی تحریکیں زبردست ابھار کے ساتھ ابھریں۔

ایسی انقلابی لہریں جنھوں نے سام راج کی جڑیں ہلا کر رکھ دیں۔

دوسری طرف سام راجی ممالک کے اپنے بیچ تضادات ایک ایسی بلند سطح تک پہنچے کہ

سام راجی جنگ چھڑ گئی، جس نے دوسرے تضادات کو مزید بڑھا دیا اور سام راج کو ایک سنگین عام بحران میں مبتلا کر دیا۔ان ہی حالات میں لینن نے زور دیا کہ ''سام راج مرنے والا کیپٹلزم ہے، پرولتاری انقلاب کی ماں۔'' اُس نے بتایا کہ سام راج ایک عالمی نظام بن چکا ہے، مٹھی بھر ترقی یافتہ ممالک کی ایک ایسی طاقت جو کالونیوں کو محکوم کرتی ہے اور مالی طور پر ساری دنیا کو غلام بناتی ہے۔اس لیے ''سوشلسٹ انقلاب نہ صرف ہر ملک کے اندر کی بورژوازی کے خلاف پرولتاریہ کی جدوجہد ہوگی بل کہ یہ سام راج کی طرف سے غلام بنائی گئی ساری کالونیوں کی طرف سے ایک جدوجہد ہوگی، نیز یہ سارے محتاج ملکوں کی بین الاقوامی سام راج کے خلاف جدوجہد ہوگی۔''

کیپٹلزم کا تجزیہ مارکس کا تھا۔لینن کا کمال یہ تھا کہ اُس نے اُس تجزیے کو اُس وقت ترقی دی جب کیپٹلسٹ سماج امپیریلزم کے سٹیج میں داخل ہو چکا تھا۔اس نے مارکسزم کو بنیاد رکھ کر اس کے اگلے پڑاؤ کی تشریح کر دی۔اسے بہت امیر اور غنی بنا دیا۔نئی حقیقتوں کو اس میں سمویا اور عملی معاملات کو مارکسی نظریات میں سمو دیا۔یوں اس نے محنت کش طبقے کی تحریک کو پرولتاری انقلاب تک لے جانے کا نظریاتی اسلحہ فراہم کیا۔

*****

پہلی عالمی سام راجی طویل جنگ نے روس کو برباد کر کے رکھ دیا۔جنگ صرف توپ گولی سے موت کا نام نہیں ہوتی۔جنگ میں زخم، وبائیں اور بھوک بھی مارتی ہے۔بورژوازی اور زمین دار اور پادری اور جادوگر تو جنگ سے دولت کما رہے تھے مگر مزدور کسان والی اکثریت آبادی فاقوں اور مشکلات میں گردن گردن گڑی ہوئی تھی۔فیکٹریاں بند ہو رہی تھیں۔عوام اور سپاہ بھوکی تھی، ننگی تھی اور ننگے پیر تھی۔

غذا، کوئلہ اور خام مال کا پہنچنا تقریباً تقریباً بند ہو گیا۔

یہ سب مل کر روسی عوام میں بادشاہ اور اُس کی حکومت کے خلاف نفرت اور غصہ بڑھا رہے تھے۔کیا مزدور، کیا کسان، کیا سپاہی اور دانش ور، سب کی ناراضی میں انقلابی تحریک مضبوط ہوتی جا رہی تھی۔لوگ جنگ کے خلاف ہوتے جا رہے تھے۔

خود روسی بورژوازی بھی عدم اطمینان میں مبتلا ہو رہی تھی۔ اس لیے کہ زار بادشاہ کام یاب جنگ لڑنے کا اہل ہی نہیں تھا۔ بالخصوص دربار کے سب سے بڑے اور بااثر فرد راسپوٹین کی سازشوں سے ہر شخص تنگ تھا۔ روسی بورژوازی نے محلاتی سازش کے ذریعے بادشاہ کو معزول کرنے اور اس کی جگہ اُس کے بھائی کو بادشاہ بنانے کا فیصلہ کیا۔

مگر عوام نے ایک اور ہی فیصلہ کرنا تھا۔

راسپوٹین

(1869۔30 دسمبر 1916ء)

روس میں کرسچین مذہب کے اندر ایک خفیہ فرقہ تھا جس کا نام ''Khlysty'' تھا۔ اُس فرقے کے خلاف دوسرے کرسچینوں نے نفرت انگریز الزامات مشہور کر رکھے تھے۔ میں اِن الزامات کو پڑھ کر بہت حیران ہوا۔ اس لیے کہ یہی الزامات آج بھی، اور ہمارے ہاں ایک فرقہ دوسرے کے خلاف لگاتا رہتا ہے۔ اس فرقے والوں پر یہ الزام تھا کہ وہاں عورتیں اور مرد اکٹھے عبادت گاہ میں جمع ہوتے تھے۔ وہ اپنی مذہبی عبادت کے دوران ننگے ہو جاتے، اور اسی حالت میں وحشیانہ رقص کرتے تھے اور اُس کے بعد اجتماعی جنس کرتے تھے۔

ظاہر ہے اس طرح کے پروپیگنڈے عام کرسچینوں میں اُس فرقے کے خلاف نفرت اور غصہ پیدا کرنے کے لیے کیے جاتے تھے۔ اور چوں کہ ہر نئے فرقے کا سب سے بڑا مخالف حکومت ہوتی ہے اس لیے پولیس اور سرکار اِن خلستی فرقے سے وابستہ لوگوں کو بدترین سزائیں دیتی تھی۔

کہتے ہیں کہ گریگوری (راسپوٹین) اسی فرقے کا پیروکار تھا۔ وہ سائبیریا کا رہنے والا تھا۔ ایک کسان پادری! وہ اپنے فرقے کو پھیلانے کے لیے بہت سفر کرتا تھا، تبلیغی ٹائپ کا آدمی۔ یوں وہ سینٹ پیٹرس برگ آیا اور وہاں چرچ اور مقامی لیڈروں میں سے کچھ کو متاثر کیا۔ اُس کے بارے میں مشہور کیا گیا کہ اُس کے پاس علاج معالجے کی غیبی قوت موجود ہے۔ یوں وہ سوسائٹی میں نمایاں بنا اور پھر روس کے بادشاہ سے اس کی ملاقات ہوئی۔

دراصل بادشاہ اور ملکہ کا اکلوتا بیٹا نکولس ہیموفیلیا کا مریض تھا۔ اُس کا خون جب بہنے لگتا تو بہت مشکل سے رکتا تھا۔ یعنی روس کے تاج کا وارث اس مہلک بیماری میں مبتلا تھا۔ راسپوٹین اُس کا روحانی معالج بن بیٹھا۔ اُس کے دَم کرنے اور بچے پر تھوکنے سے بچے کا خون بہنا بند ہو جاتا اور بچہ شانت ہو جاتا۔ چناں چہ شاہی جوڑا راسپوٹین کو ''پاک اور بزرگ آدمی'' سمجھتا تھا۔ اُن کے خیال میں اُس برگزیدہ ہستی کو آسمانوں کی طرف سے بھیجا گیا تا کہ وہ تخت کے وارث ننھے ''ولی عہد'' کے ہیموفیلیائی بہتے خون کو اپنی معجزانہ صلاحیت سے روک دے اور سلطنت کو بچائے۔ اپنے ہپناٹزم والے علاج کی قوت سے راسپوٹین شاہی خاندان پر بہت اثر رکھتا تھا۔ بالخصوص بادشاہ کی بیوی الیگزنڈرا پر۔ یہ افواہ بھی ملک کے کونے کونے میں پھیلی ہوئی تھی کہ راسپوٹین کے ملکہ کے ساتھ جنسی تعلقات تھے۔ کم زور بادشاہ کی مضبوط ملکہ حکومت پر زبردست اثر رکھتی تھی۔ یوں ملکہ پر زبردست اثر رکھنے والا راسپوٹین عملی طور پر حکم ران بن گیا۔ وہ شرابی اور بدتہذیب شخص تھا۔ یہ پادری، وزیروں، افسروں کا اِدھر اُدھر تبادلہ کرتا رہتا تھا اور دربار کی بیگمات کو مسمرزم کے عمل سے اپنا گرویدہ بناتا۔ اسی لیے عہدوں اور وزارتوں کے امیدوار اُس کی خوشامد کرتے پھرتے تھے۔ اُسے رشوت میں شراب اور عورتیں پیش کی جاتیں۔ گو کہ وہ سب کے سب راسپوٹین کے نامزد کردہ نہیں تھے البتہ وزیر تیزی سے لگائے اور نکالے جاتے تھے۔ اس عمل کو ''وزارتی مینڈکی اچھل کود'' کہتے تھے۔ 1912ء سے 1916ء کے دوران روس کے وزیرِ اعظم چار بار بدلے، وزیر انصاف چار بار، ایجوکیشن منسٹر چار بار، وزیرِ داخلہ چھ سے زائد بار۔

بہرحال بادشاہ کی نااہلی، جنگ میں شکستیں، مہنگائی، بھوک اور عوامی بے چینی نے بادشاہ اور حکومت کے خلاف زبردست نفرت پیدا کر دی تھی۔ اوپر سے راسپوٹین کے غضب ناک رویہ اور شاہی خاندان سے اس کی قربت کی وجہ سے دربار اور حکومت کی عوامی بدنامی بہت بڑھی۔

راسپوٹین ادب آداب سے ناآشنا ایک شرابی اور ایک عورت باز شخص تھا۔ دوسری طرف وہ سینٹ پیٹرس برگ کی اعلیٰ سوسائٹی کی خواتین کا پسندیدہ شخص تھا۔

ارسٹوکریسی راسپوٹین کی جنسی لغویات اور سیاسی مداخلت کے تباہ کن اثرات سے مشتعل

تھی۔راسپوٹین کو بالآخر شاہی خاندان کے اپنے ایک ممبر کی طرف سے منظّم کردہ قتل کی سازش کا شکار بنایا گیا۔دسمبر 1916ء میں اسے ایک محل میں پارٹی کے لیے بہلا پھسلا کر لے جایا گیا جہاں انھوں نے اسُے گولی ماردی اوراس کی لاش منجمد دریائے نیوامیں پھینک دی۔

اس کی موت کے دوماہ بعد بادشاہت کا تختہ الٹ گیا۔کہتے ہیں کہ راسپوٹین نے یہ پیش گوئی پہلے ہی کر دی تھی۔

آخری تجزیے میں راسپوٹین کا معاملہ اس ٹریجڈی کا ایک مضحکہ خیز سائیڈ شو تھا جو اب کُھل رہی تھی اور جس سکینڈل نے اُس کے نام کو گھیر رکھا تھا وہ مرض کی محض ایک علامت تھا، اصل سبب نہیں تھا۔وہ اُس فوری بے اطمینانی کا نشانہ بنا جو دراصل بادشاہ اور اُس کے نظامِ حکومت کے خلاف پوری سوسائٹی میں پھیل چکی تھی۔روس پہ ایک نالائق، غیر مقبول اور بے اعتبار شدہ رجیم مسلط تھی۔ایک تباہ کن انٹرنیشنل جنگ کے کرب میں عوام الناس بہت ایذا میں تھے۔

30 دسمبر 1916ء کو صبح سویرے راسپوٹین کے قتل نے موجود پورے جمود کو توڑ ڈالا۔

فروری انقلاب

1917ء پہلی عالمی سامراجی جنگ کا چوتھا سال تھا۔ یہ جنگ خندقوں، بارودی سرنگوں، ٹینکوں، جہازوں، اور زہریلے پروپیگنڈے کی جنگ تھی۔اس لیے یہ بڑی جنگ، تصور اور اندازوں سے بھی بڑھ کر ایک جانی، مالی اورنفسیاتی ہلاکت خیزی کی جنگ تھی۔

فروری 1917ء (دراصل مارچ) کا مقبول ابھار ایک آتش فشانی منظرنامہ تھا۔یہ ابھار ایسے ابھرا کہ ساون کے بادل کی طرح حکمرانوں کو سنبھلنے کا موقع ہی نہ ملا۔لیکن یہ محض حادثہ نہ تھا۔ اس کے پیچھے سیاسی تیاریوں کے سال ہا سال تھے۔جیلوں، جلاوطنیوں، پھانسیوں، سٹڈی سرکلوں، پمفلٹوں، پوسٹروں اوراخباروں کی طوفانی بارشوں کے بعد ہی مزدور شعور پا گئے اور بادشاہت کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے۔

پہلی سامراجی عالمی جنگ نے سرمایہ دار طاقتوں کے درمیان تضادات کو بہت واضح

کردیا تھا۔اس نے بہ یک وقت لوگوں کے مصائب میں بھی بے پناہ اضافہ کیا۔جس وقت ابتدائی حب الوطنی کی خوش فہمی چھٹ گئی اور جنگ کی ہولناکیاں واضح ہوگئیں تو انقلابی لہر مزید تیز ہوگئی۔ 1916ء میں آئرلینڈ پہ برطانوی قبضہ کے خلاف سوشلسٹوں کی قیادت میں عوامی بغاوت ہوئی۔ اُس سے اگلے برس روسی عوام نے اپنے ہاں بادشاہ کا تختہ الٹ دیا۔

لینن زیورچ میں لائبریریاں کھنگال رہا تھا۔لکھ رہا تھا......

یہ ذکر تو ہم کر چکے ہیں کہ سال 1917ء کا افتتاح 9 جنوری کی ہڑتال سے کیا گیا۔

ہوا یوں کہ عورتوں کے عالمی دن (روسی پرانے کیلنڈر کے مطابق 23 فروری) کے موقع پر ویمن ٹکسٹائل ورکرز نے دارالحکومت میں ہڑتال کر دی۔عوام روٹی کے لیے لمبی قطاروں کو طویل کر کر کے تھک چکے تھے۔اس کے علاوہ فیکٹریوں کے حالات ابتر ہو چکے تھے۔

یہ ہڑتالی مزدور عورتیں سڑکوں پر امڈ آئیں اور دوسری فیکٹریوں کے مزدوروں سے بھی یک جہتی کا کہا۔چناں چہ تحریک تیزی سے بڑھنے لگی۔اسلحہ ساز فیکٹریوں کے مزدور بھی اِن میں شامل ہوگئے۔تین دن کے اندر اندر پٹروگراڈ کی ساری فیکٹریاں بند ہوگئیں۔

زار کی حکومت نے یہ کوشش کی کہ بڑھتے ہوئے انقلاب کو فوج کی طاقت سے دبا دیا جائے۔ ہڑتالوں کے چوتھے دن پولیس نے کئی گرفتاریاں کیں اور جب سپاہیوں نے مجمعوں پہ گولیاں چلائیں تو سیکڑوں لوگ زخمی اور ہلاک ہوئے۔مگر پھر سپاہیوں کو عقل آگئی۔اگلے دن تک کئی رجمنٹوں نے بغاوت کر دی اور صرف پٹروگراڈ میں 65 ہزار سپاہی بغاوت میں شامل ہوئے۔یعنی سپاہی' باغی مزدوروں سے مل گئے اور مزدوروں کے ساتھ مل کر زارشاہی کے خلاف کارروائیاں کرنے لگے۔لینن کی پیش گوئی صحیح ثابت ہوئی۔

البتہ لینن کی ایک پیش گوئی غلط بھی ثابت ہوئی۔اس نے انقلاب سے کچھ عرصہ قبل نوجوانوں سے خطاب کرتے ہوئے کہا تھا کہ،''ہم معمر نسل کے لوگ اِس آنے والے انقلاب کی فیصلہ کن لڑائیوں کو دیکھنے کے لیے شاید زندہ نہ رہیں۔'' (18) اچھا ہوا کہ اس کی پیش گوئی غلط ثابت ہوئی۔ میں جان بوجھ کر یہ لکھ رہا ہوں تا کہ قاری جان لے کہ ہم کسی کرامت بھرے پہنچے

ہوئے پیر فقیر کی بات نہیں کر رہے، ایک انقلابی کی بات کر رہے ہیں جو غلط بھی ہو سکتا تھا۔

اس دوران روس میں موجود قوموں کے اندر نیشنلزم کا ایک زبردست ابھار اٹھا۔ یوکرین بپھر چکا تھا۔ فن، آرمینیائی، آزری اور جارجیائیوں نے اپنی آزادی کی جدوجہد شروع کی تھی۔

22 جنوری 1917ء کو لینن نے زیورخ میں نوجوان مزدوروں کے اجلاس کو بتایا،

''یورپ میں قبرستان جیسی خاموشی سے ہمیں دھوکا نہیں کھانا چاہیے۔ یورپ انقلاب سے چارج ہے۔ سامراجی جنگ کے ہیبت ناک مہنگائی سے پیدا شدہ دکھ ہر جگہ ایک انقلابی روح بیدار کرتے ہیں اور حکمران طبقات، بورژوازی اور اُن کی دُم چھلا حکومتیں، اندھی گلی کی طرف جا رہی ہیں۔ جہاں سے وہ زبردست ابھاروں کے بغیر اپنی جان کبھی بھی نہیں چھڑا سکتیں۔'' (19) مگر ایک بات یاد رکھنے کی ہے: لینن نے کبھی بھی خود کو انقلابی نجومی نہیں بنایا۔

22 جنوری کو فادر گاپون کی برسی کے جلوس میں پٹروگراڈ میں سیکڑوں فیکٹریوں سے ڈیڑھ لاکھ مزدوروں نے ہڑتال کی۔ یہ جلوس جنگ کے خلاف تھا، افراطِ زر کے خلاف تھا اور کم اجرتوں کے خلاف تھا......اور حکومت کا تختہ الٹنے کے لیے تھا۔

لینن اور اس کی پارٹی کی محنت رنگ لاتی گئی۔ بے مقصد جنگ نے روس کے اندر بے آرامی بے صبری بے حد بڑھا دی تھی۔ یہ دیگ بالآخر 1917ء میں کھول اٹھی۔ روسی شکستوں کے ساتھ پولینڈ کی کوئلہ کانیں اور فیکٹریاں چلی گئیں اور ملک کی نصف پیداوار لڑنے والی فورسز پر خرچ کی جا رہی تھی۔ مگر فوج تو محاذ سے فرار ہو رہی تھی۔ 1916ء میں دس لاکھ سپاہی جنگ چھوڑ چلے گئے۔ (20)

''بہرحال فروری 1917ء کو وزیروں نے بادشاہ کو مشورہ دیا کہ کابینہ کو پارلیمنٹ (ڈوما) کے سامنے جواب دہ بنایا جائے۔ مگر بادشاہ اِدھر اُدھر کرتا رہا۔ تب پارلیمنٹ نے ایک عارضی کمیٹی مقرر کر کے حکومت کا انتظام اس کے حوالے کر دیا اور کابینہ کو پارلیمنٹ کے سامنے جواب دہ بنایا۔

اس دوران خواتین کا عالمی دن آیا۔ پروگرام تھا کہ اِس خواتین کے عالمی دن پہ جلسے اور میٹنگیں ہوں گی، تقاریر ہوں گی اور پمفلٹ بانٹے جائیں گے۔ کسی ایک تنظیم نے بھی اُس دن

ہڑتالوں کی کال نہیں دی تھی۔ کسی کو اندازہ ہی نہیں تھا کہ یہ دن انقلاب کا پہلا دن بن جائے گا مگر ٹکسٹائل کی محنت کش خواتین ہڑتال پر چلی گئیں۔

پیٹروگراڈ کی عورتیں دوہری محکومی میں تھیں۔ ایک تو کام کی جگہوں پہ حالات تباہ کن تھے۔ کام کے لمبے گھنٹے تھے، تنخواہیں کم تھیں، گھر میں۔ تھکن، اور بھوک تو نا قابلِ بیان تھی......اور جس وقت ایک روٹی کی طلب آنکھوں میں آنسو لائے تو سمجھو انقلاب نزدیک آ گیا ہوتا ہے۔

چناں چہ اُس روز ٹکسٹائل ملوں میں سے سات ہزار کم اجرت والی عورتیں گلیوں میں نکل پڑیں۔ مطالبہ: روٹی۔ اُس روز دس بجے صبح یہ عورتیں بیس ہزار ہو گئیں، دوپہر تک پچاس ہزار۔ سورج غروب ہونے تک 90 ہزار عورتیں اور بچے خوراک کی دوکانوں کو توڑ پھوڑ رہے تھے۔ (21)......بھلا عورتوں کے عالمی دن کے اندرونی معنی نہ سمجھنے کی گنجائش ہے؟!

دوسرے دن عوام از خود نکل آئے، لیڈروں کے بغیر۔ روٹی کے حصول کے لیے لوگ لیڈر تلاش نہیں کرتے اور روٹی کے حصول کے لیے جو بھی ہتھیار اور چیز ہاتھ آتی ہے لوگ اٹھا لیتے ہیں...... بولٹ، پیچ کس، پتھر۔ جو دکان نظر آئی، سلامت نہ رہی۔ صبح 9 بجے سے قبل 40 ہزار مزدور ''وی بورگ'' علاقہ سے شہر کے مرکز کی طرف مارچ کرنے لگے۔ سامنے 500 پولیس والے اور دیگر سرکار نواز ملیشیا تھی......اور لوگ ملتے گئے۔ پچھلے دن سے تعداد ڈبل ہو گئی۔ بڑا نعرہ تو ایک تھا: روٹی۔ دیگر نعرے بھی سنائی دینے لگے: آمریت مردہ باد، جنگ مردہ باد۔

ان کی سرکار سے جھڑپیں ہوتی رہیں۔ مزدور بکھر جاتے پھر مجمع بنتے۔ پولیس تو ہمیشہ کرپٹ ہوتی ہے، سخت گیر اور رجعتی ہوتی ہے، بے گانگی کا شکار، تعصّبات کی ماری ہوئی ہوتی ہے۔ پولیس پہ کوئی اپیل، کوئی تبلیغ کارگر نہیں ہو سکتی۔ حتیٰ کہ انقلاب کے دوران بھی پولیس کو اپنی طرف نہیں کیا جا سکتا۔ کسی دانا کا کہنا ہے کہ جسمانی طور پر مقابلہ کر کے ان کی بیخ کنی کی جانی ہوتی ہے۔

مگر عوام بپھرتے ہیں تو بپھر جاتے ہیں۔ چناں چہ پولیس ان کا کچھ بگاڑ نہ سکی۔ بس گم سم کھڑی رہی۔ لوگ اُن کے گھوڑوں کے نیچے سے گزرتے رہے۔ آپ نے غور کیا؟ انقلاب اپنی راہیں خود بناتا ہے۔ اس وقت انقلاب کی یہ شاہراہ پولیس سواروں کے گھوڑوں کے پیٹ کے نیچے بن گئی۔

وہاں ایک نئی عام ہڑتال شروع ہوئی۔حتیٰ کہ بالشویک پارٹی کے گڑھ یعنی وی بورگ کمیٹی نے بھی ہڑتال کی مخالفت کی تھی۔اُن کی نظر میں پولیس کے ساتھ ایک خونی جھڑپ میں شکست کا خطرہ زیادہ تھا۔مگر مزدور کسی مخالفت کو خاطر میں نہ لائے اور گلیاں مزدوروں سے بھر گئیں۔یہ ہڑتال اب ایک دن کے لیے نہ تھی۔ یہ تو زور پکڑتی پکڑتی ہفتوں تک پھیل گئی۔اس بار اُن کے خلاف فوج بھی استعمال نہیں کی جاسکتی تھی۔اس لیے کہ فوج تو الٹا باغیوں کی طرف ہوچکی تھی۔لوگ جنگ سے بے زار ہوچکے تھے۔جب کہ بڑے جاگیردار اور بورژوازی کے مفاد میں تھا کہ جنگ جاری رہے اور بادشاہ کے شاہی خاندان سے اُن کا اعتماد مکمل طور پر اٹھ چکا تھا۔

جاتے جاتے بادشاہ نے اسمبلی (ڈوما) برخواست کرنے کی کوشش کی مگر اِس بار اسمبلی ڈٹ گئی اور اس اسمبلی نے ایک عارضی حکومت کے قیام کا اعلان کردیا۔

عالمی یومِ خواتین کے چار دن بعد (27 فروری کو) ساٹھ ہزار فوجی باقاعدہ مزدوروں کے ساتھ مل گئے۔یہیں ان ہی واقعات کے دوران مزدوروں اور سپاہیوں کی کونسلیں یعنی ''سوویتیں'' قائم ہوئیں۔ یہ ایک عظیم کام یابی تھی۔ چوں کہ بالشویکوں کی اکثریت قید میں تھی یا جلاوطن تھی،اس لیے منشویکوں اور سوشلسٹ انقلابیوں کا پیٹروگراڈ کی سوویت پر قبضہ ہوگیا۔ماسکو اور کئی مقامات پر بھی یہی عمل ہوا۔

انقلاب کے خوف سے کانپتا بادشاہ خود فوجی جنرل ہیڈ کوارٹرز گیا تاکہ اس مشکل سے نجات پائے مگر پیٹروگراڈ واپسی کی کوشش میں ریل کے مزدوروں نے اُس کی ٹرین ہی روک دی۔ بادشاہت کی ساری مشینری جام ہوگئی۔ڈوما (اسمبلی) کے سیاست دان دباؤ بڑھاتے رہے۔ وہ ایک عبوری حکومت قائم کرنے کی جانب بڑھ رہے تھے۔پیٹروگراڈ کے بعد دوسرے نمبر کے بڑے مرکز ماسکو میں بھی بڑے پیمانے پر گڑبڑ شروع ہوگئی۔

فروری میں بادشاہ کو ٹیلی گرام کے ذریعے اپنی دست برداری بھیجنے پر مجبور کیا گیا۔وہ آنسوؤں بھری آنکھوں کے ساتھ تخت چھوڑنے پر مجبور ہوا اور یوں روس، بادشاہی تاج کی بدقسمتی سے ہمیشہ کے لیے آزاد ہونے کی سعادت حاصل کرچکا۔

مزدوروں نے آرمی کی مدد سے سابق حکم رانوں کو بے طاقت کر ڈالا۔بادشاہ کی حکومت کے وزیروں کی اکثریت گرفتار کرلی گئی۔یوں 1613ء سے قائم ایک صدی پرانی بادشاہت مرگئی۔ نکولس دوم،جس کے باپ نے لینن کے بھائی الیگزنڈر پر کوئی رحم نہ دکھایا تھا،اب عام شہری رومانوف بن چکا تھا۔بادشاہ اور اس کی بیوی، چار بیٹیوں اور ہیموفیلیا زدہ بیٹے کے ساتھ گھر میں نظر بند کیے گئے۔انھیں جولائی 1918ء میں شہرا کاٹرن برگ میں انقلابیوں نے گولی ماردی۔

اس انقلاب کو''بورژوا ڈیموکریٹک'' انقلاب کا نام نصیب ہوا۔پیٹروگراد کے مزدوروں اور سپاہیوں کی انقلابی پیش قدمی کی پیروی ماسکو اور دوسرے شہروں کے مزدوروں اور سپاہیوں نے بھی کی۔انھوں نے بادشاہی حکومت کے حاکموں کو نکال باہر کیا اور شاہی نظام کا قیمہ کردیا۔

مزدوروں کی سوویت 1905ء کے فالج کے بعد اب دوبارہ زندہ ہوگئی تھی جس کی ایگزیکٹو کمیٹی میں منشویک اور بالشویک دونوں موجود تھے۔سوویت (کونسل) نے فوج لانے کا فیصلہ کیا اور ملک کو مزدوروں اور سپاہیوں کی مشترک سوویت سے چلانے کا فیصلہ کیا۔اُن کے مقابل صرف ایک قوت تھی: عبوری حکومت۔ اس لیے عبوری حکومت اور پیٹروگراڈ سوویت کے بیچ کھینچا تانی عروج پہ پہنچ گئی۔سوویت،عوام کا ترجمان تھا جو امن، روٹی، آزادی، زمین چاہتے تھے اور اس کے مقابلے میں عبوری حکومت تھی جو بورژوازی میں سے تھی اور یہ بورژوازی محض رومانوف بادشاہ سے نجات چاہتی تھی۔اس انقلاب دشمن یعنی عبوری حکومت میں جنگ کا وزیر گچکوف تھا جو ماسکو کا بڑا صنعت کار تھا،وزیر خارجہ میلیوکوف تھا جو روسی بورژوازی کی پارٹی ''کیڈٹ'' کا لیڈر تھا۔ وزیر قانون نوجوان وکیل کیرنسکی تھا۔

اور پھر کرنسکی نامی یہ وکیل اپنی استادیوں اور چابک دستیوں کی بدولت،اقتدار کی کرسی پہ براجمان ہوگیا۔یہ کیرنسکی،لینن کی طرح سمبرسک کے چھوٹے والگا قصبے سے تھا۔اس کے باپ نے لینن کو سکول میں پڑھایا تھا۔وہ لینن سے دس برس چھوٹا تھا۔کیرنسکی SRR پارٹی کے دائیں بازو سے وابستہ تھا۔اس بہت ہی مقبول وکیل نے بادشاہ کی استبدادی حکومت کے شکار لوگوں کا دفاع کیا تھا۔وہ ایک زبردست اور ڈرامائی مقرر تھا۔جب چاہتا آنسو بہاتا اور جب چاہتا بے ہوش ہوجاتا۔

یہ بہت دلچسپ شخص ،الیگزنڈر کیرنسکی 36 سال کی عمر کا تھا۔ ہینڈسم ،نوجوان شکل وصورت ۔ پبلک میں وہ ایک سادہ سپاہی والا چوغہ پہنتا تھا اور ساتھ میں یہ ڈراما بھی کہ اس نے زخمی کردہ اپنے بازو پر گردن سے ایک سیاہ پٹا پہنا تھا ۔ گھر میں وہ ایک خوب صورت ڈریسنگ گاؤن میں مہمانوں کا استقبال کرتا۔ وہ ایک ’’محبت وطن‘‘ تھا۔ اس کی ساری تقریروں میں جنرل مشرف کی طرح ’’مادرِ وطن‘‘ کی تکرار رہتی۔ حد سے زیادہ شعلہ بیان اور جذباتی مقرر۔(22)

مارچ کے مہینے میں جب بادشاہ کی پرانی بیوروکریسی اور پولیس فورس کے برج پورے روس میں دھڑام سے ڈھے گئے تو ان کی جگہ عوامی کونسلوں ،سوویتوں ، فیکٹری کمیٹیوں ، کسانوں کے کلیکٹوز اور دیگر مقبول کنٹرول کی تنظیموں کے ایک پریشاں مجموعے نے لی جس نے خود اپنے مقامی اور گروہی مفادات کو دیکھتے ہوئے افراتفری سے استفادہ کیا۔ سینٹ پیٹرس برگ کا نام بدل کر پیٹروگراڈ رکھا گیا۔ 2 مارچ کو پیٹروگراڈ سوویت نے اپنا مشہور آرڈر نمبر 1 جاری کیا جس نے ہر فوجی یونٹ میں سپاہیوں کی کمیٹیاں قائم کرنے ،افسروں اور سپاہیوں کے بیچ روایتی مراتب والے تعلقات کے خاتمے کا اختیار دیا۔ فوج کو مکمل شہری آزادیاں دی گئیں جس وقت کہ وہ ڈیوٹی پہ نہ ہوں۔

اپریل کے شروع میں بعد از زار خوش فہمی اور دو اقتداروں کی حالت سے مخصوص جوش ، اور حتیٰ کہ بالشویکوں مانشویکوں کے دوبارہ انضمام کے جوش کے دوران انقلابی برابری میں ایک تیسرا عنصر شامل ہوا: لینن ۔(23)

لینن نے بورژوازی کے رنگ میں ایک بار پھر بھنگ ڈالنا تھا۔ اُس نے اِس نئی حکومت کو زار بادشاہی کی گاڑی کی پانچواں پہیہ قرار دے کر مسترد کر دیا۔

لینن نے جلاوطنی ختم کر دی

لینن بہت با مقصد جلاوطنی گزارتا تھا۔ وہ جس بھی ملک میں رہ رہا ہوتا، وہاں کی مزدور تحریک کی تنظیم وتعلیم میں حصہ ڈال رہا ہوتا۔ جب وہ زیورچ (سوئٹزرلینڈ) میں تھا تو اس کی توجہ کا بڑا مرکز وہاں کی ورکنگ کلاس تحریک تھی۔ وہ بالخصوص وہاں کے سوشلسٹ جوانوں سے جڑا ہوا تھا۔

دلچسپ بات ہے کہ سارے روسی جلاوطن کمیونسٹ بشمول لینن ،سوئٹزرلینڈ کی انقلابی پارٹی کے ممبر تھے۔(24)

لینن وہیں زیورچ میں جلاوطنی کاٹ رہا تھا جب اسے 15 مارچ کو اپنے ملک روس میں انقلاب کی اطلاع ملی۔ زیورچ کے اخبارات میں سینٹ پیٹرس برگ سے یہ مختصر ٹیلی گرام چھپا:

’’روس کے دارالحکومت میں انقلاب پھوٹ پڑا اور عوام فتح مند ہوئے۔ بادشاہ کے سارے وزیر گرفتار کر لیے گئے۔ پارلیمنٹ کے بارہ ممبروں نے اقتدار سنبھال لیا۔‘‘(25)

مگر جس وقت لینن نے عبوری حکومت میں شامل لوگوں کی فہرست پڑھی تو طنزیہ انداز میں کہا: ’’بورژوازی وزارتی عہدوں پہ قبضہ جمانے میں کام یاب ہوگئی‘‘۔ لینن نے اعلان کیا کہ،

’’...... یہ حکومت عوام کو امن، روٹی یا آزادی نہیں دے سکتی۔‘‘

الیگزنڈرا کولنتائی ناروے سے پیٹرس برگ جانے کی منصوبہ بندی کر رہی تھی۔ اُس نے تار کے ذریعے لینن سے ہدایات مانگیں۔ لینن نے جواب دیا: ’’ہمارا داؤ پیچ یہ ہوگا کہ نئی حکومت پہ کوئی بھروسہ نہیں کرنا اور اس کی کوئی مدد نہیں کرنی۔ کیرنسکی خصوصی طور پر بے اعتبار ہے۔ کوئی مصالحت نہیں۔‘‘

لینن نے ایک اور طرز کے سماج کا تصور کیا تھا۔ مگر اقتدار جو پہلے بادشاہ کے پاس تھا، اب بورژوازی نے کیپٹلسٹوں نے، جاگیرداروں نے لے لیا۔ چناں چہ اب ضروری ہو گیا تھا کہ سارے ریاستی ڈھانچے کو تباہ کیا جائے۔ بالخصوص پرانی پولیس کو، اس لیے کہ یہ وہ بنیاد تھی جس پہ انقلاب دشمن ہمیشہ واپس اقتدار میں آ جاتے ہیں۔

روس میں انقلاب آیا تھا اور لینن وہاں نہ تھا۔ تصور کیا جا سکتا ہے کہ وہ کس قدر جذباتی ہو گیا ہوگا۔ اُس کے اور اُس کے ساتھیوں کے لیے اس فیصلہ کن گھڑی میں ملک سے دور بیٹھے رہنا نفرت انگیز تھا۔ وہ اپنے ملک کے انقلاب کے لیے کچھ کرنا چاہتے تھے اور اُن کی سب سے بڑی خواہش یہ تھی کہ کسی طرح وطن واپس جائیں۔ مگر انگلینڈ اور فرانس اپنے اندر سے انقلابیوں کو روس جانے نہیں دیتے تھے۔ لینن نے کولنتائی کو لکھا: ’’ہمیں لگتا ہے کہ سفر کے لیے قانونی ذرائع نہیں ہیں

اور یہ سب کچھ غیر قانونی طور پر ہی کرنا ہے۔ جرمنی میں سے بھی روس جایا جا سکتا ہے۔''

بہر حال وہ استقلال کے ساتھ جلد از جلد روس واپس آنے کے ذرائع تلاش کرتا رہا۔

کروپسکایا نے لکھا: ''ایلیچ کی نیند اُس لمحے سے حرام ہوگئی جب انقلاب کی خبریں اُس کے پاس پہنچیں اور اُس کی راتیں انتہائی بعید از قیاس منصوبے بنانے میں گزرنے لگیں۔'' لینن نے پہلے سمگلروں کے ذریعے روس جانے کے امکانات کا جائزہ لیا مگر جب اُسے بتایا گیا کہ سمگلر اسے صرف برلن تک پہنچا سکیں گے تو لینن نے یہ منصوبہ ترک کر دیا۔(26)

ان ہی بے خواب راتوں میں سے ایک رات اس نے کروپسکایا سے کہا: ''میں ایک گونگے سویڈن والے کے پاسپورٹ پر جا سکوں گا۔'' گونگا اس لیے کہ دکھانا نہیں چاہتا کہ میں سویڈش زبان نہیں جانتا۔ کروپسکایا نے اُسے سمجھایا کہ تم سویڈش زبان نہیں جانتے تو سفر بہت خطرناک ہوگا۔ اس لیے کہ ''تصور کرو کہ جب سو جاؤ گے اور تمہارے خواب میں مانشویک آجائیں تو تم روسی زبان میں رس بھرے جوش سے اونچی اونچی آواز میں چلاّنے لگو گے: ''کمینو، کمینو......'' اور یوں ساری سازش بے نقاب''۔(27)

اس نے اپنے سارے جلاوطن دوستوں کو خطوط لکھے۔ انھیں روس واپس جانے کی ترغیب دی۔ ٹیلی گرام دے دے کر انھیں بلایا۔ وہ ہر قیمت پہ روس پہنچنا چاہتا تھا۔

19 مارچ کو سوئٹزر لینڈ میں روسی سیاسی جلاوطنوں کی میٹنگ ہوئی تا کہ روس واپس جانے کی تراکیب سوچی جائیں۔ مارتوف نے ایک منصوبہ پیش کیا: ''جرمنوں کو پیش کش کی جائے کہ اگر وہ ہم جلاوطنوں کو جرمنی میں سے گزر کر روس جانے کی اجازت دیں تو ہم جرمن اور آسٹریائی قیدی رہا کردیں گے۔'' لینن نے اس منصوبہ کو بہت پسند کیا۔(28)

لینن اس منصوبے پر کام کرنے میں جُت گیا۔ انقلابی' انقلابی کا بھائی ہوتا ہے۔ چناں چہ سوئٹزر لینڈ کے سوشلسٹ راہ نما فرٹز پلیٹن نے جرمن سفیر سے مذاکرات کیے تا کہ لینن جرمنی سے سویڈن اور وہاں سے فن لینڈ اور پٹروگراڈ واپس جا سکے۔ بہت محنت کے بعد وہ سوئٹزر لینڈ میں جرمن سفیر سے معاہدہ کرنے میں کام یاب ہوگیا۔

جرمنی سے جو معاہدہ طے پا گیا، اُس کی رو سے کل بتیس مسافر ہوں گے۔ سب اپنا کرایہ خود دیں گے، جرمنی سے کوئی امداد کی اجازت نہ ہوگی۔ سفر صرف بالشویکوں تک محدود نہ ہوگا۔(29)

روس کی عبوری حکومت کو اس کی واپسی پر کوئی اعتراض نہ تھا مگر فرانس اور انگلینڈ اس کی مخالفت کر رہے تھے۔

جرمنی سے معاہدے کے بعد جانے کی تیاری ہونے لگی۔ ایک کام تو اُس نے یہ کیا کہ اس نے ''بہت دُور سے خطوط'' کے نام سے روس کے فروری انقلاب کا تجزیہ کرنا شروع کیا۔ وہ ان خطوط میں روس کے اندر ورکنگ کلاس اور اُس کی پارٹی کے اہداف واضح کر رہا تھا۔ اس نے ان خطوط میں پارٹی کی نئی پالیسی کے بنیادی اصول وضع کیے اور ایک فتح مند سوشلسٹ انقلاب کے لیے جدوجہد کرنے کا فریضہ آگے بڑھایا۔

اس سلسلے میں 7 مارچ کو اس نے ''بہت دُور سے خطوط'' کے پانچ خطوط کے سلسلے کا پہلا خط لکھا۔ اس میں اس نے اپنا مؤقف ایک بار پھر دہرایا کہ یورپی ''سامراجی جنگ'' طبقات کے درمیان ایک براعظمی جنگ کی طرف لے جائے گی۔ اُس کا کہنا تھا کہ روس میں مزدوروں نے امن لانے کے لیے بادشاہ کا تخت الٹ دیا۔ اس نے کہا کہ عبوری حکومت بادشاہت کے ساتھ ایک ڈیل کی تلاش میں تھی۔ اس خط میں اُس نے ''زرعی مزدوروں کے لیے سوویتوں'' کے قیام کی تجویز دی۔ مگر لینن کی سب سے نمایاں درخواست بالشویکوں کے لیے تھی کہ وہ انقلاب کے پہلے مرحلے سے دوسرے مرحلے کی طرف بڑھیں۔

اگلے دن یعنی 8 مارچ کو ''بہت دُور سے خطوط'' سلسلے کا دوسرا خط لکھتے ہوئے اس نے ''سارے ریاستی فنکشنز کو ملٹری فنکشنز سے ملانے اور سماجی پیداوار اور پیداوار کی تقسیم کو کنٹرول کرنے کے ساتھ مزدوروں کی ایک ملیشیا قائم کرنے کا مطالبہ کیا۔

11 مارچ کو لکھے گئے ''بہت دُور سے خط'' کے تیسرے خط میں لینن نے لکھا کہ ''روس کا انقلاب سوشلزم نافذ نہیں کرے گا نہ یہ پرولتاریہ کی ڈکٹیٹرشپ کا افتتاح کرے گا۔ اس کے برعکس پس ماندہ روس میں یہ پرولتاریہ اور غریب کسانوں کا انقلابی جمہوری ڈکٹیٹرشپ قائم کرے گا۔''

مگر، اگلے دن چوتھے خط میں اس نے ملیشیا کہنا بند کر دیا اور اس کے بجائے اُس نے کہا ''آل رشیا سوویت'' اقتدار سنبھالے گا۔

اُس نے پانچواں خط بھی لکھا مگر 26 مارچ کو اُسے مکمل نہ کر سکا۔ اُس میں اُس نے کہا کہ یہ سارے بالآخر سوشلزم تک پہنچنے کے محض ''عبوری اقدام'' ہوں گے۔

عجیب بات ہے کہ آخری چاروں خط لینن کے انتقال کے بعد تک نہیں چھپے۔

''بہت دُور سے خطوط'' کے علاوہ اس نے ایک زبردست تحریر لکھی: ۔''اپریل تھیسز'' (موجودہ انقلاب میں پرولتاریہ کے فرائض)۔

ان سب تحریروں میں اس کا بنیادی مؤقف اس عالمی جنگ کے بارے میں تھا۔ اس نے بار بار دہرایا کہ یہ جنگ سام راجی جنگ ہے۔ یہ قومی دفاع کی جنگ ہرگز ہرگز نہیں ہے۔ وہ کیرنسکی کی حکومت کو برٹش اور فرنچ سام راجیوں کی ایجنٹ حکومت کہہ رہا تھا۔ اُس حکومت کا مقصد یہ تھا کہ اس سام راجی جنگ میں روس کے ملینوں مزدوروں اور کسانوں کا ذبیحہ ہو۔

اُدھر روس کے محنت کش اور اُن کی پارٹی کے ممبرز بڑی بے صبری سے اپنے لیڈر کی واپسی کے منتظر تھے۔ لیکن روس میں ''عارضی حکومت'' کی آمد کی راہ میں ہر طرح سے روڑے اٹکا رہی تھی۔ اس حکومت نے دوسرے ملکوں میں اپنے نمائندوں کو ''بلیک لسٹس'' بھیج دیے جن میں لینن اور دوسرے بالشویکوں کے نام تھے۔ انھوں نے پورا زور لگایا کہ لینن اور اس کے ساتھیوں کو وطن واپس آنے نہ دیا جائے۔

لینن باقی ممالک کی بورژوازی کے لیے بھی ناپسندیدہ ترین شخص تھا۔ اُس کی باتیں بین الاقوامی بورژوازی کی جڑوں کے لیے بھی کلہاڑی تھیں۔ جرمن بورژوا پروفیسر یہ اعلان کرتے ہوئے پوری کتابیں لکھ بیٹھے تھے کہ ایک خبطی پیدا ہوا ہے جو ایک پاگل پروپیگنڈا والے ڈاکٹرائن کی تبلیغ کر رہا ہے۔ مگر لینن استقامت اور خاموشی سے اپنی محنت جاری رکھے ہوئے تھا اور اب بات اس حد تک پہنچ گئی تھی کہ جرمن بورژوازی کو پورے روس کے لاکھوں مزدوروں اور کسانوں کی نمائندگی کرنے والے کی حیثیت سے لینن کے ساتھ ایک معاہدہ پر دستخط کرنے پڑے۔

ایک طرف اگر لینن کے جرمنی سے معاہدے کی مخالفت کرنے والے موجود تھے تو بین الاقوامی انقلابی تحریک میں اس اقدام کی حمایت بھی کافی تھی۔ ایک قرارداد یہ تھی۔ ''ہم زیر دستخطی فرنچ، سوئس، پولش اور جرمن انٹرنیشنلسٹ یہ سمجھتے ہیں کہ روس پہنچنے کے اس موقعے سے فائدہ اٹھانا نہ صرف روسی کامریڈز کا حق ہے بل کہ فرض بھی ہے۔''(30)

وطن واپسی کے موقع پر لینن نے ''سوئس مزدوروں کے نام الوداعی خط'' لکھا: ''یہ ہماری بے صبری نہ تھی اور نہ خواہش۔ مگر سام راجی جنگ کے پیدا کردہ معروضی حالات نے ساری انسانیت کو ایک بند گلی میں لا کھڑا کر دیا ہے۔ اس جنگ نے انسانیت کو اس معمے میں ڈال دیا کہ یا تو وہ مزید لاکھوں زندگیوں کا قلع قمع کرنے اور یورپی سولائزیشن کے مکمل خاتمے کی اجازت دے یا اقتدار انقلابی پرولتاریہ کے حوالے کرے اور ''سارے'' مہذب ملکوں میں سوشلسٹ انقلاب حاصل کرے۔''

معاہدے کے مطابق جرمن حکام نے اپنے ملک میں سے ایسی ٹرین پر انھیں گزرنے کی اجازت دے دی جس میں کوئی کسٹم چیکنگ نہ ہوگی اور نہ مسافروں کے نام پوچھے جائیں گے۔

آرام دِہ کرسیوں پہ براجمان انقلابیوں کے ہاں دشمن جرمنی سے مدد حاصل کرنا تو ''انقلاب'' سے بہت بڑی ''غداری'' تھی مگر لینن خود پہ نچ الزامات سے بچنے کے لیے پوری عالمی انقلاب کو قربان نہیں کر سکتا تھا۔ وہ ''انقلاب'' کی خاطر اس غداری کا رِسک لینے پہ تیار ہو گیا تھا۔ انقلاب کی خاطر اپنی ساکھ کا داؤ کوئی بڑا داؤ نہیں ہوتا۔ چناں چہ ایسا ہی ہوا۔ وہ خود کو قیامت تک مکمل طور پر لیفٹ اور رائٹ دونوں کے بہت ہلکے اور منہ پھٹ فتووں کی تھپیڑوں کے حوالے کر چکا تھا۔

صرف یہ نہیں بل کہ یہ اس لحاظ سے تو مزید بڑا جوا تھا کہ وہ خود کو مکمل طور پر اپنے اعلانیہ دشمن قیصر کے ہاتھ میں دے رہا تھا۔ وہ بھی ایک ایسے وقت جب روسی انقلاب نے ابھی ابھی جرمنی کے قیصر کے روسی حقیقی کزن زار بادشاہ کا تختہ الٹا تھا۔ چنانچہ لینن اور اُس کے ساتھیوں کو قتل کرنا جرمنوں کے لیے با جواز بھی تھا اور اب یہ کام آسان بھی ہو گیا تھا!!

وہ اپنے ساتھ روس کے چوٹی کے انقلابیوں کی زندگیوں کو بھی خطرے میں ڈال رہا تھا۔

اور اگر وہ غداری کے الزامات اور جرمنی کے ہاتھوں قتل ہونے سے بچ بھی جاتا تب بھی زندگی بھر کے لیے وہ جرمنی کا ایجنٹ تو ضرور کہلاتا۔

لیکن ہم یہاں کسی عام سیاست دان کی بات نہیں کر رہے۔ یہاں تو ہمارا واسطہ بہادر لینن سے ہے۔ اس نے تو زندگی بھر انقلاب کو فوکس کیے رکھا۔ الزامات اور افواہیں اس کے لیے ٹکے کی اہمیت بھی نہ رکھتی تھیں۔ خطرات سے کھیلنے والے اسی لینن نے تو کہا تھا: ''...... سیاسی طور پر ایک باشعور عوامی شخص کا فریضہ ہے کہ وہ بہاؤ کے ساتھ بے بسی سے خود کو بہنے کی اجازت نہ دے۔''

لینن کا ذہن بہت واضح تھا۔ اس کے پاس واضح منصوبہ تھا: 'فروری کا انقلاب محض پہلا مرحلہ ہے۔ یہ موقع انقلاب کے پہلے مرحلے سے دوسرے مرحلے کی طرف عبور کا ہے اور یہ موقع بادشاہت کے خلاف ابھار سے آگے چل کر اب بورژوازی کے خلاف ابھار کا موقع ہے۔''

اُس نے روس جانے والے بالشویکوں سے کہا: ''ہمارا ٹیکٹکس یہ ہے کہ ہم نئی حکومت کی کوئی مدد نہیں کریں گے۔ اُن پہ اور بالخصوص مشکوک کیرنسکی پہ کوئی اعتبار نہیں کریں گے۔ ہم واحد گارنٹی یعنی پرولتاریہ، کو مسلح کریں گے۔ ہم پٹروگراڈ سٹی کونسل کے فوری الیکشنوں کا کہیں گے، ہم دوسری پارٹیوں سے کوئی دوستی نہیں کریں گے۔''(31)

یوں جنگ کے چوتھے برس یہ شخص پُرسکون عزم کے ساتھ انقلاب کرنے کے لیے زیورچ چھوڑ کر اپنے ملک کی طرف روانہ ہوا۔

آسٹریا کے بادشاہ کارل نے جرمنی کے سربراہ قیصر کو خط لکھ کر خبردار بھی کیا تھا کہ: ''ہم ایک نئے دشمن کے خلاف لڑ رہے ہیں جو کہ دوستانہ سے زیادہ خطرناک ہے۔ بین الاقوامی انقلاب...... میں آپ کی منت کرتا ہوں کہ معاملے کے اِس غارت گر پہلو کو صرفِ نظر نہ کریں۔''(32)

کروپسکایا کو گھر بار سمیٹنے کے لیے محض دو گھنٹے ملے تھے۔ اس کی سب سے بڑی خواہش یہ تھی کہ شمشان سے ماں کی راکھ حاصل کرے جس کا کہ روس میں دفن کرنے کا اُس نے ماں سے وعدہ کیا تھا۔ مگر ایسا نہ ہو سکا۔(33) اتنا کم وقت تھا کہ حتیٰ کہ لینن ''دُور دراز سے خطوط'' والے پانچویں خط کو بھی مکمل نہ کر سکا۔

9 اپریل کو کروپسکایا اور لینن کے ساتھ 32 لوگ زیورچ سٹیشن پر اپنے خصوصی ریل ڈبے میں سوار ہوئے۔ ایک ایسا شخص بھی ٹرین پر چڑھ گیا جو تھا تو اُن کی پارٹی میں مگر لینن کو اس پر روسی جاسوس ہونے کا شک پڑا۔ لینن نے اپنی باقاعدہ جسمانی ورزش کو استعمال کیا اور اسے جسمانی طور پر ٹرین سے باہر نکال دیا۔(34)

سٹیشن پر انھیں الوداع کہنے والوں میں لونا چرسکی بھی تھا۔ اس نے لکھا کہ لینن رخصت ہوتے ہوئے مسکرا رہا تھا۔ وہ بہت مطمئن تھا اور کہہ رہا تھا: ''آخر کار، آخر کار وہ چیز پہنچ گئی جس کی خاطر میں پیدا ہوا تھا، جس کے لیے میں نے تیاری کی، جس کے لیے میں نے ساری پارٹی کو تیار کیا، اُس کے بغیر ہماری پوری زندگی محض تیاری والی اور نامکمل رہ جاتی۔''(35)

اس سفر نے چار دن تک جاری رہنا تھا، اس لیے کہ ٹرین رات کو نہیں چلتی تھی۔

یہ لوگ برلن سے گزرے اور 12 اپریل کو سویڈن میں داخل ہو گئے۔ وہاں سٹاک ہوم کے میئر اور دوسرے سوشلسٹوں نے ان کا استقبال کیا۔ ٹرین اسی شام وہاں سے نکلی۔'' جب شیدیمان کی پارٹی کے ایک ممتاز ممبر نے ہمیں خوش آمدید کہنے کو ہمارے ڈبے میں داخل ہونا چاہا تو اس کو لینن نے کہا کہ ہمیں غداروں سے بات کرنے کی کوئی خواہش نہیں ہے۔''(36)

ٹرین نے فن لینڈ کی طرف جاتے ہوئے سویڈن کو عبور کیا۔ تب لینن نے پیٹرس برگ میں اپنی بہن کو ٹیلی گرام بھیجا: ''آمد منڈے، رات گیارہ بجے۔ پراودا کو مطلع کر دو۔'' وہ اب ایک عام مہاجر کی حیثیت سے واپس نہیں آ رہا تھا بلکہ ایک فوری قومی لیڈر کے بہ طور۔

جب وہ سویڈن اور فن لینڈ کے سرحدی قصبے ''ہراپانڈا'' پہنچے تو انھوں نے اپنا سامان اتارا۔ آگے فن لینڈ کا سرحدی قصبہ ٹورنیو تھا۔ وہاں روسی سپاہیوں کی طرف سے معمول کی تلاشی لینے کے بعد انھیں جانے دیا گیا۔ تب وہ ہلسنکی جانے کے لیے ایک اور ٹرین پہ سوار ہوئے۔ یہیں ٹارنیو میں لینن نے ''پراودا'' اخبار کے حالیہ شمارے لیے۔ اُسے بہت غصہ آیا کہ کامینیف اور سٹالن کی قیادت میں بالشویک سنٹرل کمیٹی نے روس کی عبوری حکومت کی مشروط حمایت کرنے کا فیصلہ کیا تھا۔

ہیلسنکی سے وہ پٹروگراڈ کو روانہ ہوئے۔ جب وہ پٹروگراڈ سے بیس میل شمال میں سرحدی

قصبہ بیلوسٹروف پہنچے تو وہاں استقبال کے لیے پارٹی تیار کھڑی تھی ۔لینن کی بہن ماریا وہاں تھی ، سٹالن اور کامنیف تھے اور دیگر راہ نما تھے ۔لینن نے چھوٹتے ہی کامنیف سے کہا،''تم لوگ پروادا میں کیا لکھتے رہے ہو؟ ہم نے اس کی کچھ کاپیاں دیکھیں اور تم لوگوں کو بہت برا بھلا کہا۔''

لینن اترا تو اسے کندھوں پر بٹھایا گیا۔

جب ٹرین دوبارہ پیٹرس برگ کی طرف روانہ ہوئی تو لینن خدشے میں تھا کہ آیا وہاں اُسے گرفتار تو نہیں کیا جائے گا۔

اور بالآخر کروپسکایا اور لینن دیگر جلاوطنوں سمیت 16 اپریل کو رات گیارہ بج کر دس منٹ پر پیٹروگراڈ کے فن لینڈ نامی سٹیشن پر پہنچے۔ یہ ایسٹر کا دن تھا اور لینن کا 47واں برتھ ڈے بھی۔ (37) اور اُس کے پاس انقلابی ماضی کے تیس سال کا کریڈٹ تھا۔

وہاں سٹیشن پر ہزاروں مزدوروں ،فوجیوں اور ملاحوں نے سرخ جھنڈوں سے اُن کا استقبال کیا۔انھوں نے اپنے لیڈر کو کندھوں پر اٹھا لیا۔استقبالیہ کمیٹی آگے آگے تھی ۔کروپسکایا کا استقبال الیگزنڈرا کولنتائی نے سرخ گلابوں کے ایک گل دستے سے کیا۔(38)

تقریباً دس سال کی جلاوطنی کے بعد ولادیمیر ایلیچ پیٹروگراڈ واپس آیا تھا۔انقلابی روس نے بڑی خوشی اور محبت سے اپنے عظیم لیڈر کا خیر مقدم کیا ۔بینڈ ''مارسیلیز'' کا ترانہ بجا رہا تھا۔ بینڈ والوں کو بادشاہت سے ابھی ابھی نجات ملی تھی اور وہ ''انٹرنیشنل'' والا ترانہ ابھی تک نہیں جانتے تھے ۔سپاہیوں اور ملاحوں کے انقلابی دستوں نے لینن کو گارڈ آف آنر پیش کیا ۔یہ وہی شہر تھا،سینیٹ پیٹرس برگ ،جس کا نام بادشاہ نے اس لیے بدل کر پیٹروگراڈ رکھا تا کہ اُس کے اپنے جرمن تعلق کو چھپایا جاسکے ۔واضح رہے کہ روس کے بادشاہ اور بالخصوص اُس کی جرمن نژاد بیوی کو روس میں دشمن جرمنی کا ایجنٹ سمجھا جا رہا تھا۔

ٹراٹسکی نے ٹھیک لکھا کہ''یہ ٹرین اُن دنوں کے جنگی سامان سے بھی زیادہ دھماکا خیز مواد سے بھری ہوئی تھی ۔''(39)

بعد کے سالوں میں چرچل نے اس پہ کہا کہ لینن طاعون کا وہ جراثیم تھا جو اُس روس

کے اندر انجیکٹ کیا گیا تھا جو پہلی عالمی جنگ سے سخت کمزور ہو چکا تھا اور جس کے اندر لینن سے لڑکر اسے ختم کرنے کے لیے ضروری امیون سسٹم کی کمی تھی ۔ایک انجیکشن کی طرح ٹرین نے لینن کو پہلے ہی سے بخار میں مبتلا ملک میں انڈیل دیا، اور کمیونزم نامی جو بیماری لینن کے ساتھ تھی وہ فوراً پھیل گئی ۔(40)

لینن نے سب کچھ تلپٹ کر دیا

استقبالیہ کمیٹی کو تقریباً تقریباً نظرانداز کرتے ہوئے وہ ایک آرمرڈ گاڑی پہ سوار ہوا اور ایک شاندار تقریر کی جس نے حتیٰ کہ اس کے قریب ترین ساتھیوں اور حامیوں کو بھی حیران کر دیا۔ اِس رات کی اُس کی تقریر لیفٹ کی بھی لیفٹ تھی ۔کروپسکایا کے بہ قول''لگتا تھا لینن پاگل ہو گیا ہو۔''

دراصل فروری انقلاب کے بعد کے چند ہفتوں میں پٹروگراڈ کے اندر سینئر پارٹی عہدے دار تین بڑے سیاسی معاملات پر بحث مباحثہ کرتے چلے آرہے تھے۔ایک: جنگ میں اپنے اتحادیوں کے ساتھ روس کی مسلسل شرکت کا معاملہ ۔دو: آیا پارٹی کو عبوری حکومت کی پالیسیوں کو سپورٹ کرنا چاہیے؟ تین :منشویکوں کے ساتھ تعاون کے نئے امکانات اور نظریاتی اختلافات کو دفن کر کے ایک متحدہ پارٹی کی طرف جانے کے امکانات کا معاملہ۔

سرکردہ ترین بالشویک لینن کی غیر حاضری میں، بادشاہت کے خاتمے پہ بہت خوش تھے ۔اتنے خوش کہ وہ ایک غیر معینہ عرصے تک''بورژوا حکومت'' کی مدد کرنے کو تیار تھے۔اسی طرح وہ جنگ کے معاملات میں اور مانشویکوں کے ساتھ دوبارہ ایک ہونے پہ بھی کمر بستہ ہو چکے تھے۔

لینن ان تینوں معاملات پر سختی سے غیر مصالحانہ تھا۔اُس رات روس کی سرزمین پہ پاؤں رکھتے ہی اس کا پیغام واضح تھا:''بورژوا حکومت کے ساتھ کوئی تعاون اور کوئی اشتراک نہیں، مانشویکوں کے ساتھ کوئی معاملہ فہمی نہیں اور سامراجی جنگ سے روس کی فوری دست برداری۔'' وہ اُس''بورژوا انقلاب'' کے ساتھ مطمئن نہیں تھا جو صرف چار ہفتے پہلے ہوا تھا۔

اس نے حاضرین سے خطاب کیا:

''عزیز سنگتو، سپاہیو، سیلرو اور مزدورو! آپ سے ملتے ہوئے ابھی تک مجھے یہ معلوم نہیں کہ آیا آپ لوگ عبوری حکومت کے سارے وعدوں پر یقین رکھتے ہیں یا نہیں۔ البتہ میں یہ بات یقین سے جانتا ہوں کہ جب وہ آپ سے میٹھے وعدے کرتے ہیں تو آپ کو بھی اسی طرح دھوکا دیا جارہا ہے جس طرح کہ سارے روسی عوام کو دھوکا دیا جارہا ہے۔ لوگوں کو امن چاہیے، لوگوں کو روٹی چاہیے، لوگوں کو زمین چاہیے۔ اور وہ تمھیں جنگ دے رہے ہیں، بھوک دے رہے ہیں۔ روٹی نہیں ہے۔ جاگیردار ابھی تک زمینوں پہ قابض ہیں۔ سیلرو کامریڈو! ہمیں ایک سوشلسٹ انقلاب کے لیے لڑنا ہوگا، اُس وقت تک لڑنا ہوگا جب تک کہ پرولتاریہ مکمل فتح حاصل نہیں کرتا۔ دنیا بھر کا سوشلسٹ انقلاب زندہ باد!''

اس نے ''انٹرنیشنل پرولتاری سوشلسٹ انقلاب'' کی کال دے کر اپنی حیرت انگیز یونانی طرزِ خطابت کے عین مطابق وضاحت والی اپنی تقریر ختم کر دی۔

تقریر ختم ہوئی تو ایک نوجوان، آنسوؤں سے بھرے چہرے کے ساتھ آگے آیا اور لینن کو بالشویک پارٹی کا ممبر شپ کارڈ دیا۔ ''یہ آپ کے گھر واپسی کے اعزاز میں ہے۔ ہمارے ضلع کے بالشویک آپ کو اپنے ضلع کی تنظیم کا ممبر قرار دیتے ہیں۔'' لینن بہت متاثر ہوا اس لیے کہ اِس ''وی بورگ'' صنعتی علاقے کے مزدوروں نے ہی مارچ انقلاب کا شعلہ بھڑکایا تھا اور یہی بالشویک تنظیموں میں سب سے زیادہ لڑاکا تنظیم تھی۔ (41)

وہ اپنے انتظار میں کھڑی کار پہ بیٹھنے کی کوشش کرنے لگا مگر مزدوروں نے اُسے ایسا کرنے نہ دیا۔ اسے مجبوراً ایک بکتر بند گاڑی میں بیٹھنا پڑا۔ مگر لوگ آگے بڑھنے ہی نہیں دے رہے تھے۔ اسے جگہ جگہ رک کر تقریر کرنا ہوتی۔ کہتے ہیں کہ پندرہ تقریروں کے بعد ہی وہ شسنسکایا محل پہنچے جہاں ایک اور مجمع اسے سننے کو موجود تھا۔ وہ پہلی منزل کی بالکونی پہ کھڑا ہو گیا۔ اس بالکونی سے لینن قریبی پیٹر اور پال قلعے کی لائٹیں دیکھ سکتا تھا جہاں بادشاہ رومانوف کے وقت اس کے بھائی کو پھانسی چڑھنے سے پہلے رکھا گیا تھا۔ اس کی لمبی چوڑی، سنگلاخ دیواریں نظر آتیں۔ اس کی کال کوٹھریوں میں روس کے بے شمار سپوت زندہ درگور ہوئے۔ مگر اب یہ ایذا پہنچانے کا مرکز ہرگز نہیں رہے گا!

اِس جوش میں اُس نے کیا کھانا کھایا ہوگا! بہرحال کچھ نوالے اور پھر ایک تقریر۔ (42)

اس تقریر میں اس نے عبوری حکومت والوں کو موقع پرست اور بورژوازی کا آلہ کار کہا۔ ایک اچھا فقرہ: ''انقلاب کو طلب نہیں کیا جاتا، وہ تاریخی طور پر پیدا کردہ حالات میں سے ابھرتا ہے۔ انقلابات بڑھوتری پاتے ہیں، بالغ ہو جاتے ہیں۔''

اِدھر اُدھر کیوں جایئے، کروپسکایا کا اپنا بیان پٹروگراڈ میں انقلابی جشن کی فضا کو عمدگی سے بیان کرتا ہے:

''وہ لوگ جو انقلاب میں سے نہیں گزرے تھے، اُس کی بڑی شان اور باوقار خوب صورتی کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔ سرخ بینرز، کروسٹاٹ سپاہیوں کا گارڈ آف آنر، پیٹر اور پال قلعے سے فن لینڈ سٹیشن لے کر شِسنسکایا محل تک سڑک کو روشن کرتا سرچ لائٹ، آرمرڈ گاڑیاں، سڑک کو گارڈ کرتے ہوئے مردوں عورتوں کی ایک زنجیر۔'' (43)

لینن نے اپنی تقریروں میں مانشویکوں یا عبوری حکومت سے کسی قسم کے اتحاد کو مسترد کر دیا۔ وہ انقلاب کی بات کر رہا تھا۔ اقتدار عوام کے ہاتھوں میں!! وہ عبوری حکومت کو بورژوازی کی حکومت قرار دے رہا تھا۔ اس کا نعرہ تھا: ''سارا اقتدار سوویتوں کو۔''، ''ہم ایک پارلیمانی ری پبلک نہیں چاہتے۔ ہم ایک بورژوا جمہوریت نہیں چاہتے۔ ہم مزدوروں کسانوں اور سپاہیوں کی سوویت کے علاوہ کسی حکومت کو نہیں مانتے۔'' (44)

واضح رہے کہ 1917ء کے اوائل میں روس میں ایک دوسرا ادارہ ابھرا تھا: ''سوویت''۔ یہ ہمارے ملک کے بلدیاتی اداروں جیسے تھے جو تیزی سے شہروں میں قائم ہوئے۔ ان میں سب سے اہم دارالحکومت پٹروگراڈ کا سوویت تھا۔ اِن اداروں میں مزدور، ریڈیکل دانش ور، سپاہی اور بحری افواج کے سپاہی شامل تھے۔ لینن نے اُن کی اہمیت جان لی۔ اس نے انھیں مزدور حکومت کا embryo کہا۔ اس نے علان کیا کہ ''سوویت'' آبادی کے غریب ابنوہ کے مجموعے کی نمائندہ ہے۔ یعنی آبادی کے 9/10 حصے کی نمائندہ جو امن، روٹی اور آزادی کے لیے جدوجہد کرتا ہے۔ (45)

اس نے نعرے دیے: عبوری حکومت کی کوئی حمایت نہ کرو۔ سارا اقتدار سوویتوں کو!

......اس نے بڑی صنعت اور بنکوں کو قومی ملکیت میں لینے کا نعرہ دیا۔ روس کے اندر موجود قوموں کو حقِ خود اختیاری بشمول حقِ علیحدگی دینے کا نعرہ دیا، زرعی زمین قبضے میں لینے کی بات کی۔ اس نے یورپ میں امن کے لیے نعرہ دیا......اور یہ سارے کام سوویتوں پر مشتمل ایک سوشلسٹ انتظامیہ کر سکتی تھی۔

یہیں کہیں لینن کا حلیہ دیکھ کر یہ تبصرہ کیا گیا: ''لینن گنجا ہے، بہت بدصورت، ایک کھنڈرات میں بدلا پرانا بھورا سوٹ پہنا ہوتا ہے، بغیر کسی مقررانہ طاقت کے تقریر کرتا ہے، ایک کالج پروفیسر کی طرح سکون سے روزانہ والا لیکچر دیتا ہوا۔ پھر بھی وہ جو کچھ کہہ رہا ہوتا ہے وہ لوگوں کو پاگل کر دیتا ہے۔ وہ جو بولتا ہے وہ سامعین میں کرنٹ دوڑاتا ہے، کسی بھی دوسرے مقرر سے بڑھ کر......''

جس وقت پیٹرس برگ کے افق پہ صبح نمودار ہو رہی تھی تو کروپسکایا اور لینن، لینن کی بہن آنا کے گھر پہنچ پائے۔ (لینن اور کروپسکایا وہاں جولائی تک رہے)۔ دوسری بہن ماریا بھی وہیں رہ رہی تھی۔ کروپسکایا کہتی ہے کہ گھر کے چھوٹے بچوں نے ''دنیا کے مزدورو ایک ہو جاؤ'' کے استقبالیہ نعرے والا ایک بینر لینن اور کروپسکایا کے بیڈ پر لٹکا دیا تھا۔ خوشی ہی خوشی تھی۔ برسوں مصیبتیں جھیلنے کے بعد وطن واپسی کی خوشی، عوام الناس کی طرف سے کمیونزم کی طرف داری کی خوشی، اور بہن بھائیوں سے آن ملنے کی خوشی۔ بس ایک دکھ تھا......لینن کی ماں ماریا حیات نہ تھی۔

کوئی ایک گھنٹے کچی نیند سونے کے بعد آخر وہ بیدار ہو گئے۔ گھر میں، جو کچھ کچھ بحری جہاز سے ملتا جلتا تھا، سناٹا چھایا ہوا تھا۔ ایک لمبے سے برآمدے کے دونوں طرف کیبنوں کی طرح کمرے تھے۔ برآمدے کے ایک سرے پر کھانے کا تکونا کمرہ تھا جس کے آخر میں ایک چھوٹی سی تکونی بالکنی نکلی ہوئی تھی۔ (46)

اگلا دن انقلابی پیٹروگراڈ میں اُن دونوں کا پہلا ورکنگ ڈے تھا اور سب سے پہلے اپنی ماں اور اپنی بہن اولگا کی قبروں پہ حاضری دینی ضروری تھی۔ وہاں اس نے اپنے جذبات کو قابو میں

رکھا اور وہاں رویا نہیں۔ (47)

''میری اچھی اماں اپنے بچوں سے ملنے کے لیے تمھیں کتنے قید خانے دیکھنے پڑے! سینٹ پیٹرس برگ کا جیل خانہ تھا، پھر ماسکو کا اور کییف اور ساراتوف کا۔ قسمت نے تمھیں کس بے دردی سے بے قرار رکھا۔''

قبرستان سے واپسی پر لینن پٹروگراڈ سوویت چلا گیا۔ اُس کے بعد تو میٹنگوں پہ میٹنگیں تھیں، تقریریں ہی تقریریں تھیں، مضامین پہ مضامین تھے۔ وہ ہر بات پہ ساتھیوں کو باخبر رکھ رہا تھا۔ اس نے سوویت کی ایگزیکٹو کمیٹی میں جو رپورٹ پیش کی وہ بعد میں ''اپریل کے مقالے'' کے نام سے مشہور ہوئی۔ سوئٹزرلینڈ سے وطن واپس لوٹتے ہوئے ریل گاڑی میں انھوں نے یہ رپورٹ لکھی تھی جس میں باشویکوں اور عوام کے لیے اس ٹھوس منصوبے کا خاکہ پیش کیا تھا جس پر انھیں اب روس میں مطلق العنانیت کا خاتمہ ہو جانے کے بعد عمل کرنا تھا۔

''عارضی حکومت برسراقتدار تھی۔ اس میں زمیں دار اور سرمایہ دار شامل تھے جو سب کے سب بہت مال دار تھے اور غریبوں کی فکر مال دار بھلا کیوں کرتے!'' (48)

وہ بورژوا عبوری حکومت ختم کرانا چاہتا تھا، گو کہ یہ کام فوری طور پر ممکن نہ تھا۔ اس نے کہا کہ اس بورژوا عبوری حکومت کو عمومی طریقے سے الٹا نہیں جا سکتا۔ اس کے لیے عوام اور سوویت کی اکثریت کے دل جیتنے ہوں گے۔ اس مقصد کے لیے وہ بڑے جلسوں سے لے کر چھوٹے اجتماعات تک میں اپنا مؤقف پیش کر رہا تھا، پراودا میں لکھ رہا تھا، پارٹی کے احباب سے بحثیں کر رہا تھا۔

اس نے پراودا اخبار کے لیے لکھنا شروع کر دیا تھا۔ ''پراودا'' کے لیے وہ روزانہ ایک، دو اور کبھی کبھی تو تین مضمون لکھا کرتا تھا۔ سارے شہر میں وہ فیکٹریوں اور کارخانوں کے جلسوں میں تقریریں کرتا تھا۔ عوام کے لیے بہتر زندگی حاصل کرنے کی بالشویکوں کی پالیسی پر وہ اتنی سلجھی ہوئی تقریر کرتا تھا کہ دن بدن زیادہ مزدور اور کسان بالشویک پارٹی کو سمجھنے اور اس کی حمایت کرنے لگے۔

لینن کے پاس صرف بادشاہ سے نفرت نہ تھی۔ وہ تو عوام الناس کی غلامی کا ذمہ دار اشرافیہ کو، صنعت کاروں کو، بینکروں اور قدامت پسندوں کو اور رجعت پسندوں کو بھی سمجھتا تھا۔

لینن نے ہر جگہ اپنے گرد بے شمار مجمع پایا۔ لینن بے ساختہ نعرہ لگاتا: عالمی سوشلسٹ انقلاب زندہ باد!!

اس نے بادشاہ کے جانے پہ صبر وشکر کرنے اور خوشیاں منانے کے بجائے اپنی پارٹی پہ زور دیا کہ وہ بادشاہ کی طرح کیرنسکی حکومت کی بھی مخالفت کرے اور مزدوروں کی اپنی حکومت کے قیام کی جدوجہد میں جت جائے۔

اس کا خیال تھا کہ بادشاہ کا جانا اور کیرنسکی حکومت کا آنا روسی انقلاب کا پہلا مرحلہ ہے۔ یہ ''دوسرے انقلاب کی طرف بڑھنے سے قبل کا عبوری مرحلہ'' ہے۔

لینن نے روس کے انقلابی مزدوروں سے پُر جوش اپیل کی۔ ''کل آپ نے زارشاہی کا تختہ الٹ کر پرولتاری بہادری کا معجزہ کر دکھایا۔ آپ کو مستقبل قریب میں بہت جلد یا ذرا دیر سے جاگیرداروں اور سرمایہ داروں کے اقتدار کا تختہ الٹنے کے لیے پھر بہادری کا یہی معجزہ دکھانا ہوگا۔''

لینن کے پاس متبادل یہ تھا کہ مرد وزن پر مشتمل ساری آبادی کو مسلح کیا جائے۔ بندوق بردار مزدوروں کے انبوہ سے ڈیوٹیوں کے ایک وسیع رینج پر مشتمل ایک ملیشیا بنائی جائے جن میں ویلفیئر اور کمیونٹی صفائی کے پہلو شامل ہوں۔

1917ء میں لینن کے ساتھ روس لوٹنے پر کروپسکایا نے انقلاب کی تیاریوں میں زبردست حصہ لیا۔ مرکز میں کام کرنے کے علاوہ کروپسکایا نے تو خود کو انقلاب کے اصل مرکز یعنی وی بورگ کے صنعتی علاقے میں سیاسی اور تنظیمی کام کے لیے وقف کر دیا۔(49)

لینن نے پارٹی کی جنگ مخالف اور امن پالیسی کو ہر بیرک، ہر فیکٹری، چوک اور گلی کے نکڑ میں پھیلانے کے شاندار انتظامات کیے۔ صبح سویرے سے لے کر رات تک۔ یہ فوری سیاسی کام ہوتا تھا۔(50)

چند ہفتوں کے اندر اندر پارٹی کے کنٹرول کے تحت 41 اخبارات اور جرائد چھپنے لگے تھے۔ اُن میں سے 20 تو اقلیتوں کی زبان میں تھے۔ ایک تخمینہ کے مطابق بالشویک اخبارات کی ہر ہفتہ 15 لاکھ کاپیاں تقسیم ہوتی تھیں۔(51)۔ فوجیوں کے لیے ایک الگ اخبار چھپتا تھا۔

لینن خود ''پراودا'' کی ایڈیٹری کرتا تھا اور ہر روز اس میں مضامین لکھتا۔ پراودا تین لاکھ کی تعداد میں چھپتا تھا۔(52)

لینن اور اس کے ساتھی اُس کی حفاظت سے بے پروا نہ تھے۔ وہ بکتر بند گاڑی میں آتا جاتا تھا۔ وی بورگ فیکٹری سے تیرہ بندوق بردار مزدور 24 گھنٹے اس کی حفاظت کرتے تھے۔ وہ مخالفوں پر حملہ در حملہ کر رہا تھا۔ عبوری حکومت پر، بورژوازی پر، بورژوازی کے پارٹی کیڈٹ پارٹی پر.....حتیٰ کہ اپنی بالشویک پارٹی میں مخالفین پر۔ پراودا اخبار اُس کا مورچہ بن چکا تھا۔ وہ جلسہ سے تقریر کر رہا تھا، جلوس سے خطاب کر رہا تھا۔ کمروں اور ہالوں میں میٹنگیں بلا رہا تھا۔

دوسری طرف سرکار بھی خاموش نہ تھی۔ وہ لینن کے خلاف جلوس نکلوا رہی تھی، جلسے کروا رہی تھی اور اُس کے خلاف پروپیگنڈا کر رہی تھی۔ حتیٰ کہ اس کی روس آمد کے دو ہفتے بعد 30 اپریل کو اِس جنگ مخالف لینن کے خلاف ملٹری ہسپتال سے ہزاروں زخمیوں کا جلوس نکلوایا گیا۔ کسی کی ٹانگ نہ تھی، کسی کے بازو نہ تھے، کسی کے بگڑے چہرے پہ پٹیاں بندھی تھیں۔ وہ ''آخر تک جنگ'' کے نعرے لگا رہے تھے۔ ''ہمارے زخم فتح کا مطالبہ کرتے ہیں'' اور ''لینن غدار ہے'' جیسے نعرے۔

لینن کے پاس جنگ بازوں کا جواب موجود تھا: پراودا۔ اور پراودا حکومت کے خلاف ٹن ٹن بج رہا تھا۔ ''فیصلہ کن فتح تک جنگ۔ برطانوی اور فرانسیسی بینک کاروں سے اتحاد کو مقدس قرار دیا گیا.....لڑو۔ اس لیے کہ ہمیں لُوٹ کا مال چاہیے۔ مرو، ہر روز ہزاروں کی تعداد میں مرو.....اس لیے کہ 'ہمیں' ابھی تک لوٹ میں ہمارا حصہ نہیں ملا۔''

اِدھر 1917 کے اپریل کے اواخر میں پارٹی کانفرنس نے کروپسکایا سے فرمائش کی کہ وہ نوجوانوں کے معاملات میں سپیشلائز کرے۔ واضح رہے کہ وہاں ابھی تک کمیونسٹ یوتھ آرگنائزیشن موجود نہ تھی۔(53)

کروپسکایا نے اس سلسلے میں بہت محنت کی۔ اس نے سختی کے ساتھ ایک بالشویک یوتھ تنظیم تو نہیں بنائی البتہ بورژوا یوتھ کے خلاف خوب کام کیا۔ بالآخر ایک متحدہ محاذ جیسی تنظیم ''یونین آف ورکنگ یوتھ آف رشیا'' کے منشور کا مسودہ لکھا جو 7 جون 1917 کے ''پراودا'' میں شائع

ہوا۔مگر یہ سلسلہ آگے نہ بڑھا۔اس لیے کہ پارٹی کی توجہ دیگر اہم کاموں پہ تھی۔

کروپسکایا کی شخصیت بالکل جدا تھی۔وہ تقریروں والی نہ تھی۔اسے تو فطرت نے ایک اور اہم اور بنیادی ذمہ داری دی تھی۔وہ تو بیس برس سے سیکریٹریٹ میدان میں کاز کی خدمت کرتی رہی۔تنظیم، تنظیمی رفقا سے رابطے، اکاؤنٹنگ، ریکارڈ......ایسی مہارت جو کسی اور ساتھی میں نہ تھی۔

اسی دوران ڈوما (اسمبلی) کے الیکشن ہوئے۔جون الیکشن میں کروپسکایا وی بورگ علاقے سے بالشویک کے بہ طور ایک سیٹ پہ جیت گئی۔وہ اُس کی سات رکنی ایگزیکٹو کمیٹی کی ممبر بن گئی اور پبلک ایجوکیشن سیکشن کی سربراہ ہوئی۔یعنی وسط جون سے لے کرا کتوبر انقلاب تک وہ بچوں اور بڑوں کے لیے سکولوں کا نیا اور زیادہ جمہوری نیٹ ورک بنانے کے معاملے میں لگی رہی۔کھیل کے میدان، کنڈرگارٹن، پبلک ریڈنگ رومز، اور لائبریریاں قائم کرنا۔

اسمبلی توڑ دی گئی

5 جنوری 1918ء کو آئین ساز اسمبلی کا اجلاس منعقد ہوا۔اسمبلی میں انقلاب دشمن اکثریت نے ''ورکنگ اور استحصال شدہ عوام کے حقوق کے ڈیکلریشن'' پہ بحث کرنے تک سے انکار کیا۔تب بالشویکوں نے اعلان کیا کہ وہ عوام کے دشمنوں کے جرم والے اقدامات کی ڈھال نہیں بنیں گے۔انھوں نے اسمبلی سے واک آؤٹ کیا۔اگلے دن پیپلز کیمسارز کی کونسل نے اور پھر آل ایشیا سنٹرل ایگزیکٹو کمیٹی نے آئین ساز اسمبلی کو تحلیل کرنے والے لینن کے لکھے فرمان کو منظور کرلیا۔

اپریل تھیسز

(17 اپریل 1917ء)

لینن نے اپنے مشہورِ زمانہ ''اپریل تھیسز'' میں اپنے خیالات کے اظہار میں کوئی وقت ضائع نہیں کیا۔یہ تھیسز 17 اپریل 1917ء کو پارٹی اخبار پراودا میں شائع ہوا۔تھیسز کیا تھا، یہ تو

کیرنسکی کی بورژوا عبوری حکومت کے خلاف غیر مصالحانہ جنگ کا کھلا اعلان تھا۔

اس تھیسز کا مطلب یہ بتانا تھا کہ فروری انقلاب کے نتیجے میں قائم ہونے والی ری پبلک ہماری نہیں ہے اور یہ غضب ناک جنگ بھی ہماری نہیں ہے۔بالشویکوں کا فریضہ سامراجی حکومت کو اکھاڑ پھینکنا ہے۔لیکن یہ حکومت سوشل ریولیوشنریز اور منشویکوں کی حمایت کے سہارے قائم ہے جنھیں عوام کی حمایت حاصل ہے۔ہم اقلیت میں ہیں۔ان حالات میں ہم تشدد کی بات نہیں کرسکتے۔ہمیں عوام کو سمجھانا ہوگا کہ وہ مصالحت پسندوں اور ڈیفنس اسٹوں پر اعتماد نہ کریں۔''ہمیں صبر سے وضاحت کرنا ہوگی۔'' اس حکمتِ عملی کی کامیابی یقینی ہے جس کا تقاضا ساری موجودہ صورت حال کر رہی ہے، یہ ہمیں پرولتاریہ کی آمریت تک اور یوں بورژوا حکومت کی حدود سے آگے لے جائے گی۔ہم سرمائے سے بالکل الگ ہوجائیں گے، اس کے خفیہ معاہدوں کو شائع کریں گے اور ساری دنیا کے مزدوروں کو آواز دیں گے کہ بورژوازی سے آزادی حاصل کریں اور جنگ کا خاتمہ کریں۔ہم بین الاقوامی انقلاب کی شروعات کر رہے ہیں۔صرف اس کی کامیابی ہی ہماری کامیابی کو یقینی بنائے گی اور سوشلسٹ نظام حکومت تک تبدیلی کی ضامن بنے گی۔(54)

لینن بہ طور فرد نہیں بل کہ بہ طور کلاس سوچتا اور بولتا تھا۔ورکنگ کلاس کے بہ طور۔اُس نے ایک جگہ کہا تھا کہ دو ہی راستے ہیں: بورژوا یا سوشلسٹ نظریہ۔تیسرا راستہ موجود نہیں ہے۔اس لیے کہ انسان نے کوئی ''تیسرا'' نظریہ تخلیق ہی نہیں کیا اور ایک ایسے معاشرے میں جسے کلاس تضادات نے چیر پھاڑ کر رکھا ہو وہاں کوئی ''غیر طبقاتی'' یا کلاسز سے بالاتر نظریہ موجود ہو ہی نہیں سکتا۔''

وہ سیاست کو چھوٹے چھوٹے ٹرکس (tricks) والا کھیل نہیں سمجھتا تھا۔وہ کوئی دھوکا و سازش باز نہ تھا۔نہ وہ ایسا لیڈر تھا جس کے اقدامات کے بارے میں پہلے سے پیش گوئی نہ کی جاسکتی ہو۔اس کی اصلی سیاست طبقاتی تھی اور وہ جانتا تھا کہ طبقاتی سیاست سیدھی تصادم کی سیاست ہوتی ہے۔وقتی ٹیکٹیکس اپنی جگہ مگر حتمی منزل تو سوشلزم کا قیام ہے۔اسی لیے تو اس نے دلیل دی تھی کہ پارٹی کو بادشاہ کا تختہ الٹنے کے بعد آرام سے نہیں بیٹھنا چاہیے۔اس نے اِس بورژوا ڈیموکریٹک انقلاب کو ایک بھرپور پرولتاری ابھار اور ''سارا اقتدار سوویتوں'' کے نعرے کے تحت ایک سوشلسٹ

ریاست کی طرف لے جانے پہ سارا زور لگایا۔لینن کے خیال میں، پہلی عالمی جنگ مکمل طور پر ایک ''سرمایہ دارانہ سامراجی'' جنگ تھی۔اس نے اس بات پہ سیاسی کام کیا کہ اس عالمی جنگ کو یورپ بھر میں ایک انقلابی جنگ میں ڈھال دیا جائے۔اس نے پولیس، آرمی اور بیوروکریسی کو بھی ختم کرنے کا مطالبہ کیا، بنکوں کو قومی ملکیت میں لینے، ساری جاگیروں کو تحویل میں لینے کا مطالبہ کیا اور پارلیمانی ری پبلک کو کوئی مدد نہ دینے کی بات کی۔

ٹراٹسکی نے ایک اور کمیونسٹ کا حوالہ دیتے ہوئے لکھا کہ ''لینن کے تھیسز نے پھٹتے ہوئے بم والا اثر ڈالا۔''(55)

مگر اُس کے اس تھیسز پہ کافی مخالفانہ بحث چھڑ گئی۔خود بالشویک پارٹی میں اس کی زبردست مخالفت ہوئی۔پیٹرس برگ کمیٹی نے لینن کی تجویز کو 13 اور 2 کی اکثریت سے مسترد کیا۔

''پراودا'' نے ''اپریل تھیسز'' کو اِس ایڈیٹوریل کمنٹ کے ساتھ شائع کیا: ''جہاں تک کامریڈ لینن کی عمومی سکیم کا تعلق ہے، یہ ہمیں قابلِ قبول نہیں لگتی۔اس لیے کہ یہ اس مفروضے سے شروع ہوتی ہے کہ بورژوا ڈیموکریٹک انقلاب ختم ہو چکا اور وہ اِس انقلاب کو فوری طور پر ایک سوشلسٹ انقلاب میں ڈھال دینا چاہتا ہے۔'' کسی نے اس تھیسز کو ''ایک پاگل شخص کی بہکی باتیں'' کہا، کسی نے اسے ''پارٹی کی تدفین'' کہہ ڈالا۔کسی نے لینن پر مارکسسٹ ''کلاس تجزیہ'' کو نظرانداز کرنے کا الزام دیا۔ایک نے تو اُس کی باتوں کو ''ننگے نعرے'' قرار دیا۔ایک تبصرہ تو کمال کا تھا: ''لینن نے اب خود کو تیس سال سے خالی یورپی تخت کا امیدوار بنا ڈالا: باکونن کا تخت۔''

لینن نے پارٹی کو سوشل ڈیموکریٹک سے دوبارہ ''کمیونسٹ پارٹی'' کا نام دینے کی تجویز اِس طرح دی: ''یہ وقت ہے کہ گندی قمیص اتار دی جائے اور صاف لباس پہنا جائے۔''

کچھ بھی ہو لینن نے دوست دشمن، اتحادی اور ویری سب کی سیاست بدل کر رکھ دی۔
روس کے عوام کا مقدر مزید واضح اور سمت حتمی ہو گئی۔

ریفرنسز

1۔سروس، رابرٹ۔کامریڈز۔2007ء۔میکملن۔صفحہ 55

2۔ایڈمنڈ ولسن ٹو دی فن۔۔۔صفحہ 453

3۔Weber۔صفحہ 83

4۔لوئی فشر۔لائف آف لینن۔صفحہ 73

5۔مِک نیل۔برائیڈ آف ریولیوشن۔صفحہ 148

6۔برائیڈ آف دی ریولیوشن۔صفحہ 149

7۔لوئی فشر۔لائف آف لینن۔صفحہ 74

8۔ایضاً۔صفحہ 163

9۔سروس، رابرٹ۔لینن، اے پولیٹیکل لائف۔جلد دوم۔صفحہ 49

10۔ایضاً۔صفحہ 50

11۔رونالڈ، گریگرسنی۔اے سٹیٹ آف نیشنز۔2001ء۔اوکسفرڈ یونی ورسٹی پریس

12۔کروپسکایا۔Memories of Lenin۔1930ء۔انڈیا پبلشرز۔صفحہ 97

13۔ایضاً۔صفحہ 97

14۔لینن۔مجموعہ تصانیف، انگلش۔جلد 18۔صفحہ 66

15۔لینن، 1914-1915ء۔سیکنڈ ایڈیشن، جلد 18۔صفحہ 55

16۔لوئی فشر۔دی لائف آف لینن۔صفحہ 92

17۔سروس۔۔۔اے بائیوگرافی۔۔۔صفحہ 169

18۔کروپسکایا۔این۔Memories of Lenin۔صفحہ 145

19۔ڈیوڈ شب۔اے بائیوگرافی۔صفحہ 181

20۔کول، کشن پرشاد۔تاریخ انقلاب روس۔2010ء۔بک ٹائم کراچی۔صفحہ 59

21۔اے پیپلز ہسٹری آف دی رشین ریولیوشن۔صفحہ 113

22۔پیٹرسن میخائل۔دَہ سلیڈ ٹرین۔1975۔Putnam۔نیویارک۔صفحہ 28

23۔ایضاً۔صفحہ 102

24۔سروس، رابرٹ لینن۔اے بائیوگرافی۔صفحہ 259

25۔آرچی براؤن۔دی متھ آف دی سٹرانگ لیڈر۔2016ء۔باڈلی ہیڈ۔لندن۔صفحہ 211

26۔ایضاً۔صفحہ 212

27۔وولگونوف۔۔۔لینن۔لائف اینڈ لی گے سی۔صفحہ 107

28۔مِک نیل۔برائیڈ آف دی ریوولیوشن۔صفحہ 163

29۔سروس۔اے بائیوگرافی۔صفحہ 256

30۔ایضاً۔صفحہ 262

31۔وولگونوف۔۔۔لینن لائف اینڈ لی گے سی۔صفحہ 108

32۔پیئرسن۔۔۔دَہ سیلڈ ٹرین۔صفحہ 39

33۔مِک نیل۔برائیڈ۔۔۔صفحہ 167

34۔سروس۔لینن۔اے پولیٹیکل لائف۔صفحہ 152

35۔لوئی فشر۔دی لائف آف لینن۔صفحہ 110

36۔پیئرسن۔۔۔دَہ سیلڈ ٹرین۔صفحہ 38

37۔لوئی فشر۔دی لائف۔۔۔صفحہ۔113

38-اوبچکین اور دوسرے۔لینن مختصر سوانح عمری۔صفحہ نمبر 158

39۔ٹراٹسکی۔انقلابِ روس کی تاریخ۔صفحہ 303

40۔نیل اولیور۔دہ سٹوری آف دہ ورلڈ ان 100 مومنٹس۔2022ء۔پنگوئن۔صفحہ 353

41۔پیئرسن۔۔۔دَہ سیلڈ ٹرین۔صفحہ 81

42۔ایضاً۔صفحہ 105

43۔مِک نیل۔برائیڈ۔۔۔صفحہ 163

44- کروپسکایا۔Memoirs۔صفحہ 297

45-لینن۔سلیکٹڈ ورکس۔جلد 2۔صفحہ 7

46۔ماریا، پریلیژائیوا۔حیاتِ لینن۔1978ء۔دارالاشاعت ترقی، ماسکو۔صفحہ 108

47۔سروس۔اے بائیوگرافی۔صفحہ 264

48۔ماریا، پریلیژائیوا۔حیاتِ لینن۔۔۔صفحہ 108

49۔پیئرسن۔۔۔دَہ سیلڈ ٹرین۔صفحہ 123

50۔ایضاً۔صفحہ 102

51۔ایضاً۔صفحہ 105

52۔ایضاً۔صفحہ 110

53۔مِک نیل۔برائیڈ۔۔۔صفحہ 173

54۔ٹراٹسکی۔انقلابِ روس کی تاریخ۔صفحہ 38

55۔ایضاً۔صفحہ 39

پارٹی کی ساتویں (اپریل) کانفرنس

(24 تا 29 اپریل)

24اپریل 1917ء کو بالشویک پارٹی کی ساتویں کانفرنس شروع ہوئی۔ یہ بالشویک پارٹی کی زندگی میں پہلی مرتبہ اوپن (کھلی) کانفرنس تھی۔ پارٹی کی تاریخ میں یہ کانفرنس پارٹی کانگریس کے برابر اہمیت رکھتی ہے۔ (کانگریس: نظریات اور پالیسیوں پہ بحث کرنے کے لیے پارٹی ڈیلیگیٹوں کی ایک بہت بڑی میٹنگ، جو چند سالوں بعد ہوتی رہے اس کے نتیجے میں کافی تبدیلیاں ہوتی ہیں۔ جب کہ کانفرنس ذرا چھوٹا اجتماع ہوتی ہے)۔ یہ کانفرنس فروری (بورژوا) انقلاب کے محض دو ماہ بعد منعقد ہوئی۔ اس میں شامل کئی لوگ سیدھا جیل یا جلاوطنی سے آئے۔ اس کانفرنس نے جنگ اور انقلاب کے تمام بنیادی سوالوں پر بحث کی۔ موجودہ صورت حال، جنگ، عارضی حکومت، سوویتیں، زرعی مسئلہ، غیر روسی قوموں کا سوال......گویا ایک طویل ایجنڈا تھا۔

پارٹی نے یہ نعرہ منظور کیا: ''سارا اقتدار سوویتوں کو''۔ مطلب عارضی حکومت اور سوویتوں کے درمیان اقتدار کا بٹوارا ختم ہو اور سارا اقتدار سوویتوں کو دے کر ''دوعملی'' ختم کی جائے۔

اسی کانفرنس میں لینن نے اس بہت ہی مقبول بات کا مذاق اڑایا کہ سوشلزم پہلے صنعتی ملکوں میں آئے گا۔ یہ بدبخت فقرہ یہاں ہم بھی پون صدی سے بھگت رہے ہیں۔ لینن نے اس فقرے کا مذاق یوں اڑایا: ''یہ مارکسزم نہیں ہے، یہ تو مارکسزم کی ایک مضحکہ خیز نقل ہے۔''

اِس کانفرنس نے زرعی مسئلے کا یہ حل پیش کیا کہ تمام املاک اور اراضی ضبط کر کے کسان کمیٹیوں کے حوالے کر دی جائے اور ساری اراضی قوم کی ملکیت ہو جائے۔

کمیونسٹوں کی اس کانفرنس نے قومی مسئلہ پہ یہ طے کیا کہ مزدور طبقے کی پارٹی کو محکوم قوموں کی تحریکِ آزادی کی مدد کرنی چاہیے۔ چناں چہ بالشویک پارٹی نے قوموں کے حقِ خود اختیاری کی یہاں تک حمایت کی کہ اگر وہ چاہیں تو اپنی علیحدہ آزاد ریاست قائم کر لیں۔ قرارداد کے اصل الفاظ یہ تھے: ''قوموں پر جبر و تشدد کی پالیسی مطلق العنانی اور بادشاہت کا ورثہ ہے۔ زمیں دار، سرمایہ دار اور پیٹی بورژوا عناصر اس لیے اس پالیسی کی حمایت کرتے ہیں کہ ان رعایتوں اور اجاروں کی حفاظت کر سکیں جو انھیں حاصل ہیں اور اس لیے بھی کہ مختلف اقوام کے مزدور طبقوں میں پھوٹ ڈال دیں۔

''قوموں پر جبر و تشدد کی پالیسی کو دور کرنا صرف اسی صورت میں ممکن ہے کہ ایک جمہوری ری پبلک کا نظام قائم ہو اور حکومت کا انتظام ایسا ہو جس میں سب قوموں اور زبانوں کو یکساں حقوق حاصل ہوں۔

''روس میں بسنے والی تمام قوموں کے اس حق کو ضرور تسلیم ہو جانا چاہیے کہ وہ جب چاہیں الگ ہو کر خود مختار ریاستیں قائم کر لیں۔ اُن کے اِس حق سے انکار کرنا یا اس بات کی ذمہ داری نہ لینا کہ جب وہ چاہیں اس اختیار کو استعمال کر سکیں، اس کے مترادف ہوگا کہ کمزور قوموں کو محکوم بنانے کی پالیسی میں مدد کی جائے۔ مزدور طبقے کی طرف سے قوموں کے حقِ علیحدگی کو تسلیم کرنے ہی سے مختلف قوموں کے مزدوروں میں مکمل یک جہتی قائم ہو سکتی ہے اور مختلف قومیں حقیقی جمہوری اصولوں پر ایک دوسرے کے نزدیک آسکتی ہیں۔

''علیحدگی کے اس حق کو منظور کرنے کا مطلب یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ کسی ایک قوم کا ایک خاص وقت پر علیحدہ ہو جانا ہی مصلحت کے مطابق ہے۔ مزدور جماعت کو اس دوسرے سوال کو الگ سے طے کرنا چاہیے اور یہ فیصلہ کرتے وقت ہر موقع پر سارے سماج کی ترقی اور سوشلزم حاصل کرنے کے لیے مزدوروں کی طبقاتی جنگ کے مفاد کو ہمیشہ مدنظر رکھنا چاہیے۔

''پارٹی کا یہ مطالبہ ہے کہ بڑے بڑے خطوں کو کافی آزادی حاصل ہو، اوپر سے نگرانی

ختم کردی جائے، ایک ریاستی زبان کا جبری استعمال ختم کیا جائے اوران خودمختار خطوں کی سرحدوں کا فیصلہ خود مقامی باشندے معاشی، سماجی اور قومی کیفیت کے مطابق کریں۔

''مزدور طبقے کی پارٹی ''قومی تہذیب آزادی کی سکیم کو (جس کے ماتحت تعلیم وغیرہ حکومت کے قابو سے ہٹا کر کسی قسم کے قومی ادارے کے حوالے کر دی جائے)، پُر زور طریقے پر نامنظور کرتی ہے۔ یہ سکیم ان مزدوروں میں جو ایک ہی جگہ رہتے ہیں اور ایک ہی کارخانے میں کام کرتے ہیں ''مختلف قومی تہذیبوں'' کی بنا پر مصنوعی تفرقہ ڈال دیتی ہے۔ دوسرے الفاظ میں یہ مختلف قوموں کے مزدوروں کو اپنے اپنے ملکوں کی سرمایہ دارانہ تہذیب سے زیادہ وابستہ کر دیتی ہے۔ حالاں کہ انقلابیوں کا مقصد یہ ہے کہ دنیا بھر کے مزدوروں کی بین الاقوامی تہذیب کو ترقی دیں۔

''پارٹی کا مطالبہ ہے کہ آئین میں ایک بنیادی قانون شامل کر دیا جائے جس کی رو سے تمام مراعاتی حقوق جو کسی ایک قوم کو دوسری قوموں کے مقابلے میں حاصل ہیں ختم ہو جائیں اور قومی اقلیتوں کی ہر طرح کی حق تلفی دور ہو جائے۔

''مزدوروں کا تقاضا ہے کہ روس کی تمام قوموں کے مزدوروں کے مشترک سیاسی ادارے ہوں، مشترک مزدور سبھائیں، امداد باہمی کی مشترکہ انجمنیں اور مشترک تعلیم گاہیں ہوں، وغیرہ۔ مختلف قوموں کے مزدوروں کے اسی قسم کے مشترک اداروں کی مدد سے بین الاقوامی سرمایہ دارانہ قوم پرستی کے خلاف مزدور طبقے کی کامیاب جدوجہد ممکن ہو سکے گی۔

''کمیونسٹوں نے اعلان کیا کہ وہ اقتدار میں آکر فوری طور پر مندرجہ ذیل کام کریں گے:
زمین کسانوں کو، فیکٹریوں پہ مزدوروں کا کنٹرول اور قوموں کو حقِ خود اختیاری۔''

اس کانفرنس میں نئی سنٹرل کمیٹی بھی منتخب کی گئی۔ 109 ڈیلیگیٹوں نے ووٹ ڈالا۔ لینن کے لیے ووٹ سب سے زیادہ یعنی 104 تھے، پھر زینوویوف کے 101، اور سٹالن کے 97...... کروپسکایا کو شکست ہوگئی۔

*****

جولائی بغاوت

3 جولائی کو پیٹروگراڈ کے مزدوروں کے علاقے وائی بورگ میں خود رو مظاہرے پھوٹ پڑے۔ یہ الگ الگ مظاہرے بڑھتے بڑھتے ایک عام مسلح مظاہرے میں تبدیل ہو گئے۔ مطالبہ تھا: سارا اقتدار سوویتوں کے ہاتھ میں دیا جائے۔ اُس وقت بالشویک پارٹی مسلح کاروائی کو قبل از وقت سمجھ کر مخالفت کر رہی تھی۔ اُسے خدشہ تھا کہ مکمل تیاری سے قبل اس طرح کی کاروائی سے انقلاب کے ہراول دستے کو کچلا جا سکتا ہے۔ چناں چہ بالشویکوں نے مظاہرے میں شریک ہو کر اسے پُر امن اور منظّم بنایا۔

مگر اس سب کے باوجود رجعت پسندوں کے دستے مظاہرہ کرنے والوں کے خلاف بھیجے گئے۔ پٹروگراڈ کی سڑکوں پہ مزدوروں اور انقلابی فوجیوں کے خون کی ندیاں بہیں۔ ''پراودا'' اخبار کا دفتر منہدم کیا گیا۔ بے شمار گرفتاریاں کی گئیں۔ 7 جولائی کو لینن، لوناچرسکی، کولنتائی اور دیگر لیڈروں کے وارنٹ جاری ہوئے۔

بالشویک پارٹی روپوش ہوگئی۔ لیڈروں کے چھپنے کا بندوبست کیا گیا اور ایک ایسی مسلح بغاوت کی تیاری شروع کر دی گئی جو ہتھیار کے زور سے سرمایہ داروں سے اقتدار چھین کر سوویتوں کی حکومت قائم کرے۔

لووف کے استعفے کے بعد کیرنسکی وزیر اعظم بنا (24 جولائی 1917ء)۔ اس نے جولائی بغاوت میں بالشویکوں کے رول کی مذمت کی۔ لینن کو جرمن جاسوس کہا۔ حکومت نے اس کوشش میں کہ بالشویک پارٹی کو رہ نماؤں سے محروم کر دے لینن اور بالشویکوں کے خلاف بدنام کن اور بہتان تراش مہم شروع کر دی۔ اس نے لینن کو راندۂ قانون قرار دیا، اس کی گرفتاری کا حکم دیا اور اس کو پکڑنے اور قتل کرنے کے لیے ہر طرح کے اقدامات کیے۔ بورژوا اخباروں نے پاگلوں کی طرح بالشویکوں پر جبر و تشدد کا مطالبہ کیا۔ حکومت کے سربراہ کیرنسکی نے اُس شخص کو بڑی رقم دینے کا وعدہ کیا جو لینن کو حکومت کے سپرد کر دے۔ اس نے بالشویک پارٹی کو کالعدم کر دیا۔ اُس کے ہیڈکوارٹرز سیل کر دیے۔

چالاک کیرنسکی پوری پارٹی لیڈر شپ کو گرفتار کرنا چاہتا تھا۔ مگر لینن تو مین نشانہ تھا۔ لینن

خود گرفتاری دینے اور مقدمہ بھگتنے کے حق میں تھا۔اس نے اپنا یہ فیصلہ نادیژدا کو سنایا، اسے ''ہم شاید ایک دوسرے سے نہ مل سکیں'' کہہ کر گویا آخری بار گلے لگایا اور اپنا یہ فیصلہ اس کے ہاتھوں کامینیف کو بھجوا بھی دیا۔(1)

مگر پارٹی نے اس کا فیصلہ مسترد کر دیا۔اِس طرح کی ہنگامی حالت میں دشمن کو گرفتاری دینا پورے انقلاب کو داؤ پر لگانا تھا۔اس کے بجائے پارٹی نے اس کو اوجھل کرنے کا فیصلہ کیا۔اسے وی بورگ کے صنعتی علاقے میں چھپا دیا گیا۔ چنانچہ جس وقت سرکاری فوج نے گرفتاری کے لیے چھاپہ مارا تو وہ اُس سے قبل جگہ تبدیل کر چکا تھا۔ وہ وی بورگ میں بھی ایک جگہ قیام نہیں کر سکتا تھا۔ اور یہاں وہاں منتقل ہو رہا تھا۔

اُدھر کیرنسکی کو لینن کی گرفتاری میں ناکامی پہ سخت غصہ تھا۔ بہ قول سیلڈ ٹرین کے مصنف کے ''بڑی مچھلی جو ہاتھ سے نکل چکی تھی۔''(2) اس نے پیٹرس برگ گیریزن کے کمانڈر کو برطرف کر دیا۔

چوں کہ لینن کی گرفتاری کے لیے شہر بھر میں چھاپے مارے جا رہے تھے، اس لیے پارٹی کی طرف سے فیصلہ ہوا کہ لینن کو فن لینڈ کی سرحد پہ جنگلات کے علاقے میں رکھا جائے۔

لینن کی فن لینڈ روپوشی

(13 جولائی 1917ء)

وہ راستے بھر بہروپ بدل بدل کر چلتا رہا۔ ایک بار تو اسے ایک ملٹری افسر کے سامنے شراب کے نشے میں دھت ہونے کی اداکاری بھی کرنا پڑی۔ وہ پھسلتے پھسلتے فن لینڈ کے جنگل پہنچا۔ جہاں وہ پارٹی کی مرکزی کمیٹی کے فیصلے کے مطابق ساڑھے تین مہینے سے زیادہ عرصے تک انتہائی خفیہ طور پر کام کرتا رہا۔

زائینوئیف نے جنگلات کے اندر رہائش کے بارے میں لکھا:

''ایک چھوٹی سی آگ سے دھواں جہاں ایک چھوٹے برتن میں سوں سوں کی آواز

ہو رہی تھی......ہم ایک چھوٹی سی جھونپڑی میں سوتے ہیں۔ سردی ہے۔ ہم ایک پرانے کمبل سے خود کو ڈھانپتے ہیں جو کہ ایملیانوف کو ملا تھا۔ یہ پتلی ہے اور ہم میں سے ہر ایک کی کوشش ہوتی ہے کہ دوسرے کو زیادہ بڑا حصہ میسر ہو۔ ایلیچ کہتا ہے کہ اس کے پاس ایک پوستین طرز کا رضائی جیسا کوٹ ہے اور اسے کمبل کی ضرورت نہیں ہے۔ کبھی کبھی میں بہت دیر تک سو نہیں سکتا، بس حتمی خاموشی میں لیٹا رہتا ہوں۔ میں ایلیچ کے دل کی دھڑکنیں سن سکتا ہوں۔ ہم بہت نزدیک سوتے ہیں، ایک دوسرے کے ساتھ جُڑ کر.....''(3)

یہاں بھی چھاپے مارے جانے لگے تو لینن پیٹروگراڈ کے قریب راز لیف جھیل کے کنارے ایک جھونپڑی میں فن لینڈ کا لمبی گھاس کاٹنے والا بن کر رہا۔ اس کو کارخانے کے ایک مزدور ایمیلیانوف نے پناہ دی اور اس کی مدد کی۔ لینن کو درانتی، کلہاڑی اور دیگچی، غرض وہ ساری چیزیں دی گئیں جو ایک گھاس فروش کے پاس ہوتی ہیں۔

جھونپڑی سے قریب ہی جھاڑیوں کو کاٹ کر چھوٹا سا قطعہ صاف کر لیا گیا تھا۔ لینن اس کو مذاق سے ''میری سرسبز مطالعہ گاہ'' کہا کرتا تھا۔ اس قطعے میں دو لکڑی کے کٹے ہوئے تنے ڈال دیے گئے تھے جو میز اور کرسی کا کام دیتے تھے۔ یہاں لینن کام کرتا تھا، مضامین اور خطوط لکھتا تھا اور یہیں اس نے اپنی کتاب ''ریاست اور انقلاب'' مرتب کی۔

ایک اور منظر: اس جھگی کے ساتھ ایک کچن کھڑا کیا گیا۔ ایک برتن ایک کھونٹی سے لٹکا ہوا، اور اس میں چائے بنائی جاتی تھی۔ مگر رات کو چیزیں ناقابل برداشت ہوتی تھیں۔ ہمہ وقت بھوکے مچھر سونے نہ دیتے تھے۔ انھیں کوئی پروا نہ تھی کہ آپ اُن سے کس طرح چھپنے کی کوشش کر رہے ہوتے ہیں۔ وہ ہمیشہ جس جگہ پہنچنا ہوتا پہنچ جاتے اور کاٹتے ہی رہتے۔ مگر اس کا کچھ نہیں کیا جا سکتا تھا۔ آپ کو بس ہتھیار ڈالنے پڑتے۔(4)

صرف یہی نہیں کہ لینن اور سینئر ساتھیوں کو روپوش ہونا پڑا۔ روسی عبوری حکومت نے بالشویک پارٹی پر زبردست کریک ڈاؤن کر لیا۔ اُن کے حامی فوجوں کے یونٹ توڑ دیے اور سپاہیوں کو غیر مسلح کر کے انھیں زیادہ قابلِ بھروسہ رجمنٹوں میں ڈال دیا گیا۔ سیاسی لیڈروں کو گرفتار

کیا گیا، پارٹی کے ہم دردوں کو پکڑ پکڑ کر پیٹا گیا۔ پریس پر پابندی لگا دی گئی، ہیڈ کوارٹرز پر قبضہ کیا گیا اوراس کے لیڈروں کوملزم قرار دیا گیا۔

چناں چہ اب بالشویکوں کا کوئی قانونی ہیڈ کوارٹر نہ رہا۔ بالشویک پارٹی پریس زیر زمین چلی گئی۔ الغرض ہر لحاظ سے پارٹی کھنڈر بن چکی تھی۔

ظاہر ہے کہ دارالحکومت سے لینن کا فرار اُسے پارٹی کی سنٹرل کمیٹی سے الگ نہ رکھ سکتا تھا۔ دارالحکومت سے پیغام رساں باقاعدگی سے آنے جانے لگے۔ وہ اپنے ساتھ روزنامہ اخبارات اور دیگر شائع شدہ مواد لاتے۔

اِن سارے حالات میں اب بلند آوازی کی ضرورت تھی۔ اب جوابی حملے کی باری تھی۔

اب پارٹی رینک اینڈ فائل کو بتانا تھا کہ ''روسی انقلاب کے پرامن نشوونما کی ساری امیدیں ختم ہو گئیں۔'' وہیں سے اُس نے ''سارا اقتدار سوویتوں کو' والے نعرے کو واپس لینے کا نعرہ دیا اور وہیں سے ایک ''مسلح ابھار'' منظم کرنے اور اس کے ذریعے ایک انقلابی حکومت قائم کرنے کا تصور دیا۔

اب ایجنڈے پر مسلح بغاوت تھی۔(5)

کورنیلوف کی فوجی کُو دتا

جنرل کورنیلوف کو 18 جولائی کو سپریم کمانڈر ان چیف بنایا گیا۔ اسے انقلاب سے درندوں جیسی نفرت تھی۔ اسی لیے وہ بورژوازی کا پسندیدہ شخص تھا۔ مگر اسے سب نے ایک فوجی ڈکٹیٹر شپ قائم کرنے کا مشورہ دیا۔ صرف روسی بورژوازی نے نہیں بل کہ فرنچ اور برٹش اور امریکن امپیریلسٹوں نے بھی اسے ایسا کرنے کو اکسایا۔

چناں چہ کونیلوف نے ایک فوجی کودتا کے لیے تیاری شروع کر دی۔ یکم اگست کو اس نے روس کی پوری انفینٹری کی تہائی کو نوکری سے نکال دیا۔ یہ سب انقلابی نظریات سے متاثر لوگ تھے۔ اُس نے تو پاگل پن کی حد کر دی۔ وہ بہت خلوص سے انقلاب دشمن تنکے اکٹھے کرتا رہا۔

پھر اس نے خود اپنی حکومت کے خلاف بغاوت کر لی۔ اسے فوج کے علاوہ رجعتی

تاجروں، بیمہ والوں، زمین داروں اور برطانیہ و فرانس کی حمایت حاصل تھی۔ 25 اگست کو اُس نے فوجیں محاذِ جنگ سے واپس منگوالیں اور پیٹروگراڈ کے خلاف روانہ کر دیں۔ انھیں حکم دیا گیا کہ وہ یکم ستمبر تک شہر میں داخل ہو جائیں۔ یہ دائمی بات یہاں پہ بھی لاگو کی گئی: فوجی نعرے ہمیشہ ''فادر لینڈ کی حفاظت'' پہ مبنی ہوتے ہیں۔

مگر بالشویک سوئے نہ تھے۔ 12 اگست کو چار لاکھ مزدوروں نے باخبر اور چوکنے بالشویکوں کی کال پہ ہڑتال کر دی۔ اس کے بعد تو سارا روس جام ہو کر رہ گیا۔(6)

لینن نے پارٹی اور عوام سے اس جرنیلی بغاوت کو پسپا کرنے کی اپیل کر دی۔ ساتھ میں اُس نے کیرنسکی کے خلاف جدوجہد بھی نہیں روکی۔ اس نے سنٹرل کمیٹی کو خط لکھا: ''ہم لڑیں گے، ہم کارنیلوف کے خلاف لڑ رہے ہیں مگر ہم کیرنسکی کی حمایت نہیں کریں گے۔ کیرنسکی ایک کارنیلوفی ہے۔ یہ محض حادثہ ہے کہ کورنیلوف کی ذات کے ساتھ اس کا جھگڑا ہوا مگر وہ دوسرے کورنیلوفیوں کے ساتھ قریبی اتحاد میں ہے۔''(7)

کارنیلوف کے سامنے کیرنسکی تو ٹُھس ہوا مگر لینن نے پارٹی کو تیاری کرنے کا کہا۔ اُس کے دو مضامین چھپے: ''سازش کی افواہیں'' اور ''سنٹرل کمیٹی کے نام خط۔'' سوویتوں نے بھی بالشویکوں سے مدد مانگی۔ بالشویکوں نے مزدوروں سپاہیوں سے مسلح مزاحمت کی کال دے دی۔ سوویتیں، مزدور اور سپاہی میٹنگوں پہ میٹنگیں کرنے لگے۔ صفیں برابر کرتے رہے۔ پرولتاریہ ملیشیا رائفلیں لیے 40 ہزار کی تعداد میں کمر بستہ ہو گئے۔ مزدوروں نے سولہ سولہ گھنٹے کام کر کے انقلاب کی حفاظت کے لیے 100 توپیں تیار کر لیں۔ ریل کے مزدوروں نے پٹڑیاں اکھاڑ پھینکیں اور کورنیلوف کی فوجوں کو دارالحکومت لے جانے سے انکار کر دیا۔ پوسٹل اور ٹیلی گراف کلرکوں نے فوجی پیغامات بھیجنے بند کر دیے۔

یوں فوجی بغاوت کو ناکام بنا دیا گیا۔ 12 ستمبر کو فوجی سربراہ کورنیلوف کو گرفتار کیا گیا۔ پورے روس میں اس کے افسر قتل کیے جانے لگے۔ وی بورگ میں ساحل کی طرف فرار ہونے والے جرنیلوں، کرنلوں اور کپتانوں کو دریا میں پھینک دیا گیا یا پانی میں گولی ماردی گئی یا بڑے بڑے ڈنڈوں

سے مار مار کر قتل کیا گیا۔(8)

کارنیلوف کو شکست دے کر بالشویکوں نے زبردست مقبولیت حاصل کی اور عوام کے اندر اپنی عزت اور وقار بہت بڑھا دیا۔

ایک ہفتے کے اندر اندر پارٹی نے پیٹرس برگ سوویت پہ ووٹوں کے لحاظ سے کنٹرول حاصل کر لیا اور اس کی صدارت پالی۔ستمبر کے تیسرے ہفتے بالشویکوں نے اہم ماسکو سوویت بھی جیت لیا۔یوں سیاست ڈرامائی طور پر تبدیل ہوگئی۔

ریفرنسز

1۔پیئرسن، میخائل۔دَہ سیلڈ ٹرین۔صفحہ 140

2۔ایضاً۔صفحہ 139

3۔اوبچکین اور دوسرے۔لینن مختصر سوانح عمری۔1971ء۔دارالاشاعت ترقی۔ماسکو۔صفحہ 159

4۔سروس۔۔۔اے بائیوگرافی۔صفحہ 289

5۔اوبچکن۔۔۔لینن۔صفحہ 91

6۔ہسٹری آف اکتوبر ریوولیوشن۔صفحہ 88

7۔ایضاً۔صفحہ 91

8۔پیئرسن۔۔۔دی سیلڈ ٹرین۔صفحہ 149

پارٹی کی چھٹی کانگریس

(جولائی اگست 1917ء)

لینن کی روپوشی کی حالت میں پارٹی کانگریس منعقد کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔گو کہ لینن اس میں شرکت نہیں کر سکتا تھا مگر اس نے اس کی ساری قرار دادیں لکھیں اور اِس پارٹی کانگریس کی رہنمائی کی جو 26 جولائی تا 3 اگست 1917ء میں پیٹروگراڈ میں وی بورگ میں ہوئی۔یہ کانگریس نیم قانونی حالت میں منعقد ہوئی۔نیم قانونی حالت اس لیے کہ بورژوازی نے بالشویکوں پر مظالم بڑھا دیے اور کانگرس کو منتشر کرنے کی دھمکی دی تھی۔(1) یہ کانگریس دس سال بعد منعقد ہو رہی تھی۔اس لیے اس کے انعقاد میں بہت احتیاط کی گئی۔جاسوسوں نے زور لگایا مگر انھیں کانگریس کی جگہ کا معلوم نہ ہو سکا۔

یہ کانگریس اِس پس منظر میں ہوئی جب انقلاب کا پُر امن وقت ختم ہو چکا تھا اور ایک ''بے امن'' وقت شروع ہو گیا تھا، تصادموں اور دھماکوں کا وقت۔

پارٹی کی چھٹی کانگریس نے پارٹی کے رولز کی منظوری دی۔ڈیموکریٹک سنٹرلزم ان رولز کی بنیاد تھی۔

1۔پارٹی کے تمام ادارے، نیچے سے اوپر تک منتخب ہوں گے۔

2۔پارٹی کے ادارے مقررہ معیاد کی بنیاد پر اپنی سرگرمیوں کے اکاؤنٹس اپنی متعلقہ تنظیم کو دیں گے۔

3۔سخت پارٹی ڈسپلن ہوگا اور اقلیت اکثریت کی ماتحتی کرے گی۔

4۔اوپر کے اداروں کے سارے فیصلے نچلے اداروں اور سارے پارٹی ممبروں پر حتمی طور پر لازم ہوں گے۔

کانگریس نے طے کیا کہ پارٹی ممبر کے لیے ضروری ہے کہ وہ پرولتاریائی طبقاتی شعور رکھتا ہو اور وہ پارٹی کے آئین ومنشور کو تسلیم کرے۔ یہ بھی کہ وہ پارٹی کے تحت چلنے والی کسی عوامی تنظیم میں عملی طور پر کام کرے۔

پارٹی کی اندرونی جمہوریت پر مبنی ڈیموکریٹک سنٹرل ازم، سخت ڈسپلن اور تنقید وخود تنقیدی کے اصول اِس پارٹی کی خصوصیات تھیں۔

پارٹی رولز کے مطابق پارٹی میں نئے ممبر لوکل پارٹی تنظیم کے توسط سے بنیں گے۔ جہاں دو ممبر اس کی سفارش کریں گے اور وہاں کی جنرل باڈی منظوری دے گی۔

پارٹی نے غیر حاضری میں لینن کو اپنا اعزازی چیئر مین بنایا۔

سٹیٹ اور انقلاب

لینن نے اپنی کتاب ''ریاست اور انقلاب'' لکھنا جاری رکھا اور یہیں روپوشی میں اس نے اس کتاب کو مکمل کر لیا جو اس نے دو سال قبل سوئٹزر لینڈ میں شروع کی تھی۔ 120 صفحات کی یہ کتاب آج بھی مارکسزم کے ایک ماسٹر پیس کے بہ طور موجود ہے۔

مگر ''ریاست اور انقلاب'' 1918ء تک اَن چھپی رہی، اس لیے یہ کتاب اکتوبر انقلاب سے پہلے کے واقعات کو متاثر نہیں کر سکتی تھی۔

اس کتاب نے ریاست اور اس کی طبقاتی خصوصیت کی تفہیم پیش کی۔ یہ گویا دنیا بھر میں کمیونسٹ پارٹیوں کی طرف سے کپیٹلزم کے خلاف ان کی جدوجہد کی بنیاد بنی۔ وسیع طور پر مزدوروں کو معلوم ہوا کہ کلاس سٹرگل محض معاشی معاملات پہ جدوجہد نہیں ہے بل کہ یہ اُس وقت بھر پور وسعت لیتی ہے جب یہ استحصالی حکم ران طبقات کے ریاستی اقتدار کو چیلنج کرتی ہے۔

یہ کتاب کمیونسٹ پارٹی کے نظریاتی علم میں ایک زبردست اضافہ تھی۔ لینن نے سٹیٹ کی اصلیت بیان کرتے ہوئے واضح کیا کہ سٹیٹ ایسی طاقت نہیں ہے جو سماج پر باہر سے مسلط کی گئی ہو۔ سٹیٹ تو ارتقا کی خاص منزل پر سماج کی پیداوار ہے۔ سٹیٹ اس بات کا اعتراف ہے کہ یہ سماج خود اپنے ناقابلِ حل تضاد میں پھنس گیا ہے۔ جن کو دور کرنے میں وہ لاچار ہے۔ خدشہ پیدا ہوا کہ متضاد معاشی مفادات رکھنے والے طبقات ایک دوسرے کو اور سماج کو اس بے سود جدوجہد میں تباہ کر دیں گے۔ اس لیے ایسی طاقت کی ضرورت پیدا ہوئی جو بہ ظاہر سماج سے بالاتر ہو، ایسی طاقت جو تصادم کو معتدل بنائے اور سماج اُس سے زیادہ سے زیادہ بےگانہ ہوتی جاتی ہے، سٹیٹ کہلاتی ہے۔

لینن بتاتا ہے کہ: ''اگر طبقات میں مصالحت ممکن ہوتی تو نہ تو سٹیٹ پیدا ہو سکتی تھی اور نہ اپنے آپ کو قائم رکھ سکتی تھی۔ چناں چہ سٹیٹ طبقاتی تسلط کا ادارہ ہے، ایک طبقے کا دوسرے طبقے کو دبانے کا آلہ، یہ نظم ونسق کا قیام ہے جو طبقات کے درمیان تصادم کو معتدل بنا کر اس دباؤ کو قانونی اور مستقل بناتا ہے۔''

قدیم قبائلی یا جرگے والی تنظیم کے مقابلے میں، سٹیٹ پہلے اپنے باشندوں کو علاقوں کے مطابق تقسیم کرتی ہے۔ دوسری امتیازی خصوصیت پبلک اقتدار کا قیام ہے۔ یہ مخصوص، پبلک اقتدار ضروری ہے کیوں کہ آبادی کی خود کام کرنے والی مسلح تنظیم سماج کی طبقات میں تقسیم کی وجہ سے ناممکن ہو گئی ہے۔ اس پبلک اقتدار کا وجود ہر سٹیٹ میں ہوتا ہے۔ یہ نہ صرف مسلح لوگوں پر مشتمل ہوتی ہے بل کہ اس میں، جیل اور ہر قسم کے جبر وتشدد کے ادارے بھی ہیں، جن کے بارے میں قبائلی (جرگے والا) سماج جانتا تک نہ تھا۔

لینن کے نزدیک بات سادہ تھی: ساری بورژوا حکومتیں ڈاکو ہیں۔(2)

''سٹیٹ اور انقلاب'' نامی کتاب، انقلاب کی ہینڈ بک بن گئی۔

اس میں دو باتیں اہم ہیں:

1۔ایک انقلاب کس طرح لایا جائے۔

2۔انقلاب کے بعد کس طرح کی سٹیٹ بنائی جائے۔

اقتدار پر کب قبضہ کیا جائے؟

جولائی 1917ء کے دنوں میں ساری سنٹرل کمیٹی اقتدار پہ فوری قبضہ کی مخالف تھی۔ لینن کی بھی یہی رائے تھی۔مگر جب جولائی کو عوامی بغاوت کی لہر بلند ہوئی تو لینن خبردار ہوگیا۔ زائینوئیف کے مطابق: ''سیڑھیوں سے اوپر تاؤریدا محل کے ریفریش منٹ کمرے میں، ایک چھوٹی نشست منعقد ہوئی جس میں ٹراٹسکی ،لینن اور میں موجود تھے۔لینن نے ہنستے ہوئے ہم سے پوچھا، ''کیا ہمیں اب کوشش نہیں کرنی چاہیے؟'' اور خود ہی اضافہ کیا: ''نہیں، یہ اب اقتدار لینے سے نہیں ہوگا، اس لیے کہ اس سے کچھ نہیں نکلے گا۔ محاذ پہ موجود سپاہی وسیع طور پر دوسری طرف ہیں اور وہ باہر آئیں گے اور پیٹروگراڈ میں مزدوروں کا قتلِ عام کریں گے''۔(3)

کیرنسکی سے عوام تنگ آتے جا رہے تھے۔ دو ستمبر کو پیٹرس برگ سٹی کونسل الیکشن میں ڈیلی گیٹس کے ایک تہائی ممبر بالشویک پارٹی کے منتخب ہوگئے ۔ یہ لوگ شہر کے سارے مزدور طبقے کی نمائندگی کر رہے تھے۔(4)

اسی دوران لینن نے ستمبر میں سنٹرل کمیٹی اور ماسکو اور پٹروگراڈ کمیٹیوں کو ایک خط لکھا۔ اب اس کا لہجہ بہت ہی اٹل اور ناقابلِ مصالحت بن چکا تھا: ''دونوں دارالخلافاؤں میں مزدوروں اور سپاہیوں کی سوویتوں میں اکثریت حاصل کرنے کے بعد بالشویک سٹیٹ اقتدار کو اپنے ہاتھ میں لے سکتے ہیں اور انھیں یہ ضرور لینا چاہیے۔''

فرمائش کے بعد، عمل کے مطالبات اور بار بار کے ان تھک ڈانٹ ڈپٹ کے بعد اب دھمکی آئی:

''اس حقیقت کے پیشِ نظر کہ سنٹرل کمیٹی نے حتیٰ کہ میرے مسلسل مطالبات کا ''جواب تک نہ دیا''، اس حقیقت کے پیشِ نظر کہ سنٹرل آرگن (ترجمان اخبار) میرے مضامین سے وہ سارے ریفرنسز ''ڈلیٹ'' کر رہا ہے جو ماقبل پارلیمنٹ میں حصہ لینے والے شرم ناک فیصلے جیسے بالشویکوں کی خیرہ کن غلطیوں سے متعلق تھے۔ میں سنٹرل کمیٹی کی طرف سے اس سوال (کھلی

بغاوت) پہ غور کرنے تک پہ نارضامندی کا ایک ہلکا اشارہ گردانتے پر مجبور ہوں، ہلکا اشارہ کہ میں اپنا منہ بند رکھوں، اور میں اسے ریٹائر ہوجانے کی تجویز گردانتا ہوں۔ میں سنٹرل کمیٹی سے استعفیٰ دینے پر مجبور کر دیا گیا ہوں جو کہ میں دے رہا ہوں۔ اپنا یہ حق محفوظ رکھتے ہوئے کہ پارٹی کی عام صفوں میں اور پارٹی کانگریس میں کمپین جاری رکھوں۔ اس لیے کہ یہ میرا اپکا یقین ہے کہ اگر ہم موجود لمحہ جانے دیں گے تو ہم انقلاب ''برباد کردیں گے۔''(5)

فِن لینڈ روپوشی ختم

لینن نے 7 اکتوبر کو اپنی یہ غیر ملکی پناہ گاہ چھوڑ دی۔ داخوانامی اس کے سنگت (کامریڈ) نے اُسے پٹروگراڈ لے جانے کا انتظام کیا اور وہی اکتوبر انقلاب تک اُس کی باڈی گارڈی اور خصوصی پیغام رسانی کا کام کرتا رہا۔ لینن اِس بار ایک مکینک کا بھیس بنا کر پیٹروگراڈ واپس آیا اور وی بورگ کے ورکنگ کلاس کوارٹرز میں خفیہ طور پر رہنے لگا۔

پٹروگراڈ پہنچ کر لینن بہت سرگرمی کے ساتھ کام پر لگ گیا۔ اس نے ''پراودا'' کے لیے بے شمار مضامین لکھے اور کئی کامریڈوں سے ملاقاتیں کیں۔ اس کے علاوہ سنٹرل کمیٹی کی میٹنگیں کروائیں۔

8 اکتوبر کو اس نے ایک تقریر میں ایک بار پھر کھلی بغاوت کا مطالبہ کیا۔ اس اپیل میں اس نے انٹرنیشنل صورت حال اور دیہی ابھار کا تجزیہ کیا اور اعلان کیا کہ ایک عالمی انقلاب کی پیدائش یقینی ہوگئی ہے۔ اس نے کہا: ''صورت حال ایسی ہے کہ سچ میں، دیر کرنا مہلک ہے''...... ''ہمیں دیر نہیں کرنی چاہیے اور کیرنسکی کو موقع نہیں دینا چاہیے کہ وہ مزید افواج ماسکو میں لا کر جمع کرے۔''

لینن نے کہا:

''جب ہر مزدور، ہر بے روزگار، ہر باورچی، ہر تباہ حال کسان دیکھے گا، اخبار سے نہیں بل کہ خود اپنی آنکھوں سے دیکھے گا کہ پرولتاری سٹیٹ مال و دولت کو سلامی نہیں دے رہی بل کہ غریبوں کی مدد کر رہی ہے، انقلابی اقدامات اٹھانے سے جھجک نہیں رہی ہے، پیرا سائٹوں سے اناج کے

اضافی سٹاکوں کو ضبط کر کے بھوکوں میں تقسیم کر رہی ہے، بے گھروں کو امیروں کے بنگلوں میں منتقل کر رہی ہے، زمین اُس پہ کام کرنے والے عوام کے نام منتقل ہو رہی ہے اور فیکٹریاں اور بینک مزدوروں کے کنٹرول میں رکھے جا رہے ہیں، اُن لکھ پتیوں کو فوری اور سخت سزائیں دی جا رہی ہیں جو اپنی دولت چھپاتے ہیں ۔ جب غریب یہ دیکھیں اور محسوس کریں گے تو سرمایہ داروں اور دیہی جاگیرداروں کی کوئی طاقت، عالمی فائنانس کیپٹل کی کوئی طاقت، عوامی انقلاب کو ختم نہیں کر سکے گی۔''

ریفرنسز

1-اوبچکین اور دوسرے۔ صفحہ نمبر 160

2-زینوویف، گ۔ نکولائی لینن۔ جنرل ورکرز یونٹ آف O.B.U آف ٹورنٹو۔ سال ندارد۔ صفحہ 39

3-ایضاً۔ صفحہ 39

4-پیئرسن۔۔۔ دَہ سیلڈ ٹرین۔ صفحہ 148

5_لینن۔ سلیکٹڈ ورکس۔ جلد 2۔ صفحہ 368

عظیم اکتوبر سوشلسٹ انقلاب

وہ کمیونسٹ برباد ہو جاتے ہیں جو یہ سمجھتے ہیں کہ سوشلسٹ معیشت کی بنیادیں مکمل کرنے کی عہد ساز ذمہ داری کو غلطیاں کیے بغیر، پسپائیاں لیے بغیر، جو کچھ نامکمل ہے یا غلط بنی ہے اُس میں بے شمار تبدیلیاں کیے بغیر مکمل کرنا ممکن ہے ۔ وہ کمیونسٹ جو ایک انتہائی مشکل مسئلہ کو اپروچ کرنے میں کسی فریب میں نہیں ہیں، جو مایوسی کو راستہ نہیں دیتے اور جو بار بار ''شروع سے شروع کرنے'' میں اپنی قوت اور لچک کو برقرار رکھتے ہیں، وہ برباد نہیں ہوتے۔ **لینن**

اور زمیں ہل گئی، آسماں دہل گیا

10 اکتوبر 1917ء کو پارٹی کی سنٹرل کمیٹی کی خفیہ میٹنگ گھر کے مالک سوخانوف کی بے خبری میں اُس کے گھر پہ ہوئی ۔ وہ چوں کہ مانشویک تھا، اس لیے اس کی جگہ اس میٹنگ کے لیے محفوظ ترین تھی ۔ بعد میں اُسے اُس میٹنگ کے اپنے گھر میں منعقد ہونے کا پتہ چلا تو اس نے اپنی یادداشتوں میں لکھا:

"Oh, the novel jokes of Merry muse of history!"

دراصل اس کی بیوی گالینا بالشویک تھی۔ اس نے خاوند کو چھ میل دور اپنے دفتر میں سونے کے لیے راضی کیا۔ جب کام زیادہ ہوتا تو وہ اکثر وہیں سو جاتا تھا۔ سنٹرل کمیٹی کے بارہ ممبر تھے۔ باہر گالینا کا بھائی پہرے دار کے بہ طور موجود تھا۔

لینن نے میٹنگ میں بورژوازی کا تختہ الٹنے اور اقتدار پر مسلح قبضہ کرنے کی تجویز رکھی۔ اس کے اپنے قریبی دوساتھی کامینیف اور زینوویف اس کے سب سے بڑے مخالف بن گئے۔

دس گھنٹے تک بحث چلی۔ رات بھر یہ بحث جاری رہی......صبح تین بجے لینن کی بات مان لی گئی اور روٹی اور چائے کے گندے کپوں سے اٹی ہوئی میز پہ جھکے لینن نے ایک بار بار کتر کے چٹ کر جانے والی پنسل سے گراف پیپر والے سکول کے بچوں کی کاپی پر قرارداد لکھی:

''یہ تسلیم کرتے ہوئے کہ ایک مسلح ابھار ناگزیر ہے اور وقت بالکل موزوں ہے، سنٹرل کمیٹی پارٹی کی ساری تنظیموں کو تجویز کرتی ہے کہ وہ اس کے مطابق عمل کریں اور سارے عملی معاملات پر اس نکتہء نظر سے بحث اور فیصلے کریں۔''

بارہ میں سے دس ووٹ لینن کے حق میں آئے۔ کامینیف اور زینوویف ساتھ نہ تھے۔

یہ سارے رات جگے لوگ وہیں چند گھنٹوں کے لیے سو گئے۔

اب سمولنی اس فیصلے پر عمل درآمد کرنے کا ہیڈ کوارٹر بنا......بحثیں، میٹنگیں۔ مگر کامینیف اور زینوویف نے مرکزی کمیٹی کے فیصلے کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔ لینن کو پھر مداخلت کرنا پڑی۔ اس رات کے فیصلے کے چھ دن بعد یعنی 29 اکتوبر کو اس نے وی بورگ ڈوما کی عمارت میں ساری بالشویک لیڈرشپ کے ساتھ ایک وسیع کانفرنس میں شرکت کی۔ اس میں فیکٹریوں، ریل وے، ملٹری آرگنائزیشن اور پیٹرس برگ ڈسٹرکٹ کے چیف شامل تھے۔

ایک زبردست بحث کے بعد لینن کے ووٹ اپنے دو مخالفین (کامینیف اور زینوویف) سے بھاری اکثریت سے زیادہ ہو گئے۔

اسی اثنا میں اس کے دونوں مخالفین (کامینیف اور زینوویف) نے سنٹرل کمیٹی کے فیصلے کو نہ صرف مسترد کیا بل کہ اخبار میں بغاوت کی خفیہ خبر بھی شائع کر دی۔

یہ بہت بڑی غداری تھی۔

لینن نے چوبیس گھنٹے بعد اخبار میں مضمون لکھا۔ لینن نے غصے اور نفرت کے ساتھ مطالبہ کیا کہ ان کی سخت مذمت کی جائے اور ان کو پارٹی سے نکال دیا جائے۔ اس نے لکھا: ''میں اس کو اپنے لیے شرم ناک سمجھتا اگر میں سابقہ قربت کی وجہ سے ان سابق رفیقوں کی مذمت کرنے میں پس وپیش کرتا۔ میں صاف کہتا ہوں کہ ان دونوں کو اب میں اپنا رفیق نہیں سمجھتا اور اپنی پوری طاقت سے مرکزی کمیٹی اور کانگرس میں اس بات کے لیے لڑوں گا کہ ان دونوں کو پارٹی سے نکالا جائے۔''

مرکزی کمیٹی نے لینن کی بات نہ مانی اور کامینیف اور زینوینف کو پارٹی سے نہیں نکالا البتہ ان کو پارٹی کی طرف سے بولنے کی ممانعت کر دی۔

اُدھر بغاوت کی تیاریاں زوروں پہ تھیں۔ فوج' بالشویکوں کے ساتھ تھی اور بورژوا سرکار کے ہر حکم کی عدولی کر رہی تھی۔ اخبارات بالشویکوں کی پہل کاری کی خبروں سے بھرے تھے۔ لوگ چارج ہو چکے تھے۔ سمولنی دن رات جاگ رہا تھا۔

جنگی بحری جہاز ارورا مرمت کے سلسلے میں گودی میں تھا، اُسے حکومت کی طرف سے سمندر جانے کا حکم دیا گیا تھا۔ (1) مگر یہ جنگی جہاز وہاں نہیں جا رہا تھا۔ سمولنی کو بھی مسلح کیا جا رہا تھا، اور اس کے دفاع کو بڑھایا جا رہا تھا۔ ارورا' ریڈیو، سمولنی کے احکامات شہر کے باہر کے بیرکوں کے لیے نشر کر رہا تھا۔ اسے دریا میں ہر طرح کا ٹریفک کھلا رکھنے کے آرڈر دیے گئے تھے۔ واضح رہے کہ ارورا کے سارے افسر گرفتار تھے، اس لیے کہ انھوں نے انقلاب کے احکامات نہ مانے تھے۔

اب جب کہ اِن دونوں غداروں کی وجہ سے راز کھل گیا تو انقلاب دشمنوں نے بغاوت کو روکنے کی فوری کارروائی شروع کر دی۔ انھوں نے انقلاب کی محرک طاقت یعنی بالشویک پارٹی کو کچلنا چاہا۔ 19 اکتوبر کو حکومت نے فوجوں کو محاذ سے پیٹروگراڈ بلانے کا فوری حکم دیا۔ سڑکوں پر سخت پہرہ لگا دیا۔ انقلاب دشمن ماسکو میں فوجیں اکٹھا کرنے میں کام یاب ہوئے۔ حکومت نے ایک خاکہ تیار کیا کہ سوویتوں کی دوسری کانگریس کے موقع پر سمولنی پر (جو کہ بالشویک سنٹرل کمیٹی کا ہیڈ کوارٹر تھا) حملہ کر کے اس پر قبضہ کر لیا جائے اور بالشویکوں کو کچل دیا جائے۔ اس کام کے لیے

حکومت نے پیٹروگراڈ میں اُن فوجوں کو طلب کیا جن کی وفاداری پر اُسے یقین تھا۔

لینن، پارٹی کی ہدایات کے برخلاف اپنی روپوشی کی جگہ سے سمولنی کی طرف نکلا۔ دانت درد کا بہانہ بنا کر ٹوڑھی کو رومال سے لپیٹ کر ایک وگ ڈالی اور بارش میں باہر نکل پڑا۔ راستے کی مشکلات اور چھپن چھپائی کی تفصیل میں نہ جاتے ہوئے بتادوں کہ لینن اپنے ساتھی کے ساتھ بالآخر سمولنی میں داخل ہونے میں کامیاب ہوگیا۔

انقلاب میں جب عوام الناس شامل ہوجاتے ہیں تو پھر قائد کی سیٹی سو فی صد پرفیکشن کے ساتھ کام نہیں کرتی۔ یہاں بھی کارخانوں کے مزدور، سیلرز اور عام محنت کش لوگ اس انقلاب کے ''سوئچ آن سوئچ آف'' والی ڈسپلن پر سو فی صد کاربند نہ تھے۔ وہ میدان و مورچے کے لحاظ سے اس میں چھوٹی موٹی تبدیلیاں کررہے تھے۔ قائدِ انقلاب فلاں ٹائم فلاں جگہ پر قبضہ کی ہدایت کرتا مگر وہ کام بارہ چودہ گھنٹے بعد عمل میں آجاتا۔ فائدہ البتہ یہ ضرور ہوا کہ خون ریزی ممکنہ حد تک کم سے کم ہوگئی۔

لینن نے بغاوت کی باگ ڈور اپنے ہاتھ میں لے لی۔ رات بھر فوج کے انقلابی دستے اور سرخ گارڈ کے دستے سمولنی پہنچتے رہے۔ بالشویکوں نے انھیں دارالحکومت کے مرکز کی طرف روانہ کیا۔ ونٹر پیلس کو گھیرے میں لینے کی ہدایت کی کیوں کہ انقلاب دشمن حکومت وہیں قلعہ بند ہوگئی تھی۔

حکومت نے اپنا حملہ 6 نومبر کو علی الصباح شروع کردیا۔ حکم ہوا کہ بالشویک پارٹی کے مرکزی اخبار ربوچی پوت (مزدوروں کا راستہ) کی اشاعت ختم کردی جائے۔ اخبار کے چھاپہ خانے اور ادارتی دفتروں پر مضبوط گارڈ بٹھادیا جائے۔ مگر ربوچی پوت شائع ہوگیا جس میں حکومت کا تختہ الٹ دینے کی آواز اٹھائی گئی تھی۔

بغاوت شروع ہوگئی۔

چند سو گز دور دریائے نیوا پہ انقلابی فوجیوں کا جنگی جہاز ''ارورا'' لنگر انداز تھا۔ اس پہ موجود انقلابی سپاہ ونٹر پیلس پر فائر کھولنے کے حکم کے انتظار میں تھی (انھوں نے پہلے ہی کچھ خالی فائر کیے تھے)۔

بالآخر 9 بجے دریائے نیوا کے اوپر توپوں کی گھن گھرج ہوئی۔ نیوی کے بحری جہاز ارورا اور قلعہ سے خالی خول والی توپیں چل رہی تھیں، مگر فائرنگ کے برسٹ اشارے کے بطور چل رہے تھے۔ مشین گنیں کھلیں، چوک سے آر پار فائرنگ ہونے لگی۔ دو آرمرڈ کار چوک سے کھڑ کھڑ کرتے ہوئے اور فائرنگ کرتے ہوئے محل کے سامنے کو چیرتے گئے۔ (2)

سات نومبر 1917ء کی صبح سویرے لینن کی ہدایت پہ مزدوروں کسانوں اور انقلابی سپاہیوں نے پیٹرس برگ کے ٹیلی فون ایکسچینج، سٹیٹ بنک، ریل وے سٹیشن، ریڈیو سٹیشن اور دیگر اہم مقامات پر قبضہ کرلیا۔ بہت ہی پُرسکون لینن، بہت ہی متوجہ لینن۔

ایک اقتباس دیکھیے: ''......مجھے یاد ہے کہ ٹیلی گراف وائر پہ ذرا سے وقفے کے بعد لینن کا چہرہ غیر معمولی روشنی سے روشن ہوگیا۔ ظاہر تھا کہ وہ کسی فیصلے پر پہنچ چکا ہے۔ چلو ریڈیو سٹیشن'' اس نے کہا'' یہ ہمارے لیے ایک خدمت سرانجام دے گا: ہم جنرل دُوخونن کو معطل کرنے کے لیے ایک خصوصی حکم جاری کریں گے اور اس کی جگہ پر کریلنکوف کو کمانڈر ان چیف مقرر کریں گے اور افسروں کے سروں کے اوپر سپاہیوں سے جنرلوں کو جمع کرنے، ملٹری اپریشنوں کو روکنے اور آسٹرو جرمن سپاہیوں سے رابطہ کرنے اور امن کے کاز کو اپنے ہاتھوں میں لینے کی اپیل کریں گے۔

''ہم آخری حکم دینے والے تھے جو وزیروں اور محل دونوں کے لیے ہلاکت آمیز ہوسکتے تھے۔ ہم نے پندرہ منٹ مزید انتظار کرنے کا فیصلہ کیا، یہ محسوس کرکے کہ صورت حال تبدیل ہوگی۔ ہم غلطی پہ نہ تھے۔ آخری چند منٹ ہونے والے تھے کہ ایک نیا پیغام رساں اِس اطلاع کے ساتھ سیدھا ''ونٹر پیلس'' سے پہنچا: ''ونٹر پیلس پہ قبضہ ہوگیا ہے''۔ اس بار ہماری خوشی دگنی تھی اس لیے کہ ہم فائر کھولنے کے قریب تھے اور اس انجانے سیلر نے پیلس کو بچالیا۔''(3)

دن نکلا تو کیرنسکی شہر سے بھاگ چکا تھا۔

انقلابات میں یوں تو بہت سارے عناصر فیصلہ کن ہوتے ہیں مگر یہاں ایک بنیادی عنصر یہ تھا کہ بادشاہ کے جرنیل ماضی کے لیے لڑرہے تھے، جب کہ انقلابی مستقبل کے امید افزا اقدامات کے لیے۔

صبح کے اخبارات انقلاب کی خبر سے مزین تھے۔ سارے روس اور سب محاذوں کی طرف انقلاب کی فتح کے ٹیلی گرام بھیجے گئے۔

*****

یہ ذکر تو پچھلے صفحوں میں ہو چکا کہ روس میں پہلا عظیم انقلاب (1905ء) آیا تھا، جس کے بارہ برس بعد 1917ء کا شان والا انقلاب لایا گیا۔ 1917ء سب سے بہترین وقت بھی تھا، یہ سب سے بدترین وقت بھی تھا۔

تاریخ میں انسانیت پر 1917ء کے روسی انقلاب سے زیادہ کسی اور واقعے نے اس قدر جامع اثر نہیں ڈالا۔ تاج اچھلا تو سارے جائیداد والے گئے۔ اس لیے کہ سارے دولت مند لوگوں کو ''بورژوازی'' کی ہیڈنگ تلے اکٹھا کیا جا چکا تھا۔ دولت مند طبقات عوام الناس کے بپھرے سمندر پہ تیرتا ہوا ایک بحری جہاز تھے اور جب طوفان ٹوٹ پڑا تو کیپٹن آفیسرز اور فرسٹ کلاس مسافر بحری جہاز کے ساتھ غرق ہو گئے۔

لیکن، انقلاب کی کامیابی تو محض ایک قدم تھی۔ اصل نظریاتی اور عملی گھمسان تو اب شروع ہونا تھا۔ پہلا چیلنج تو یہ تھا کہ خود کو، اپنے قریبی ساتھیوں کو، اپنی پارٹی کو اور پورے نچلے طبقے کو بتانا تھا کہ اب ہم انڈرگراؤنڈ نہیں ہیں۔ ہم جیلوں، اذیت گاہوں میں نہیں ہیں، ہم سائبیریا میں جلا وطن نہیں ہیں۔ بل کہ اب ہماری پوزیشن 360 ڈگری بدل چکی ہے۔ ہم اب حکم ران ہیں۔

دوسرا فریضہ پارٹی کو یہ بتانے کا تھا کہ ہم سابقہ طرز والے حکم ران نہیں ہیں۔ ہم نہ بادشاہ ہیں، نہ بورژوا طبقے والے حکم ران ہیں اور نہ ہم فیوڈل کروفر والے حکم ران ہیں۔ ہم تو نچلے طبقے سے تعلق رکھتے ہیں اور اپنی (یعنی پورے روس کی) حالت بہتر کرنے کا نظام قائم کرنا چاہتے ہیں۔

تیسرا بڑا کام یہ تھا ریاست کی پہلی والی ساری مشینری کے پرزے ایک ایک کر کے توڑنے تھے۔

دوسرے لفظوں میں وہ سارے کام کرنے تھے جو پوری انسانی تاریخ میں پہلے کبھی نہ کیے گئے تھے۔ وہ سارے کام جو کمیونسٹ پارٹی کے پروگرام میں درج تھے۔ وہ سارے الفاظ، فقرے،

نظریاتی معاملات، مقاصد اور اہداف جو بولے گئے تھے، لکھے گئے تھے اور وہ بھی انقلابی قولنجی الٹ پلٹ کے بیچ، عالمی جنگ کے بیچ، کنفیوژن، سماجی بے چینی اور تباہی کے بیچ...... اور پاگل بنے ہوئے اوپری طبقات کے غصے کے بیچ۔

یہ روسی سوشلسٹ انقلاب کا سب سے اہم پہلو ہے کہ یہ دنیا میں اولین انقلاب تھا جس نے بورژوازی کی استحصالی حکم رانی کو ختم کرنے کی جرأت کی تھی۔ کمیونسٹوں نے سوویت یونین میں سارے نقش ہائے کہن مٹانے تھے۔ اس ملک نے اگلے چند برسوں میں اگلی سات دہائیوں تک عالمی سیاست پر براہِ راست زبردست اثرات ڈالے رکھنے تھے۔ (4) چوں کہ یہ انقلاب دنیا بھر میں اولین سوشلسٹ انقلاب تھا لہٰذا بہت سے نئے کام اور بہت سے نئے ادارے بنانے تھے۔ اسی لیے تو شروع کے دنوں میں لینن ہی کو بہت سے اداروں کا کام کرنا تھا۔ اسے مرکزہ کے بہ طور کام کرنا تھا اور وہ اس کی اہلیت رکھتا تھا۔

بہر حال صبح دس بجے ملٹری انقلابی کمیٹی کی جانب سے لینن کا لکھا ہوا یہ اعلان ریڈیو اور پمفلٹوں، پوسٹروں کے ذریعے کیا گیا: ''عارضی حکومت برطرف کی گئی، ساری ریاستی اتھارٹی ملٹری انقلابی کمیٹی کے پاس منتقل ہو چکی ہے۔ مزدوروں، سپاہیوں اور کسانوں کا انقلاب زندہ باد۔''

لینن آج کرۂ ارض کے سب سے بڑے ملک اور سولہ کروڑ آبادی والے روس کا بابائے انقلاب بنا تھا۔ رومانوف نامی سفید بادشاہ اور سُرخ سوویتوں کے درمیان وقفے کے آٹھ ماہ میں عارضی حکومت کے نام سے ری پبلکن لوگ حکم ران تھے۔ روس کیپٹلسٹ دنیا کا وہ پہلا ملک بنا جس نے مزدور طبقے کی حکم رانی قائم کی۔

مگر یہ نہیں سمجھنا چاہیے کہ لینن نے چٹکی بجائی اور اِدھر ساری خرابیاں ختم۔ نہیں...... جب آپ کا تعلق ایک انسانی زندہ اور متحرک معاشرے سے ہو تو سوئچ آن سوئچ آف والا قانون نہیں چلتا اور یہاں تو ایسے معاشرے سے واسطہ تھا جہاں شکست خوردہ حاکم طبقے کی باقیات ابھی موجود تھیں۔ جس نے اپنے کھوئے ہوئے اقتدار کے دوبارہ حصول کے لیے زبردست جوابی لڑائی لڑنا تھی...... آخر تک کی لڑائی۔

سوویت ریاست ایک تاریخی کامیابی تھی۔ سیکڑوں برسوں سے ریاستیں سرمایہ دارانہ ماڈل کے مطابق قائم کی جاتی رہی تھیں۔ اب پہلی بار ریاست کی غیر سرمایہ دارانہ شکل دریافت کی گئی۔ تاریخ کی سب سے عظیم ایجاد کر لی گئی؛ مزدور طرز کی ریاست تخلیق کر لی گئی۔

روس کا اکتوبر انقلاب عالمی جنگ میں غلطاں عوام الناس کو داخلی آزادی عطا کرنے اور نامعقولیت کی تباہی کا انقلاب تھا۔

لینن کا کہنا کتنا درست نکلا:

''بے وقوفو، شیخی بگھارنے والو، احمقو! تم سمجھتے ہو کہ تاریخ ڈرائنگ رومز میں بنتی ہے جہاں چھچھورے ڈیموکریٹ، خطاب یافتہ لبرلز کے ساتھ تعلقات کی پینگیں بڑھاتے ہیں، جہاں گزرے کل کے خستہ حال دیہی پنچ طریقے سے کام نکلوانے والے لوگ اعلیٰ شخصیات کے باوقار ہاتھ چومنا سیکھتے ہیں! بے وقوفو، شیخی بگھارنے والو، احمقو! تاریخ (پہلی عالمی جنگ کے) خندقوں میں بنائی جاتی ہے جہاں جنگی پاگل پن کے ڈراؤنے خواب سے مغلوب سولجر اپنی رائفل پہ لگی ہوئی سنگین، آفیسر کے پیٹ میں گھونپ دیتا ہے اور پھر ایک ریل ڈبے کے بفروں پہ ہیبت ناک موت کی طرح چمٹا ہوا، اپنے آبائی گاؤں اپنے زمیں دار کی جاگیر کو آگ لگانے فرار ہوتا ہے۔''

*****

کمیونسٹ مینی فیسٹو میں لکھے ''کمیونزم کا بھوت'' جو 1848ء سے مغرب پہ منڈلا رہا تھا بالآخر روس میں جا کر اقتدار میں پہ بیٹھ گیا۔ یورپ میں ایک سیاہ ادھ رات والی پہلی عالمی جنگ میں سے روشنی کا ایک منبع، مشرق میں ابھر آیا۔ صبحِ محشر کی پہلی کرن افق تا افق جگمگائی...... یہ انسانیت کا سوشلزم میں آنے کا پائلٹ پراجیکٹ تھا۔

شاہ عنایت سے لے کر کارل مارکس تک اور پھر وہاں سے لینن تک سارے انقلابیوں کی محنتوں کا اب تک کا سب سے اہم عملی نتیجہ یعنی اکتوبر انقلاب ہاتھ آ گیا تھا...... اور بقول فرانز مہرنگ: ''روسی انقلاب کی خبر ہائی گیٹ قبرستان تک اپنے سلام پہنچاتی ہوئی گئی، جہاں مارکس سو رہا ہے اور اُن سمندری موجوں تک جن میں اینگلز کی راکھ چھڑک دی گئی تھی۔''(5)

یہ کیا کم کمال بات ہے کہ تاریخ میں پہلی بار ایک بہت بڑے ملک کی ورکنگ کلاس نے صدیوں سے موجود لگی بندھی اتھارٹیز سے خود کو الگ کر دیا اور انھیں باہر پھینک دیا۔ اُس نے اُن لوگوں کی عزت کرنا چھوڑ دیا جنھیں اس نے اور اس کے آباؤ اجداد نے اپنے لیڈر کے بہ طور قبول کر رکھا تھا۔ صدیوں پرانی بادشاہت کا تختہ الٹنا، سوویتوں کا قیام، فیکٹری کمیٹیوں کا قیام، کسان کمیٹیوں، کوارٹرز کمیٹیوں، رجمنٹ کمیٹیوں اور دیہات کی کمیٹیوں کا قیام یہ سب اَن ہونے کام تھے جو اب ہو چکے تھے!

ٹراٹسکی نے لکھا: ''روسی بادشاہ کے ایک جنرل نے انقلاب کے کچھ دیر بعد انتہائی نفرت سے لکھا: ''......کون یقین کرے گا کہ ایک قلی یا ایک چوکیدار اچانک چیف جسٹس بن گیا، ہسپتال کا معمولی ملازم وہاں کا ڈائریکٹر بن گیا، ایک نائی دفتر کا بڑا افسر بن گیا، ایک سپاہی کمانڈر ان چیف بن گیا، ایک مزدور میئر بن گیا۔ ایک تالے بنانے والا، کارخانے کا ڈائریکٹر بن گیا؟ کون یقین کرے گا؟''(6)

لیکن یہ یقین کرنا پڑا۔ وہ سوائے یقین کرنے کے کچھ نہیں کر سکتے تھے۔ اس لیے کہ اب سپاہیوں نے جرنیلوں کو شکست دی، اب ایک دیہاڑی دار مزدور میئر بن گیا، ویگنوں کی صفائی کرنے والے نے ذرائع آمد و رفت کا نظام درست کر دیا۔ کون یقین کرے گا؟ کوئی کوشش بھی کر لے تو بھی یقین نہ آئے۔ لینن نے کہا:

''ہم یوٹوپین نہیں ہیں۔ ہم جانتے ہیں کہ ایک غیر ماہر مزدور یا ایک باورچی یک دم سٹیٹ ایڈمنسٹریشن کے کام میں ماہر نہیں ہو سکتا (مگر) ہم اس متعصّبانہ نکتہ ءنظر کو فوری طور پر ترک کرنے کا مطالبہ کرتے ہیں کہ صرف امیر یا امیر خاندانوں سے سلیکٹ کردہ افسر سٹیٹ کو چلانے کے اہل ہیں۔ ہم مطالبہ کرتے ہیں کہ طبقاتی شعور رکھنے والے مزدوروں اور سپاہیوں کے لیے سٹیٹ ایڈمنسٹریشن کے کاموں کی ٹریننگ شروع کی جائے اور یہ کہ یہ ٹریننگ یک دم شروع کی جائے۔(7)

ہر گلی کا نکڑ ایک عوامی تقریر گاہ تھا۔ جگہ جگہ بحثیں ہو رہی تھیں۔ اِس معاملے پہ گفت گو،

اُس مسئلے پہ رائے زنی.....لگتا تھا میوزک، ڈانس، سپورٹس سب کچھ موقوف ہو چکا ہو اور اُن کی جگہ سیاسی، معاشی اور جنگی معاملات پہ تقریروں اور ڈبیٹ نے لے رکھی تھی۔ عوام کی پیاس بجھتی نہ تھی۔ پورا ملک ''کمیٹستان'' بن چکا تھا۔ ورکرز کمیٹی، کسان کمیٹی، گھریلو عورتوں کی کمیٹی، فیکٹری کمیٹی، کوارٹرز کمیٹی، سپاہیوں کی کمیٹی، کاسکوں، سیلروں کی کمیٹی.....حتیٰ کہ ٹرین پہ بیٹھے مسافروں کی کمیٹی۔(8)

ریفرنسز

1۔ پیئرسن۔۔۔دہ سیلڈ ٹرین۔ صفحہ 105

2۔ ڈگلس براؤن۔ Doomsday 1917۔ 1976ء۔ ریڈرز یونین۔ نیوٹن ایبٹ۔ صفحہ 9

3۔ فلیرووسکی کی یادداشتیں۔ از کتاب ''فرام لینن ٹو سٹالن''۔ صفحہ 34

4۔ آر پی براؤن۔ دی متھ آف سٹرانگ لیڈر۔ 2014ء۔ بوڈلی ہیڈ۔ لندن۔ صفحہ 210

5۔ مہرنگ، فرانز۔ فریڈرک اینگلز۔ آرکائیوز

6۔ ٹراٹسکی، لیون۔ ترجمہ عمران کامیانہ۔ انقلابِ روس کی تاریخ۔ 2017ء۔ صفحہ 1086

7۔ سائمن۔ لینن انڈ لیننزم۔ صفحہ 195

8۔ ایضاً۔ صفحہ 202

انقلابی اعلانات

روسی انقلاب دنیا کا اولین کام یاب اور ہر لحاظ سے ایک مثالی انقلاب تھا۔ انقلاب کا مطلب ہی برق رفتاری ہوتا ہے۔ سماج کے تلپٹ کے جاری عمل کی جلد از جلد تکمیل کرنا ہوتی ہے۔ پورے سماج میں موجود قولنجی درد کو رفع کرنے کی مناسب ترین ادویات کا فوری بندوبست کرنا ہوتا ہے۔ اقدامات' جنھیں اب اصلاحات کہا جائے گا کو یک دم اور مؤثر اور فیصلہ کن انداز میں اٹھانا ہوتا ہے۔ یہی کچھ روس میں ہوا۔ وہاں بورژوا عبوری حکومت کا خاتمہ کرنے کے بعد اُس کے سارے وزیروں کو برطرف کیا گیا۔ منسٹریز اور دوسرے مرکزی ادارے (سینٹ، سٹیٹ کونسل اور سٹیٹ آفس، سابقہ سٹیٹ دوما کی عبوری کمیٹی) ختم کر دیے گئے۔ یوں استحصالی طبقات کے پاس ایسا کوئی ریاستی آلہ نہ رہا جس سے وہ محنت کش عوام الناس کو دبا سکتے۔

لینن بنی نوعِ انسان کی تاریخ میں مزدوروں اور کسانوں کی ایک ریاست کا اولین سربراہ بنا۔ نیز وہ پارٹی کی مرکزی کمیٹی، ''پروادا'' کے ایڈیٹوریل بورڈ اور بالشویکوں کی پیٹروگراڈ کی تنظیم کا سربراہ ہو گیا۔

26 اکتوبر 1917ء سوویتوں کی آل رشیا کانگریس نے مزدوروں اور کسانوں کی حکومت کا کابینہ (کونسل آف پیپلز کیسارز) منتخب کیا۔

کابینہ کے بجائے ''کونسل آف پیپلز کیسارز'' والا نام اس لیے چنا گیا کیوں کہ لینن کے

خیال میں وزیر کا لفظ ایک نفرت انگیز اور سڑا ہوا عہدہ ہے۔ چناں چہ وزیر کی جگہ پیپلز کیسار، کابینہ کی جگہ پیپلز کیساروں کی کونسل ور وزیراعظم کے بجائے پیپلز کیساروں کی کونسل کا سربراہ کے الفاظ استعمال ہونے لگے۔ بہ قول لینن: ''اس سے انقلاب کی بو آتی ہے۔''

کونسل آف پیپلز کیسارز میں 15 پیپلز کیسار تھے۔ کابینہ کے سارے کے سارے 15 لوگ بالشویک تھے۔ یعنی ایک پارٹی کی حکم رانی قائم کر دی گئی:

چیئرمین آف سوویت پیپلز کیسارز	لینن
داخلی امور کا پیپلز کیسار	ری کوف
ایگری کلچر کا پیپلز کیسار	مِلیوتن
لیبر کا پیپلز کیسار	شلیاپنی کوف
کامرس اینڈ انڈسٹری کا پیپلز کیسار	نوگِن
ایجوکیشن کا پیپلز کیسار	لوناچارسکی
فائنانس کا پیپلز کیسار	سٹیپانوف
انصاف کا پیپلز کیسار	لومونوف
پوسٹ اینڈ ٹیلی گراف	گلائی بوف
خارجہ امور کا عوامی کیسار	ٹراٹسکی
قومیتوں کے امور کا عوامی کیسار	سٹالن

وہاں انقلابی اصلاحات کے نفاذ میں کسی طرح کا پس و پیش نہیں کیا گیا۔ فوری، بولڈ اور مکمل اعلانات کیے گئے۔ امیروں کے محل سرکاری قبضہ میں لینے میں ایک منٹ بھی دیر نہ کی گئی۔ انھیں سینٹوریم، کنڈرگارٹن اور لائبریریوں میں تبدیل کیا گیا۔ کوئی بھی شخص جو پیداواری کام میں شامل نہ تھا، اسے راشن کارڈ جاری نہ کیا گیا۔ قانون بنا دیا گیا کہ ''جو شخص کام نہیں کرے گا بھوکا رہے گا۔''

اب ہم ایک ایک اقدام کا ذکر کرتے ہیں:

1۔ امن کا فرمان

اقتدار پر بالشویکوں کے قبضے کے عین وقت پہ آل رشیا سوویتوں کی دوسری کانگریس ہو رہی تھی۔ 8 نومبر کو کانگریس میں لینن کی تقریر کا مندوبین نے زوردار خیرمقدم کیا۔(1)

کانگریس سے خطاب کرتے ہوئے لینن نے اعلان کیا: ''ہمیں عوام الناس کی تخلیقی فیکلٹیز کو مکمل آزادی دینی چاہیے۔ گراس روٹس پہ تخلیقی سرگرمی نئی ری پبلک کی زندگی کا بنیادی عنصر ہے۔ سوشلزم کو اوپر سے ڈگری نہیں کیا جا سکتا۔ سوشلزم کی روح مکینیکل بیوروکریٹک اپروچ کو مسترد کرتی ہے: زندہ، تخلیقی سوشلزم خود عوام الناس کی پیداوار ہے۔''

کانگریس میں لینن نے ''امن فرمان'' کا مسودہ پڑھا:

''حکومت اس بات پہ جنگ جاری رکھنے کو انسانیت کے خلاف سب سے بڑا جرم سمجھتی ہے کہ مضبوط اور امیر قوموں کے بیچ کم زور قوموں کو کس طرح بانٹا جائے جنھیں انھوں نے فتح کیا ہے۔ حکومت عزم کی متانت و سنجیدگی کے ساتھ فوراً اس جنگ کو روکنے کے لیے اعلان کرتی ہے کہ وہ امن کی شرائط پہ دست خط کر دے گی جو پہلے بتائے جا چکے ہیں، جو کہ بلا کسی استثنا کے ساری قوموں کے لیے مساوی طور پر منصفانہ ہیں۔''

اُس نے کانگریس میں تقریر کرتے ہوئے کہا: ''ہم اب سوشلسٹ نظام تعمیر کرنے لگیں گے۔ پہلی چیز امن کو حقیقی بنانے کے عملی اقدامات کرنے ہیں۔ امن کی اس تجویز کی سام راجی حکومتوں کی طرف سے مزاحمت آئے گی۔ اسی لیے ہم خصوصاً فرانس، انگلینڈ اور جرمنی کے مزدوروں سے مخاطب ہیں۔''(2)

یہ کانگریس کا اولین فرمان تھا جسے ''امن کا فرمان'' کہا جاتا ہے۔ فلک شگاف نعروں کے ساتھ ووٹنگ میں اس کو منظور کرنے والے نتیجے کا خیرمقدم کیا گیا۔ ڈیلیگیٹس کھڑے ہو گئے اور انھوں نے مسرت سے ''انٹرنیشنل'' والا ترانہ گایا۔

''امن کا فرمان'' کے تحت انقلابی روس اس پہلی عالمی جنگ سے باہر نکل گیا اور اُس نے دوسرے ممالک کے مزدوروں سے بھی اپیل کی کہ وہ بھی اس بے حد فائدہ جنگ سے باہر نکلیں۔

2۔زمین کے بارے میں

روسی انقلاب کا سب سے بڑا ہدف یہ تھا کہ دیہات میں فوری طور پر بورژوا ڈیموکریٹک انقلاب کو مکمل کیا جائے۔سرف ڈم کا خاتمہ ہو اور کسانوں کو جاگیرداروں کے جبر وستم سے نجات ہو۔

اسی لیے زمین کا فرمان فوری طور پر جاری کیا گیا۔

زمین کے متعلق فرمان یوں تھا:

1۔زمین پر جاگیردارانہ حقِ ملکیت ،فوراً ختم کیا جاتا ہے، بلا معاوضہ۔

2۔ جاگیریں اور ساتھ ہی شاہی زمین، خانقاہوں اور چرچ کی زمین اپنے تمام مویشیوں، کھیتی باڑی کے سامان، عمارتوں اور تمام متعلقہ چیزوں سمیت، دستور ساز اسمبلی کے بلائے جانے تک زمین کی مقامی کمیٹیوں اور کسانوں کے نمائندوں کی اضلاعی سوویتوں کے عمل دخل میں دی جاتی ہیں۔

3۔اعلان کیا جاتا ہے کہ ضبط شدہ جائداد اور سامان کو، جو آج سے تمام عوام کی ملکیت ہے، کسی قسم کا نقصان پہنچانا سنگین جرم ہوگا اور انقلابی عدالت اس کی سزا دے گی۔کسانوں کے نمائندوں کی ضلعی ضبطی سوویتیں تمام ضروری اقدامات کریں گی مثلاً: زمین داریوں اور جاگیروں کی ضبطی کے دوران پورا نظم وضبط قائم کرنا، ضبط شدہ خاص خاص زمینوں کے رقبے کا تخمینہ لگانا، تمام ضبط شدہ جائیدادوں کی بالکل ٹھیک ٹھیک فہرست تیار کرنا اور عوام کو دی جانے والی تمام عمارتوں، سامان، مویشی، غلے کے ذخیرے وغیرہ سمیت تمام زرعی جائدادوں کی حفاظت سخت انقلابی طریقے سے کرنا۔

4۔مندرجہ ذیل ''کسانوں کا ہدایت نامہ''، زمین کی زبردست اصلاحات پر عمل درآمد کے سلسلے میں ہر جگہ مشعلِ راہ کا کام کرے گی۔

زمین کے متعلق کسانوں کا ہدایت نامہ

زمین کے سوال کا سب سے منصفانہ اور جائز حل مندرجہ ذیل طریقے پر ہو سکتا ہے:

1۔زمین کی پرائیویٹ ملکیت ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ختم کی جائے۔زمین نہ تو بیچی جائے،

نہ خریدی جائے، نہ ٹھیکے پر دی جائے، نہ گروی رکھی جائے اور نہ کسی اور طریقے سے الگ کی جائے۔

ساری زمین، چاہے وہ ریاست کی ہو، شہزادوں کی ہو، بادشاہ کی ہو یا خانقاہوں، کارخانوں کی ہو اور خواہ یہ موروثی زمین ہو یا ذاتی، پبلک یا کسانوں کی زمین وغیرہ ہو، بغیر کسی معاوضے کے ضبط کر لی جائے گی اور سارے عوام کی ملکیت بنا دی جائے گی اور اُن لوگوں کے استعمال میں آئے گی جو اُس پر محنت کرتے ہوں۔

وہ لوگ جن کو جائیداد سے متعلق اس انقلاب سے نقصان پہنچے گا، اُس مدت تک پبلک امداد کے مستحق ہوں گے جو زندگی کے نئے حالات میں کھپنے کے لیے ضروری ہے۔

2۔تمام معدنی دولت، یعنی کچی دھات، تیل، کوئلہ، نمک وغیرہ، اور ساتھ ہی جنگل اور پانی کے ذخیرے جن کی ریاستی اہمیت ہے، صرف ریاست کے استعمال کے لیے وقف ہو جائیں گے۔تمام چھوٹے چشمے، جھیلیں، جنگل وغیرہ پنچائتوں کے استعمال میں اس شرط پر دیے جائیں گے کہ ان کا انتظام مقامی انتظامی ادارے خود چلائیں گے۔

3۔ایسی زمین جس پر اعلیٰ درجے کی کھیتی باڑی ہوتی ہے۔یعنی چمن، باغ، پودوں کے تختے، پودگھر، گرم پودگھر وغیرہ کی زمین ٹکڑے ٹکڑے نہیں کی جائے گی بلکہ اس کو ماڈل فارموں میں تبدیل کیا جائے گا اور یہ زمین ریاست یا پنچائتوں کے خاص استعمال میں دے دی جائے گی۔ اس کا دارو مدار اس قسم کی زمینوں کے رقبے اور اہمیت پر ہوگا۔

شہروں اور دیہات میں نجی زمین، پھلوں کے چمن اور ترکاری کے رقبے اور اس زمین کے استعمال پر ٹیکس کی رقم کا تعین قانون کرے گا۔

4۔گھوڑوں کے فارم، اصیل نسل کے مویشیوں کے سرکاری یا نجی فارم، پولٹری فارم وغیرہ ضبط کر لیے جائیں گے اور یہ سارے عوام کی ملکیت ہو جائیں گے اور صرف ریاست یا پنچائتوں کے خاص تصرف میں آئیں گے۔اس کا دار و مدار اس قسم کے فارموں کے رقبے اور اہمیت پر ہوگا۔ معاوضے کے سوال پر دستور ساز اسمبلی غور کرے گی۔

5۔ضبط شدہ جاگیروں کے تمام مویشی اور کھیتی باڑی کا سامان ریاست یا پنچائت کے

خاص استعمال کے لیے وقف ہوگا۔ اس کا دارومدار ان جاگیروں کے رقبے اور اہمیت پر ہوگا اور ان کا کوئی معاوضہ نہیں ادا کیا جائے گا۔ جن کسانوں کے پاس تھوڑی سی زمین ہے، ان کا کھیتی باڑی کا سامان قابلِ ضبطی نہیں ہوگا۔

6۔ زمین کو استعمال کرنے کا حق روسی ریاست کے تمام شہریوں کو (بلا امتیاز جنس) دیا جائے گا جو اس کو اپنی محنت سے، اپنے کنبے یا حصہ دار کی مدد سے جوتنا چاہتے ہیں، لیکن صرف اُس وقت تک کے لیے جب تک کہ وہ خود کاشت کر سکتے ہیں۔ مزدور رکھنے کی اجازت نہیں ہے۔

اگر کسی گاؤں کی پنچایت کا کوئی ممبر کسی عارضی جسمانی معذوری کی بنا پر دو برس کے لیے بے کار ہو جائے تو اس صورت میں گاؤں کی پنچایت کا فرض ہوگا کہ اس مدت کے دوران اس کے کھیت کی جتائی میں پنچائتی طور پر اُس وقت تک ہاتھ بٹائے جب تک کہ وہ اچھا ہو کر کام کرنے کے قابل نہ ہو جائے۔

جو کسان بڑھاپے یا صحت کی خرابی کی بنا پر مستقل طور معذور ہو گئے ہوں اور اب خود اپنی زمین پر کھیتی باڑی کا کام نہیں کر سکتے، انھیں زمین تو نہیں ملے گی لیکن اُن کو ریاست سے پنشن ملتی رہے گی۔

7۔ زمین، کاشت کرنے والے کسانوں میں، محنت کے پیمانے یا ضرورت کے پیمانے کے مطابق تقسیم کی جائے گی۔ اس کا دارومدار مقامی حالات پر ہوگا۔

8۔ ساری زمین جو ضبط کی جائے گی، وہ زمین کے عام قومی ذخیرے کا حصہ بن جائے گی۔ اس کی تقسیم کا کام مقامی یا مرکزی خود انتظامی اداروں کے سپرد ہوگا۔

زمین کی تقسیم خاص خاص وقفے سے ازسرنو ہوا کرے گی۔ اس کا دارومدار آبادی میں اضافے اور کھیتی باڑی کی پیداواری صلاحیت اور سائنسی معیار کی ترقی پر ہوگا۔

اگر ایک خاص ضلع میں موجودہ زمین مقامی آبادی کی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لیے ناکافی ثابت ہو تو اس صورت میں فاضل آبادی کسی اور جگہ آباد کی جائے گی۔ دوسری جگہ آباد کرنے کے انتظام کی ذمہ داری ریاست خود اپنے سر لے گی اور اس کا خرچ اور ساتھ ہی کھیتی باڑی کا سامان

فراہم کرنے کے اخراجات وغیرہ برداشت کرے گی۔

دوسری جگہ آباد کرنے کا کام مندرجہ ذیل ترتیب سے ہوگا:

وہ بے زمین کسان جو دوبارہ آباد ہونا چاہتے ہیں، پھر پنچائت کے وہ ممبر جن کے ڈھنگ برے ہیں، بھگوڑے وغیرہ اور آخر میں وہ لوگ ہیں جن کو زمین قرعے یا معاہدے کی بنا پر دی جائے گی۔

اعلان کیا جاتا ہے کہ ہدایت نامے کا پورا مضمون، جو پورے روس کے طبقاتی شعور رکھنے والے کسانوں کی اکثریت کی مکمل خواہش کا مظہر ہے، ایک عارضی قانون کی حیثیت رکھتا ہے۔ یہ قانون دستور ساز اسمبلی کے بلائے جانے تک فوراً عمل میں لایا جائے گا۔(3)

جان ریڈ نے اپنی کتاب ''10 Days that Shook the world'' میں لکھا کہ رات کے دو بجے ''زمین کے فرمان'' پہ ووٹنگ ہوئی اور اسے اتفاق رائے سے منظور کیا گیا۔

3۔ آٹھ گھنٹے دن کا فرمان

انقلاب کے تیسرے دن ''آٹھ گھنٹے کا دن'' نامی فرمان جاری ہوا۔

4۔ آرٹ، کلچر اور پاپولر ایجوکیشن

لینن نے کہا تھا: ''ہمیں لازماً ہمیشہ مزدوروں اور کسانوں کو اپنی نظروں میں رکھنا چاہیے۔ حتیٰ کہ آرٹ اور کلچر کے شعبے میں بھی ''تاکہ آرٹ عوام تک آسکے اور عوام آرٹ تک۔ ہمیں لازماً سب سے پہلے ایجوکیشن اور کلچر کی عمومی سطح بلند کرنی چاہیے۔''(4)

لینن سمجھتا تھا کہ ایک جینوئن پرولتاری کلچر کسی انکوبیٹر یا گرم کمرے میں تیار نہیں کیا جا سکتا۔ پرولتاری کلچر صرف سوویت اقتدار کے تحت پوری آبادی کی خواندگی سے وجود میں آسکتا ہے جب لاکھوں کروڑوں تعلیم یافتہ لوگ ہوں اور ایک نئے قسم کے کلچر کے حالات پیدا کی جا چکے ہوں۔ اس نئے کلچر کے گہرے رابطے بورژوا کلچر کے بہترین پھولوں سے ہوں گے جو کہ ایک نئے پرولتاری

کلچر کی بنیاد بنیں گے۔

انقلاب کے وقت روس کیسا تھا؟ وہاں سرف تھے، جاگیردار تھے، چرچ کی بالادستی تھی، عورتوں اور اقلیتی قومیتوں کی نابرابری تھی، بادشاہت کی مطلق العنانی تھی، تعلیم کلچر اور سائنس میں بونا پن تھا۔ ان سب باتوں کو پلٹ دینا تھا، اُن سب باتوں کو پلٹ دیا گیا۔

11 نومبر 1919ء کو ایک فرمان کی منظوری آل رشیا سنٹرل ایگزیکٹو کمیٹی اور کونسل آف پیپلز کمیسارز نے دی۔ اس کے تحت سارے سوشل مرتبے اور سول رینکس یعنی اعزازات ختم کر دیے گئے۔ اب اشرافیہ، کلرجی، سوداگر، شہروں کے لوگوں میں لوئر اور مڈل پرتیں، اُن کی مراعات یا محدودات،، سول رینکس اور القابات اور ٹاپ والے سول سرونٹس کی مراعات ختم کی گئیں۔

سماج یک دم کلچر اور ترقی کے راستے میں رکاوٹوں سے پاک ہوگیا۔ عوامی تعلیم اور کلچر کے لیے وقف محنتی اور کمیٹڈ لوگ ان شعبوں کی سربراہی کرنے لگے۔

اور سچی بات یہ ہے کہ دنیا میں کوئی دوسری ریاست ایسی نہیں جس نے اپنے شہریوں کو عام خواندگی اور تہذیبی موزونیت عطا کی ہو اور کلاسیک تک عام رسائی عطا کی ہو۔ ایک کابینہ میٹنگ میں جب ایک اعلیٰ اہل کار نے کہا کہ تھیٹرز مزدور ریاست کے لیے غیر ضروری ہیں، وہ پرانا بورژوا اوپرا پیش کر رہے ہیں.....تو لینن نے احتجاج کیا اور اہل کار سے کہا کہ ’’تھیٹر کی اہمیت اور رول کے بارے میں اُس کے خیالات مضحکہ خیز ہیں۔‘‘ یوں تھیٹرز بچ گئے۔

29 اکتوبر 1917ء کو ’’پاپولر ایجوکیشن کا فرمان‘‘ آیا جس میں بچوں کے لیے مفت، سیکولر اور عام سکولنگ مہیا کرنے کا ذمہ ریاست نے لیا۔

پرانی نصابی کتابیں تو منسوخ کی گئیں مگر نئی اب تک لکھی نہیں گئی تھیں۔ تعلیمی ساز وسامان کی پیداوار اور ترسیل کا نظام ابھی وضع نہ ہوا تھا، سکول بلڈنگز کم تھیں، سکول ٹیچر ویسے ہی کم تھے اور جو تھے، انھیں بھی پچھلی بیوروکریسی نے سبوتاژ کے لیے اِدھر اُدھر کر دیا تھا۔ ان ساری مشکلات کے باوجود 1918ء میں پبلک ایجوکیشن کا نظام مرتب کر لیا گیا۔ مزدور اور انسان تو علم کے پیاسے ہوتے ہیں، لہٰذا بہت کم وقت میں والدین کی کمیٹیاں بن گئیں اور پبلک ایجوکیشن کا نیا نظام چل پڑا۔

1919ء میں حکومت نے 8 سے 50 سال کی عمر کے لوگوں میں ناخواندگی ختم کرنے کے لیے ایک فرمان جاری کیا۔

1920ء میں ’’ناخواندگی کے خاتمے کے لیے آل رشین غیر معمولی کمیشن‘‘ قائم کیا گیا۔

1923ء میں ’’ناخواندگی مردہ باد‘‘ نامی ایک رضا کار تنظیم قائم کی گئی۔ اس کا نعرہ تھا: ’’ناخواندہ کو خواندہ بناؤ، پڑھاؤ۔‘‘ ان سب کے نتیجے میں 1920ء سے لے کر 1940ء تک چھ کروڑ بالغ، لکھنا اور پڑھنا سیکھ گئے۔(5)

جس وقت سوویت حکام نے ملک کے سارے تعلیمی اداروں کو عوامی وزارت کے کنٹرول میں لے لیا تو پھر ہی یہ ممکن ہوا کہ تعلیم کے دروازے تمام ورکنگ عوام کے لیے کھلیں، یہ دیکھے بغیر کہ ان کا سماجی مقام کیا ہے، قومیت، عقیدہ اور جینڈر کیا ہے۔ بہ یک وقت یہ بھی ممکن ہوا کہ پرائمری، سکینڈری اور ہائیر ایجوکیشن کے بیچ صحیح معنوں میں تسلسل قائم ہو۔(6)

سکولوں کے ساتھ ورکشاپ بنادیے گئے تاکہ سکولی بچوں کا کام ایک پیداواری نوعیت کا ہو۔ یہ ورکشاپ مقامی انڈسٹری کے ساتھ مربوط کیے گئے۔

پولی ٹیکنیک نظام کے نفاذ نے پیداوار کی سائنٹفک بنیاد کے اچھے شعور اور محنت کی قابلیتیں اور مہارتیں مہیا کرنا شروع کیں۔ مقصد یہ تھا کہ کام دلچسپ اور سنبھالے جاسکنے والا ہو اور بہ یک وقت تخلیقی ہو، محض مکینکل نہ ہو۔ تاکہ یہ کام ہمیشہ سٹوڈنٹ کو نشوونما کی بلند ترسطح تک ایجوکیٹ کرے اور علم میں بڑھاوا دے۔

5۔ ملک کے اندر موجود قوموں کے لیے اعلان نامہ

15 نومبر 1917ء کو لینن اور قومیتوں کے وزیر سٹالن نے ’’روسی اقوام کے لیے اعلان نامے‘‘ پر دستخط کیے۔ یہ روس کی ساری اقوام کی نجات، برابری اور اقتدارِ اعلیٰ کا اعلان تھا۔ اس میں روس کے اندر موجود ’’قوموں کو بلا روک ٹوک خود مختاری (بشمولِ علیحدگی) اور بہ طور آزاد ملک کے قیام کا حق‘‘ دیا گیا۔(7)

اِس کے نتیجے میں ایران کا ایک پورا صوبہ واپس ایران کو مل گیا جس پر روس نے بادشاہ کے وقت سے قبضہ کر رکھا تھا۔ پولینڈ آزاد ہو گیا فن لینڈ نے بھی الگ ہو جانے کا فیصلہ کیا۔ لیتھویا الگ ہو گیا، لیتھوینیا بھی جدا ہوا اور ایسٹونیا نے بھی سوویت یونین میں نہ رہنے کا فیصلہ کیا لہٰذا اسے بھی علیحدگی مل گئی۔

علیحدگی اختیار کرنے والے یہ مذکورہ بالا ممالک 1930ء کی دہائی تک آزاد اور علیحدہ رہے۔ بیس برس آزاد رہنے کے بعد ہٹلری نازی ازم اور فاشزم کے خطرات بھانپ کر ریفرنڈم کے ذریعے ایک بار پھر باہم مل کر سوویت یونین کے نام سے زندگی بسر کرنے لگے۔

6۔ مذہبی مراعات ختم

انقلاب نے ملک میں موجود ساری مذہبی مراعات ختم کر دیں۔

7۔ بینک اور انڈسٹری قومی ملکیت میں

پیرس کمیون میں تو یہ غلطی ہو چکی تھی کہ وہاں بینکوں کو بورژوازی کے حوالے رہنے دیا گیا تھا مگر یہاں اکتوبر انقلاب میں 14 دسمبر کو سارے بینک نیشنلائز کیے گئے۔ یعنی بینکوں کو بلا معاوضہ قومی ملکیت میں لیا گیا۔ فوری طور پر پارٹی تنظیموں اور پیٹروگراڈ ٹریڈ یونینوں سے لوگ سٹیٹ بینک روانہ کیے گئے تا کہ بورژوازی کے وفادار ملازمین کی جگہ لے لیں۔ پارٹی ممبروں کو بینک کے مختلف محکموں کا سربراہ لگایا گیا۔

پچھلی حکومتوں کے لیے ہوئے قرضے یک طرفہ طور پر کینسل کر دیے گئے۔ پرائیویٹ ایکسپورٹ امپورٹ والی تجارت پر پابندی لگا دی گئی۔ حکومت نے بہت بڑی فیکٹریوں اور کانوں کو قومی ملکیت میں لے لیا۔

سارے پرائیویٹ بینک' سٹیٹ بنک میں ضم کر دیے گئے۔ ساتھ ہی ایک اور فرمان جاری کیا گیا جس کے تحت پرائیویٹ بینکوں کی ساری تجوریاں اور سٹرانگ روموں کے سارے

پیسوں کا معائنہ کیے جانے، وہاں اگر سونا موجود ہو تو اسے ضبط کرنے اور ساری رقم سٹیٹ بینک کے کرنٹ اکاؤنٹ میں ٹرانسفر کیے جانے کا کہا گیا۔

بینکوں کی نیشنلائزیشن سے روس پہ بیرونی معاشی بالادستی ٹوٹ گئی، کاؤنٹر ریولوشن کی معاشی قوت کچل دی گئی اور انڈسٹری کو نیشنلائز کرنے میں مدد ملی۔

21 جنوری 1918ء کو سابقہ حکومت کے قرضوں کو منسوخ کرنے اور بیرونی تجارت کو ریاست کا کام قرار دینے سے ملک کی معاشی آزادی مزید مضبوط ہوئی۔ اب سوویت روس کے محنت کرنے والے عوام پیرس، لندن، برلن، نیویارک اور عالمی کیپٹلزم کے دیگر مراکز کے بینک کاروں کو خراج ادا کرنے سے آزاد ہو گئے۔

بیرونی تجارت کو ریاست کا کام قرار دینے کا فرمان 22 اپریل 1918ء کو جاری کیا گیا۔
یعنی اُس فرمان کے بعد ایکسپورٹ امپورٹ کا سارا کام سوویت ریاستی ادارے سے کیا کریں گے۔

28 جون 1918ء کو ایک فرمان جاری کیا گیا جس کے تحت انڈسٹری کی ساری بڑی شاخوں کو نیشنلائز کیا گیا۔

8۔ عورتوں کے لیے

لینن نے محنت کش عورت کو بس محنت کش انسان ہی سمجھا اور وہ اسی حیثیت میں اُس کی نجات کے لیے کام کرتا رہا۔ اس نے اپنے سنگتوں کو اس مسئلے پر اِدھر اُدھر بھٹکنے دیا ہی نہیں۔ طبقاتی سماج ہی اس کا نشانہ رہی اور اُس کا خاتمہ ہی اس کا ہدف:

''انقلاب عوام اور افراد کی مکمل توجہ اور صلاحیتوں کا بھرپور تقاضا کرتا ہے۔ یہ (انقلاب) ڈی انزیو (اطالوی شاعر اور ڈراما نویس) کے عیاش ہیرو اور ہیروئنوں کی طرح رنگ رلیاں برداشت نہیں کر سکتا۔ آزادانہ جنسی اختلاط بورژوا (عمل) ہے۔ یہ انحطاط کی نشانی ہے۔ پرولتاریہ ایک ابھرتا ہوا طبقہ ہے۔ اسے ہوش کھونے یا اشتہا انگیزی کے لیے کسی نشے کی ضرورت نہیں، نہ اسے جنس یا شراب کے نشے کی ضرورت ہے۔ اسے کیپٹلزم کی گندگی، غلاظت اور بربریت کو

نہ تو بھولنا چاہیے اور نہ یہ بھولے گا۔ وہ جدوجہد کے لیے اپنا سب سے ٹھوس تحرک اپنی طبقاتی حیثیت، کمیونسٹ نظریات سے لیتا ہے۔ پرولتاریہ کو وضاحت، وضاحت اور مزید وضاحت کی ضرورت ہے۔ اسی وجہ سے میں پھر دہرا رہا ہوں کہ قوت کو کسی صورت کم زور، ضائع یا تحلیل نہیں ہونا چاہیے۔ اپنے اوپر اختیار اور ضبط غلامی نہیں ہے، محبت کے معاملے میں بھی نہیں۔''

1898ء میں سائبیریا کی جلاوطنی میں کامریڈ کروپسکایا نے اپنی اولین کتاب ''محنت کش عورت'' تحریر کی (اس کا اردو ترجمہ میں نے کیا ہے اور یہ سنگت اکیڈمی کوئٹہ سے شایع ہوئی ہے)۔ مارکسی لینِنی نقطہ ءنظر سے یہ زارشاہی روس کی دیہی اور شہری محنت کار عورتوں کے موضوع پر عورت سوال کے تناظر میں پہلی کتاب تھی۔ اس مختصر مگر زبردست کتاب میں مزدور کسان عورتوں کے مصائب، حالات کار، جینڈر کی بنیاد پر اجرتوں میں تفاوت اور صنعتی قوانین کا ان کے خلاف ہونے کے ساتھ ساتھ بچوں کی نگہ داشت تعلیم و تربیت سے لے کر طبقاتی شعور کے ساتھ ان کی انقلابی جدوجہد میں شمولیت تک کا احاطہ کیا گیا ہے۔ اس کتاب کے تعارف میں کروپسکایا نے محنت کش عورت کے سوال کو بڑی خوب صورتی سے بیان کیا جو محنت کش عورت کے معاملے پر مارکس ازم کی بنیاد ہے۔ وہ لکھتی ہے: ''ایک مزدور عورت کے حالات بالخصوص مشکل ہیں۔ اس لیے کہ وہ محنت کش طبقے کی ممبر ہے۔ یہ کہ اس کے حالات پورے محنت کش طبقے کے حالات سے سختی سے جڑے ہوئے ہیں اور یہ کہ محنت کش طبقہ اور پرولتاریہ کی فتح ہی عورت کو نجات دے سکتی ہے۔ مزید برآں ہم انحصار و احتیاج کی حالت دیکھیں گے جس میں خاندان کے اندر مزدور عورت شکار ہے، مرد کی غلامی کرنے کو۔ ہم اس انحصار کی وجوہات پر بات کریں گے اور بتائیں گے کہ وہ مکمل آزادی کی پوزیشن صرف پرولتاریہ کی فتح کے وقت ہی حاصل کر سکتی ہیں۔ آخر میں ہم بتائیں گے کہ ایک ماں کے بہ طور عورت مزدور اس فتح کے ساتھ ایک مفاد اور دلچسپی رکھتی ہے۔ صرف مزدور کاز کے لیے کاندھے سے کندھا ملا کے جدوجہد کی جائے تو ہی عورتیں آزادی کی پُرمسرت چابیاں ڈھونڈ سکیں گی۔''

کروپسکایا کے بہ قول، ''مزدور عورتوں اور مردوں کو جو چیز ایک دوسرے کے ساتھ متحد کرتی ہے، وہ اس سے کہیں زیادہ طاقت ور ہے جو انھیں ایک دوسرے سے الگ کرتی ہے۔ اپنے

حقوق سے اجتماعی محرومی، اپنی مشترکہ ضروریات اور مشترکہ حالاتِ زندگی انھیں ایک دوسرے سے متحد کرتے ہیں۔ مرد اور عورت مزدوروں کی یک جہتی، ایک اجتماعی مقصد، اجتماعی اہداف اور ان کے حصول کا اجتماعی راستہ......مزدور طبقے کے لیے عورت کا سوال یہی ہے۔''

روسی انقلابی شروع دن سے کہتے تھے کہ پرولتاریہ اُس وقت تک آزاد نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ عورتوں کی مکمل آزادی حاصل نہیں کر لیتا۔ اب جب کہ سیاسی اقتدار اُن کے ہاتھ آ گیا تو انھوں نے عورتوں کے لیے بے شمار انقلابی اقدام اٹھائے:

ووٹ کا حق: سوشلسٹ روس نے 18 برس سے اوپر کی عورتوں اور مردوں کے لیے ووٹ کے حق کی آئین سازی کر ڈالی، بغیر کسی شرط کے۔

زچگی میں سہولتیں: انقلاب کے دو ماہ کے اندر اندر زچگی سے قبل اور بعد میں حاملہ عورت کے لیے دو ماہ کی چھٹی کی منظوری دی گئی اور چار ماہ تن خواہ کے برابر کی مالی امداد کا بھی اعلان ہوا۔ یہ قانون بھی بنایا گیا کہ آٹھ ہفتوں کی زچگی کی چھٹی پوری تن خواہ کے ساتھ ہوگی۔ دودھ پلانے کے وقفوں اور فیکٹری میں آرام کی سہولیات کے ساتھ، قبل از زچگی اور بعد از زچگی کی مفت نگہ داشت اور نقد الاؤنسز ملتے تھے......حتیٰ کہ ایامِ حیض میں بھی چند روز کی چھٹی تھی۔

زمین میں حصہ: 1922ء میں ساری مشترکہ زمین میں عورتوں کا مساوی حصہ قانون بن گیا۔

مشقت سے نجات: انقلاب کے تیسرے ہی دن ایک فرمان جاری ہوا جس میں آٹھ گھنٹے کام کا دن مقرر ہوا۔ عورتوں کی معدنی کانوں جیسے زیرِ زمین مزدوری پر پابندی لگا دی گئی۔ گھر اور فیکٹری میں عورت کی دوہری مشقت اس طرح دور کی گئی کہ بچوں کی نگہ داشت کا ایک وسیع نیٹ ورک قائم کر دیا گیا، جگہ جگہ کمیونٹی لانڈری رومز بنائے گئے اور کمیونل ڈائننگ ہال قائم کیے گئے تاکہ عورتوں کو گھریلو ڈیوٹیوں سے آزادی ملے۔

سیاسی سماجی زندگی میں شمولیت: خواندگی کا مشن چلایا گیا اور عورتوں کی سیاسی تربیت

کے پروگرام شروع کیے گئے۔(8)اسی طرح ہر جگہ کمیونسٹ پارٹی نے اپنے ویمن سیکشن کھول کر وسیع پیمانے پر عورتوں کے لیے سیاسی ایکٹوازم کے راستے کھول دیے۔ پارٹی اور ریاستی سطح پر عورتیں بلند عہدوں تک پہنچیں۔کئی عورتیں اہم ذمہ داریوں پہ لگادی گئیں۔

پدرسری کا خاتمہ: سوویت ریاست نے دسمبر 1917ء میں طلاق پر سے ہر طرح کی پابندیاں ہٹادیں۔1926ءمیں غیر رجسٹرڈ شادیوں کو تسلیم گیا۔(9)آزادانہ سول میریج کو قانونی حیثیت دی گئی اور قانون بنا کہ میاں یا بیوی میں سے جو بھی فریق چاہے،شادی ختم ہوسکتی ہے۔

ابارشن: سوویت یونین دنیا کا پہلا ملک تھا جس نے حمل ضائع کرنے کا حق دے دیا۔ (نومبر 1920ء میں)(10)اور ہسپتالوں کو یہ کام مفت میں کرنے کی ہدایت کی گئی۔غیر قانونی بچوں کو قانونی حیثیت دی گئی اور انھیں قانونی طور پر اُن بچوں کے مساوی حیثیت دی گئی جو شادی کے نتیجے میں پیدا ہوتے تھے۔بچے کی پرورش کا ذمہ خاندان کے بجائے ریاست نے یوں اٹھایا کہ'' لے پالکی ختم کرڈالی۔''

سوویت آئین کے دفعہ 122 میں کہا گیا:عورت کو مرد کے ساتھ کام میں' آٹھ گھنٹہ کام کے دن میں،کام کے معاوضے میں،آرام اور تفریح میں،سوشل انشورنس اور تعلیم میں برابر کے حقوق ہوں گے۔بڑے خاندان کی ماں اور غیر شادی شدہ ماں کو ریاستی امداد،زچگی کی چھٹی مکمل تن خواہ کے ساتھ ملے گی۔

9۔عدالتوں کے بارے میں فرمان

انقلابی نظم وضبط اور سوشلسٹ نظم وضبط برقرار رکھنے کو یقینی بنانے کے لیے عوامی انقلابی عدالتیں قائم ہوئیں۔پچھلے عدالتی نظام کو ختم کیا گیا۔مزدور عوام بورژوازی اور جاگیرداروں کی عدالتوں سے بہت نفرت کرتے تھے اور ان پہ اعتبار نہیں کرتے تھے۔عدالتوں کے بارے میں فرمان 22 نومبر 1917ء کو جاری ہوا جس نے پہلے والے پورے جوڈیشل اور پراسیکیوشن سسٹم کو ختم کردیا۔اب جج ڈائریکٹ اور جمہوری ووٹ کے ذریعے منتخب کیے جانے تھے۔عوام کے پاس یہ

حق بھی تھا کہ وہ اپنے ووٹ کے ذریعے کسی جج کو واپس بھی کرسکتے تھے۔(11)

10۔پولیس کے بارے میں فرمان

انقلاب کو اس کے اپنے مستقل مزدوروں کے ملیشیا کی ضرورت تھی،جو خوب منظم ہو اور جو انقلابی نظم وضبط کے دفاع کے لیے ایک اصل اور طاقت ور ذریعہ ہو۔28 اکتوبر کو نسل آف پیپلز کمیسارز نے پرانے بورژوا پولیس فورسز کو توڑ دیا اور سوویتوں کے تحت واقعتاً ایک مقبول ملیشیا قائم کرنے کا ایک فرمان جاری کیا۔(12)

11۔الیکٹری فکیشن

لینن نے 1920ء تک سارے ملک کو بجلی دینے کا پراجیکٹ بنالیا۔اس کا یہ نعرہ کونے کونے تک پھیلایا گیا:''کمیونزم برابر ہے سوویت اقتدار جمع سارے ملک کو بجلی دینے کے۔''(13)چناں چہ بڑے پیمانے پر بجلی پہنچائی گئی اور خوب صنعتیں لگائی گئیں۔اس سے ٹرانسپورٹ کی سہولیات وسعت پاگئیں۔زرعی پیداوار مشینی بنادی گئی۔

12۔سائنس وٹکنالوجی

لینن ، جدید ٹکنالوجی کو آزاد کرنے کی قوت سے بہ خوبی آشنا تھا۔وہ اپنے مزدور اور استحصال شدہ عوام کو نئی معاشی ترقی کے روڈ پر لے جانا چاہتا تھا:''ایک نئے سماجی بندھن کی تخلیق کی طرف،ایک نئے لیبر ڈسپلن کی طرف،لیبر کی ایک تنظیم کی طرف جو سائنس اور کیپٹلسٹ ٹکنالوجی کے آخری لفظ کو طبقاتی شعور رکھنے والے مزدوروں کے بڑے ایسوسی ایشن کے ساتھ جوڑے اور بڑے پیمانے کی سوشلسٹ انڈسٹری پیدا کرے۔''

اس نے سائنس دانوں کو بہترین سہولتیں دیں، اس کے باوجود کہ سائنس دانوں کی اکثریت انقلاب کے بارے میں غیر جانب دار یا مخالف تھی۔سائنسز اور ہیومینٹیز کا احاطہ کرنے

والے ادارے ''اکیڈمی آف سائنسز'' کو وسیع خود مختاری دے کر کام کرنے دیا گیا۔ لینن ہمیشہ قرار دیتا تھا کہ سائنس اور سوشلزم ایک خاص نوعیت کے تعلقات میں ہیں او وہ ایک دوسرے کو تقویت بخشتے ہیں۔(14)

13۔ یتیموں کے بارے میں

19 نومبر 1918ء میں لینن نے یتیموں کے لیے ریاستی گھروں کے قیام کا فرمان جاری کیا۔

14۔ ٹریڈ یونین

پارٹی نے طے کرلیا کہ انقلاب کے پراسیس میں ٹریڈ یونینوں کو ''ناگزیر طور پر سوشلسٹ ریاست کے اعضا کے بہ طور ڈھالنا ہوگا۔ اُس حیثیت میں انھیں پیداوار منظم کرنے کا بوجھ سنبھالنا ہوگا۔

لینن نے یہ نہیں کہا کہ موجودہ انتظامیہ کو نکال کر مزدور نمائندوں سے تبدیل کیا جائے، بل کہ انھیں نگرانی میں رکھا جائے۔ اس نے اس عام تصور کو ''مزاحیہ'' کہہ کر مسترد کیا کہ مثلاً ریل وے کو ریل مزدوروں کے ہاتھ میں منتقل کیا جائے۔''

بورژوا انقلابات کا کام اقتدار قبضہ کرنا ہوتا ہے بس! مگر سوشلسٹ انقلاب میں اقتدار پہ قبضہ کرنا محض پہلا قدم ہوتا ہے۔ اس لیے کہ اس کا بنیادی مقصد سماج میں استحصال اور عوام کی محکومیت پر مبنی سماجی سیاسی اور معاشی رشتوں کا خاتمہ ہوتا ہے۔

اکتوبر انقلاب کے فوراً بعد لینن نے لکھا: ''مزدوروں کے کنٹرول پہ ایک مسودہ قانون''، جس کے مطابق مزدور ساری انڈسٹریل، ٹریڈنگ، بینکنگ، زراعتی اور دیگر کاروباروں جس میں پانچ سے زائد ملازم ہوں یا جس میں سالانہ دس ہزار روبل سے زائد کی بکری ہو، کی ساری سرگرمیوں کو سپروائز کرنا تھا''۔ جب تک مزدوروں اور آفس ملازمین کے نمائندوں کے منتخب نمائندے

اجازت نہ دیں اُس وقت تک ایک کاروبار یا صنعتی اسٹیبلشمنٹ کے کام کو روکنا منع ہے۔''(15)

ورکرز کنٹرول کمیٹیاں بنی تھیں جن کا کام ہر کماڈٹی کی پیداواری لاگت اور اس کاروبار کی مالی صورت حال چیک کرنا تھا۔

کمرشل رازوں پہ پابندی لگادی گئی۔

یوں مزدور طبقہ صرف پروڈیوسر نہیں ہوگا بل کہ پیداوار کا آرگنائزر بھی ہوگا۔

26 اپریل 1918ء کو درانتی اور ہتھوڑے والا نشان تخلیق کیا گیا جو یو ایس ایس آر اور کمیونسٹ تحریک کی اہم علامات میں سے ایک تھی۔

15۔ ڈیموکریسی

لینن کے مرتب کردہ سوشلزم کے اصولوں میں مکمل ڈیموکریسی (جس کے بغیر بہ قول لینن سوشلزم کام یاب و کام ران نہیں ہوتا) کا مطلب تاریخی جدوجہد میں کروڑوں عوام کی تخلیقی قوتوں کو جگانا، انھیں انقلابی عمل میں شریک کرنا اور ان سے سماج اور ریاست کے کاروبار کو چلانا ہے۔

لینن کے نزدیک کیپٹلسٹ ممالک میں جمہوریت کی فیصلہ کن شکل پرولتاریہ کی کلاس سٹرگل ہی ہوگی۔ اس نے کئی دفعہ ڈیموکریسی کے لیے جدوجہد اور سوشلزم کے لیے جدوجہد کے مابین اٹوٹ اور مسلسل بڑھتے ہوئے نامیاتی تعلق پر مدلل روشنی ڈالی۔

اس کے خیال میں کیپٹلسٹ ڈیموکریسی سرکٹی ہوئی، مکروہ اور مکار ڈیموکریسی ہے۔ اس لیے کہ یہ محض ایک معمولی اقلیت یعنی امیروں کے لیے ہوتی ہے۔

کیپٹلزم کے تحت پرولتاریہ کے لیے سٹیٹ کی بہترین شکل تو ڈیموکریٹک ری پبلک ہے لیکن یہ حقیقت ہے کہ انتہائی جمہوری بورژواری پبلک میں بھی اجرت کی غلامی لوگوں کا نوشتۂ تقدیر ہے۔

ایک بورژواری پبلک خواہ کتنی ہی جمہوری کیوں نہ ہو، لازمی طور پر بورژوازی کی ڈکٹیٹر شپ قائم رکھے گی، استحصال کے مشین کی ڈکٹیٹر شپ قائم رکھے گی اور بہت بڑی اکثریت میں

موجود مزدوروں کو کیپٹلسٹ گروہ کی طرف سے محکوم رکھے گی۔ اس کے برعکس ، پرولتاریہ کی ڈیموکریسی اُن لوگوں کی آرگنائزیشنوں کو جنھیں کیپٹلسٹ کلاس نے محکوم رکھا ہے، یعنی واضح اکثریت کو، سٹیٹ مشینری کی مستقل اور متحد بنیاد میں ڈھال دے گی۔''

پالیسی واضح تھی ، اقدامات مرتب تھے ۔یعنی یہ کہ انقلاب بورژوازی کی دولت کو ضبط کرے گا، اُن کے پرنٹنگ پریسوں کو ، کاغذ کے سٹوروں کو ضبط کرے گا تا کہ انھیں مکمل طور پر مزدوروں اور اُن کی تنظیموں کے حوالے کیا جائے۔

پارٹی کا بلند ترین حکمران ادارہ، پولٹ بیورو ''ڈیموکریٹک سنٹرل ازم'' کے اصول پر کام کرتا تھا۔اہم ترین معاشی، سیاسی اور ملٹری فیصلے پولٹ بیورو کو کرنے ہوتے تھے۔ پولٹ بیورو کے اندر ممبر اپنی رائے آزادی سے دیتے تھے اور ایک بار جب پولٹ بیورو ممبروں کی اکثریت کی رائے آجاتی تو پھر سارے پولٹ ممبرز کو اُس فیصلے کے مطابق چلنا ہوتا تھا۔

لینن نے پارٹی کے اندر زبردست جمہوریت قائم کی ۔ جتنے بھی بڑے فیصلے لینے ہوتے تھے، وہ زبردست مباحثہ اور ووٹ کے بعد طے ہوتے تھے۔اُن دونوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ ایک مضبوط اقلیت موجود ہوتی تھی جس کی تعداد بڑھتی گھٹتی رہتی تھی۔مگر وہ اقلیت موجود ضرور رہتی تھی اور کبھی بھی اس اقلیت کو نکالنے کا سوال نہ تھا۔ جب بھی راہ نما اداروں کے انتخاب کی بات ہوتی تو بہت کوشش ہوتی تھی کہ مختلف رجحانات کی نمائندگی رہے۔

لینن تو اس حد تک جاتا تھا:''اگر کسی معاملے پر بنیادی اختلافات ہوں تو ہم سنٹرل کمیٹی کے ممبر کو پارٹی کے سامنے اُسے پیش کرنے کے حق سے محروم نہیں کر سکتے۔''

لینن کہتا تھا کہ سوشلزم کی روح بیوروکریٹک رویوں سے نا آشنا ہوتی ہے۔سوشلزم اوپر سے احکامات سے پیدا نہیں ہوتا۔سوشلزم زندہ جان دار کی طرح ہے اور تخلیقی ہے۔ یہ خود مقبول عوام الناس کی تخلیق ہے۔

لینن نے بہت پہلے 1895ء میں جیل سے اپنے ساتھیوں کو اُس وقت بنائی جانے والی پارٹی کے لیے ایک پروگرام کا ڈرافٹ بھیجا تھا۔اس ڈاکومنٹ میں اس نے اعلان کیا کہ''روسی ورکنگ

کلاس کی نجات کی جدوجہد ایک سیاسی جدوجہد ہے، اور اس کا پہلا مقصد سیاسی لبرٹی حاصل کرنا ہے۔ اس میں ایک آئین ساز اسمبلی کا اجلاس، عام ووٹ کا حق ، مجمع کرنے اور تنظیم بنانے کی آزادی، ہڑتال کی آزادی، پریس کی آزادی، ضمیر کی آزادی اور قوموں کے بیچ برابری ہوگی۔''(16)

لینن کہتا تھا کہ''پرولتاریہ کی ڈکٹیٹرشپ، عوام یعنی اکثریت کے لیے ڈیموکریسی پیدا کرے گی۔ڈیموکریسی کی نشوونما ایک خاص مرحلہ پہ پہلے اس کلاس کو باہم مضبوطی سے جوڑ دے گی جو کہ کیپٹلزم کے خلاف ایک انقلابی سٹرگل شروع کرتا ہے (یعنی پرولتاریہ) اور اسے بورژوازی کو شکست در شکست دے دے کر اُسے روئے زمین سے صفایا کرنے کے قابل بناتی ہے۔

مارچ 1918ء میں ساتویں پارٹی کانگریس سے خطاب میں لینن نے کہا:''سوویت اقتدار کسی بیوروکریسی کے بغیر، پولیس کے بغیر، کسی ریگولر آرمی کے بغیر ایک نئے طرز کی ریاست ہے، ایک ایسی ریاست جس میں بورژوا ڈیموکریسی کو ایک نئی ڈیموکریسی سے بدل دیا گیا، ایک ایسی ڈیموکریسی جو محنت کرنے والوں کے ہراول کو آگے تک لاتی ہے، انھیں قانون سازی اور ایگزیکٹو اتھارٹی دے دیتی ہے، انھیں ملٹری ڈیفنس کے لیے ذمہ دار بناتی ہے اور سٹیٹ مشنری تخلیق کرتی ہے جو عوام الناس کی از سرِ نو تربیت کرتی ہے۔''

16۔القابات کے خاتمے کا فرمان

ایک فیوڈل سماج کو یہ بات سمجھ میں ہی نہیں آسکتی کہ سیاسی عمل سماجی اور عوامی ہوتا ہے۔ اس میں کوئی ایک پہلوان فرد فیصلہ کن نہیں ہوتا۔ چناں چہ ایک جمہوری پارٹی ، انقلاب یا حکومت میں اجتماعیت کی اولیت کو سامنے لایا جاتا ہے۔ وہاں''ممتاز'' کارکن، راہ نما، دانش ور یا لیڈر جیسے الفاظ استعمال کرنے کی حوصلہ شکنی کی جاتی ہے۔

سوویت انقلاب میں ایسا ہی ہوا۔ وہاں سارے القابات اور طبقاتی امتیازات ختم کردیے گئے۔آپ تصور کرنے میں بھی حیران ہوں گے کہ سوویت انقلاب کے نتیجے میں وہاں 'تواریش' (Tawareesh) یعنی ''سنگت' وہ لفظ قرار پایا جس سے شہری ایک دوسرے کو مخاطب کرتے تھے۔

17۔آرمی کا فرمان

انقلاب دشمن آفیسروں اور جنرلوں کو آرمی اور نیوی سے اکھاڑ پھینکا گیا۔ 17 دسمبر 1917 ئسوویت حکومت نے دوفرمان جاری کیے۔ایک کا عنوان تھا:''آرمی کے اندر الیکشن اصول اور اتھارٹی'' اور دوسرے کا عنوان تھا: سارے سروس مین (service men) کے لیے برابر کے حقوق۔''ان فرمانوں کے نتیجے میں آرمی سیدھا سیدھا'' کونسل آف پیپلز کمیسارز'' کی ماتحتی میں آ گئی۔اسی طرح ہر یونٹ میں سولجرز کی کمیٹی کمان کرے گی۔رجمنٹ کی سطح تک سارے کمانڈر سپاہیوں کی جنرل میٹنگ میں الیکٹ ہوتے تھے۔رجمنٹ سے اوپر والے کمانڈر سولجرز کمیٹی کی کانگریسوں میں الیکٹ ہوتے تھے۔سخت ڈسپلن متعارف کرایا گیا ، جو ڈنڈے اور کمر توڑ fatiques کے ذریعے نافذ نہیں کیا جاتا تھا بل کہ رفیقانہ اثر سے، سولجرز کمیٹیوں کی اتھارٹی اور سپاہی کے انقلابی شعور سے۔سارے ملٹری لوگوں کے حقوق برابر تھے۔

اس فرمان کے تحت فوج میں سارے رینک ختم کر دیے گئے۔فوجی یونٹس کو جمہوری طور پر منتخب لیڈرز چلاتے تھے،جن کو نیا آرمی رینک تو نہیں دیا جاتا تھا،مگر وہ افسر کے بہ طور کام کرتے تھے۔انقلابی فوج میں تو سارے ملٹری والوں کو''سولجر'' کا فخریہ ٹائٹل دیا گیا۔وردی پہ اعزازات کی نشانیاں لگانے اور افسروں کو سلیوٹ مارنے پر پابندی لگا دی گئی۔

ریفرنسز

1۔اونچکین۔لینن۔۔۔صفحہ 177

2۔پیئرسن۔۔۔دَہ سیلڈ ٹرین۔179

3۔بروئے وچ،بونچ امری شاہ محمد۔منتخب سوویت ادب۔2021ء۔سنگت اکیڈمی آف سائنسز،کوئٹہ۔صفحہ 29

4۔لینن۔سوویت اقتدار اور کسانوں کی حالت۔دوسرا ایڈیشن۔1974ء۔دارالاشاعت ترقی۔ماسکو۔صفحہ 7 سے 10

5۔سکاٹکن،کاوَ جانوف۔نادژدا کروپسکایا۔پراسپکٹس۔نمبر 1994.1/2ء۔پیرس۔یونیسکو۔صفحہ 4

6۔ایضاً۔صفحہ 4

7۔ایضاً۔صفحہ 3

8۔لوئی فشر۔دی لائف آف لینن۔صفحہ 149

9۔سائمن،ٹریبڑ وسیان۔لینن ازم انڈر لینن۔صفحہ 13

10۔لوئی فشر۔دی لائف آف لینن۔صفحہ 261

11۔زیوا گالیلی۔ "women and the Russian Revolution in Book Women and Revolution" Page70.

12۔ایضاً صفحہ 69

13۔اونچکین۔لینن۔۔۔صفحہ 208

14۔لینن۔سلیکٹڈ ورکس۔جلد 3۔صفحہ 215

15۔سروس۔اے پولیٹیکل لائف۔۔۔صفحہ 233

16۔سائمن۔۔۔لینن ازم انڈر لینن۔صفحہ 63

جرمنی کے ساتھ صلح نامہ

(3مارچ1918ء)

انقلابی جانتے تھے کہ سوویت حکومت کی حالت اُس وقت تک مضبوط نہیں کی جاسکتی، جب تک کہ روس اور جرمنی کے مابین جنگ جاری رہے گی۔ اس لیے اکتوبر انقلاب کی کام یابی کے وقت ہی سے پارٹی نے صلح کے لیے محنت شروع کردی۔

سوویت حکومت نے اس پہلی عالمی سام راجی جنگ میں شامل تمام برسرِ پیکار حکومتوں اور عوام سے مطالبہ کیا کہ وہ ایک منصفانہ جمہوری صُلح کے لیے فوری گفت وشنید شروع کردیں۔ لیکن ''اتحادیوں'' (برطانیہ اور فرانس) نے سوویت حکومت کی تجویز کو رد کردیا۔ ان اتحادیوں کے انکار پہ سوویت حکومت نے دشمن جرمنی سے ڈائریکٹ گفت وشنید کرنے کا فیصلہ کیا۔

زمین پہ صورت حال یہ تھی کہ زار بادشاہ کے زمانے والی روسی فوج لڑتے رہنے کی پوزیشن میں نہ تھی۔ وہ ہر جگہ شکست کھاتی جارہی تھی، پسپا ہوتی جارہی تھی۔ یہ فوج خندقیں خالی کر کے گھروں کو فرار ہو رہی تھی۔ اِن نیم خالی خندقوں کی ایک ہی آواز تھی: ''امن، کچھ بھی ہو امن''۔ (1)

مسلسل جنگ تازہ تازہ برپا کردہ عوامی انقلاب کے سارے وجود کو بھی خطرے میں ڈالے جارہی تھی۔ جب کہ انقلاب کا وجود بحال رکھنا اہم تھا۔ انقلاب کو کسی بھی قیمت پہ بچانا لازم تھا۔

چناں چہ جرمنی سے یہ گفت وشنید 3 دسمبر 1917ء کو بریسٹ لٹوفسک میں شروع ہوئی۔ 5 دسمبر 1917ء کو عارضی صلح کا سمجھوتا ہوگیا۔ مگر 10 فروری 1918ء کو بریسٹ لٹوفسک میں مصالحتی گفت تو توڑ دی گئی۔ جرمنی کی شرائط بے حد سخت تھیں۔ لینن کا اصرار تھا کہ اس کے باوجود یہ شرائط مان لی جائیں۔ لیکن پارٹی کی سنٹرل کمیٹی کی اکثریت اُس سے متفق نہ ہوئی اور 7 کے مقابلے 9 ووٹوں سے طے پایا کہ صلح نامے پہ دست خط نہ کیے جائیں۔ یہ اس مسئلے پر لینن کی ''پہلی'' شکست تھی۔

چناں چہ 16 فروری کو جرمن حکومت نے عارضی صلح ختم کردی اور سوویت یونین پر حملہ شروع کردیا۔ جرمن حملوں کے سامنے زار بادشاہ کے زمانے والی روسی فوج درہم برہم ہوگئی۔ جرمن تیزی سے بڑھتے گئے اور بہت وسیع خطوں پر قبضہ کرتے گئے۔ خود دارالحکومت پیٹروگراڈ کو خطرہ ہوگیا۔ جرمن شہنشاہیت نے سوویت سرزمین پر اس غرض سے حملہ کیا کہ سوویت حکومت کو ختم کردے اور اُسے اپنا محکوم بنالے۔

17 فروری کو سنٹرل کمیٹی کی دوبارہ میٹنگ ہوئی۔ اِس بار لینن کی قیادت میں 5 ممبروں نے فوراً جرمن شرائط ماننے کے لیے ووٹ دیا۔ مگر چھ ووٹ مخالفت میں پڑے۔ چناں چہ لینن کو ''دوسری'' بار پھر شکست ہوگئی۔

18 فروری کو جرمنی نے پھر شدید حملہ کیا۔ سنٹرل کمیٹی کا اجلاس دوبارہ ہوا۔ لینن نے پھر شرائط قبول کرنے کا کہا مگر وہ ''تیسری'' بار بھی اقلیت میں رہ گیا۔

شام تک البتہ جرمن پیش قدمیوں کی خبروں نے عمومی رویہ تبدیل کردیا۔ لینن نے ایک بار پھر دشمن کی شرائط تسلیم کرنے کا کہا۔ مصیبت یہ تھی کہ اگر ایک طرف جنگ کی صورت میں سوویت یونین کو شکست ہو رہی تھی تو دوسری طرف صُلح کی صورت میں بھی جرمنی بہت کچھ مانگ رہا تھا: خطوں کے خطے، علاقوں کے علاقے۔ ایک مشکل ترین فیصلہ کرنا تھا اور لینن نے یہ فیصلہ کرلیا: ''ہم ایسٹونیا اور لٹویا کھو دیں گے۔ ایسٹونیا کے کامریڈ مجھے ملنے آئے تھے اور انھوں نے مجھے بتایا تھا کہ وہ دیہات میں سوشلسٹ نظام بہت عمدگی سے متعارف کررہے ہیں۔ سوشلسٹ ایسٹونیا کی قربانی ایک بہت بڑی دردنا کی ہے۔'' لینن نے مسکرا کر آگے کہا، ''مگر ہمیں ایسا کرنا پڑ سکتا ہے، ایسا کرنا پڑ سکتا ہے

امن کی خاطر۔‘‘(2)

انقلاب ،فوج، پارٹی اور لیڈرشپ کوستانے کا موقع چاہیے تھا۔سانس لینے کی اتنی مہلت کہ انقلابی صفیں برابر کی جائیں۔معیشت کو منظم کیا جائے اور داخلی وخارجی معاملات پہ غور کیا جائے۔

بالآخر 18 فروری 1918ء کو پارٹی کی مرکزی کمیٹی نے لینن کی یہ تجویز منظور کر لی کہ جرمن حکومت کو تار کے ذریعے صُلح کی رضامندی کی اطلاع دی جائے۔لیکن صلح نامے میں اور زیادہ شرائط منظور کروانے کی غرض سے جرمن بڑھتے ہی گئے اور کہیں جا کر 22 فروری کو وہ صلح کرنے پر راضی ہوئے۔اِس بار تیرہ میں سے سات ووٹ لینن کے ہوئے۔مگر نقصان یہ ہوا تھا کہ جرمنوں نے پہلے کے مقابلے میں کہیں زیادہ سخت شرائط پیش کی تھیں۔

3 مارچ 1918ء کو سوویت وفد نے بریسٹ لیٹوفسک معاہدے پر دست خط کر لیے۔

(3)

ریفرنسز

1۔ٹراٹسکی۔آن لینن۔ہے مارکیٹ بکس، شکاگو۔صفحہ 269
2۔ایضاً۔صفحہ 272
3۔ڈیوڈ شب۔اے بائیوگرافی۔صفحہ 339

ساتویں پارٹی کانگریس

(6،7اور 8 مارچ 1918)

ہم نے دیکھا کہ لینن کی پارٹی نے ایسے حالات سے ابتدا کی تھی، جسے بلوچی میں ’’گھوڑے کے منہ میں کانٹوں والی‘‘ لگام کی حالت کہتے ہیں۔ ہر طرف سے ہاتھ پاؤں بندھے ہوئے تھے۔

بس ایک ہتھیار ساتھ تھا۔اس کا سب سے اہم ہتھیار اُس کی کھڑی کی ہوئی اُس کی پارٹی تھی۔ یہ پارٹی بلوچستان کی ’’باپ پارٹی‘‘ کی طرح راتوں رات نہیں بنی تھی۔ نہ یہ سرداروں، زرداروں اور بکے ہوؤں کی پارٹی تھی۔روس کی انقلابی پارٹی روپوشیوں، پھانسیوں، جلاوطنیوں، جیلوں اور عقوبت خانوں میں سے گزر کر فولادی بنی پارٹی تھی۔اس کم ممبروں والی پارٹی نے خون پسینا بہا کر، جیل وجلاوطنیاں سہ کر، سروں کی قربانیاں دے کر بالآخر خود کو ایک انقلابی ہراول پارٹی میں ڈھال لیا تھا۔کام یابی کے ساتھ اور بہت کم نقصانات کے ساتھ اس پارٹی نے دنیا کے اولین ورکنگ کلاس انقلاب کی قیادت کی۔ اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ اگر یہ پارٹی پراسیس سے نہ گزری ہوتی تو اقتدار میں آ کر کتنی بھیانک غلطیاں کر چکی ہوتی، لیفٹ یا رائٹ مہم جوئی کا شکار ہوتی۔اس لیے کہ انڈرگراؤنڈ، پابندی لگی پارٹی سے اقتدار والی پارٹی بننے میں بہت فرق ہوتا ہے اور اس فرق کو ہضم کرانا بہت مشکل فریضہ ہوتا ہے!

جیسے کہ ذکر ہوا، جارح جرمن سے صلح کرنے کا سوال اتنا شدید تھا کہ اس نے پارٹی کے رینک اینڈ فائل کو ہلا کر رکھ دیا تھا۔

اب چوں کہ معاہدہ دستخط ہو گیا تھا اور جرمن ایڈوانس رک گئی تھی، اس لیے ستانے کی اس گھڑی میں بہت سارے ملتوی کام نمٹانے تھے۔ چناں چہ سنٹرل کمیٹی نے پارٹی کی کانگریس بلانے کا فیصلہ کر لیا۔ جرمن صلح نامے جیسے بہت بڑے فیصلے کی منظوری اِس بڑے ادارے سے لینا لازم تھی۔

کانگریس منعقد کرنے کی تیاریاں شروع ہو گئیں۔ ''پراودا'' میں تقریباً ہر دن لینن کے مضامین چھپنے لگے جن میں صلح کرنے کی ضرورت کے لیے دلائل پیش کیے جاتے تھے۔ مثلاً ''انقلابی لفاظی کے بارے میں''، ''خارش کے بارے میں''، ''صلح یا جنگ''، ''ناخوش گوار صلح'' اور ''مشکل، لیکن ضروری سبق''، وغیرہ۔ یہ مضامین فوراً ہی ''پراودا'' سے لے کر پارٹی اور سوویتوں کے مقامی اخباروں تک میں شائع کیے جاتے تھے اور ساری پارٹی اور عوام ان سے باخبر ہو جاتے تھے۔

6، 7 اور 8 مارچ 1918ء کو پیٹروگراڈ میں پارٹی کی ساتویں کانگریس منعقد ہوئی۔ اکتوبر سوشلسٹ انقلاب کی فتح کے بعد پارٹی کی یہ پہلی کانگریس تھی۔ لینن اس کی ساری کارروائی کی رہ نمائی کر رہا تھا۔ وہ روزانہ کئی بار تقریر کرتا تھا۔ اس نے کُل ملا کر 18 بار تقریر کی۔ تقریباً ساری قراردادیں اُسی نے لکھی تھیں۔ مرکزی کمیٹی کی سیاسی رپورٹ میں اس نے ناقابلِ تردید طریقے سے جرمنی کے ساتھ امن معاہدہ کرنے کی ضرورت کو ثابت کیا۔

ساتھ میں پارٹی پروگرام میں تبدیلیوں کی اشد ضرورت تھی۔ پارٹی پروگرام تو وہ نظریاتی فرش ہے جس پہ پارٹی کھڑی ہو کر ہر طرح کے حالات کا مقابلہ کرتی ہے اور مستقبل کے لیے منصوبے بناتی ہے۔ چوں کہ روس میں اقتدار پہ قبضہ کرنے کے بعد اب پارٹی کا رول بدل گیا تھا، اسی لیے لینن نے ایک نیا نام اور نئے پروگرام کی تجویز دی۔ اب ''روسی سوشل ڈیموکریٹک لیبر پارٹی'' موزوں نام نہیں رہا تھا۔ دیگر وجوہات کے علاوہ ایک بڑی وجہ یہ تھی کہ یورپ میں اسی نام سے کام کرنے والی ساری پارٹیاں موقع پرست بن گئی تھیں۔ وہ سب کی سب پہلی عالمی سامراجی جنگ کے حق میں تھیں، جب کہ روس کی پارٹی جنگ کی سخت مخالف تھی۔ اس لیے لینن ''سوشل

ڈیموکریسی'' کے نام سے جان چھڑانا چاہتا تھا۔ چناں چہ اس نے ''روسی کمیونسٹ پارٹی'' کا نام تجویز کیا۔ اس تجویز کو اکثریت کے ووٹ ملے۔

کانگریس میں بریسٹ لیٹوفسک کے صلح نامے پر رپورٹ پیش کرتے ہوئے لینن نے کہا:

''پارٹی کے اندر ایک انتہا پسند مخالف گروہ قائم ہو جانے کی وجہ سے ہماری پارٹی جس شدید بحران سے گزر رہی ہے، روسی انقلاب کو اس سے زیادہ شدید بحران کا کبھی مقابلہ نہیں کرنا پڑا۔'' لینن کی پیش کردہ قرارداد کی حمایت 30 ڈیلیگیٹس نے کی اور 12 نے مخالفت کی، 4 نے ووٹنگ میں حصہ نہیں لیا۔

اس قرارداد کی منظوری کے دوسرے دن لینن نے ایک مضمون لکھا جس کا عنوان تھا:

''ایک تشویش ناک صُلح نامہ۔''

''صُلح کی شرطیں ناقابلِ برداشت ہیں۔ لیکن تاریخی قوتیں اپنا کام کرتی رہیں گی۔ ہمیں تنظیم کے کام میں مصروف ہو جانا چاہیے اور صرف تنظیم میں لگے رہنا چاہیے۔ باوجود ان تمام مشکلات کے جن کا ہمیں مقابلہ کرنا پڑ رہا ہے۔''

یہ ایک ایسا معاہدہ تھا جو دو برابر کے فریقین کے بیچ نہ تھا بل کہ یہ معاہدہ ایک بڑی قوت اور ایک تھکی ہوئی فوج کے درمیان میں تھا۔ ایسے معاہدوں پر کم زور تو عمل کرتا ہے مگر بالادست اپنی مرضی چلاتا ہے۔ لینن نے یہی کہا تھا: ''جس امن تک ہم پہنچے ہیں وہ بہت ہی غیر مستحکم ہے اور جو سانس لینے کی مہلت ہم نے حاصل کی ہے، وہ کسی بھی دن توڑی جا سکتی ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ہماری انٹرنیشنل صورتِ حال اس قدر نازک ہے کہ ہمیں جتنی دیر تک ممکن ہو زندہ رہنے کی کوشش کرنا ہوگی۔''

بریسٹ لیٹوفسک کے اِس صلح نامے نے پارٹی کو اس بات کی مہلت دی کہ وہ سوویت اقتدار کو مستحکم کر سکے اور ملک کی معاشی زندگی کی تنظیم کر سکے۔

قرارداد میں کانگریس نے اعلان کیا کہ سوویت ری پبلک پر سامراجی ریاستیں ضرور حملہ کریں گی۔ اسی لیے کانگریس نے پارٹی کا یہ بنیادی فرض سمجھا کہ پارٹی اپنا ڈسپلن مضبوط کرے اور عوام کو اپنے سوشلسٹ ملک کے دفاع کے لیے تیار کرے۔ سرخ فوج کی تنظیم کرے اور ہمہ گیر فوجی

تربیت شروع کردے۔

3 مارچ 1918ء کو بریست لیٹوفسک میں دست خط شدہ امن معاہدے نے پارٹی کو ذرا سا موقع عطا کر دیا کہ وہ سوشلسٹ انقلاب کے سب سے اہم پہلوؤں پر توجہ مرکوز کرے، یعنی تنظیم کے معاملات پر۔ پہلی عالمی سام راجی جنگ سے چھٹکارا پانے کی وجہ سے مزدور طبقے اور محنت کش کسانوں کو چین سے سانس لینے کا موقع ملا۔

اکتوبر انقلاب کے دوران لینن نے بالشویک پارٹی کو یہ دکھلا دیا کہ جب حالات سازگار ہوں تو کس طرح بے دھڑک آگے بڑھنا چاہیے۔ اس صُلح کے زمانے میں لینن نے پارٹی کو اس بات کی تعلیم دی کہ جب دشمن کی طاقت بہت زیادہ ہو تو کس طرح باقاعدہ پیچھے ہٹنا چاہیے تاکہ پوری طرح ایک نئے حملے کی تیاری کی جا سکے۔

تاریخ نے لینن کی پالیسی کو درست ثابت کر دیا۔

فروری 1918ء میں روس کا پرانا کیلنڈر ترک کر دیا گیا اور وہ مغربی کیلنڈر اپنا لیا جو آج پوری دنیا میں مروج ہے۔

گلیوں سڑکوں کے نام بدل کر مارکس، اینگلز، لب نخت، روز الگزمبرگ، پلیخانوف اور بیبل کے نام پر رکھے گئے۔

دارالحکومت تبدیل

دریں اثنا خطرہ پیدا ہو چلا تھا کہ اگر جرمن ایک ہی بڑے حلّے میں پیٹرس برگ کو تاراج کر دے اور سب انقلابیوں کو بھی، تو انقلاب تو ختم ہو جائے گا۔ تجویز تھی کہ اگر حکومت ماسکو شفٹ کی جائے تو پیٹرس برگ کا دشمن کے قبضے میں جانا ایک کاری ضرب تو ہوتا مگر محض ایک ضرب ہوتا۔ اس کے علاوہ اُس وقت کے موجود حالات میں اگر حکومت پیٹرس برگ میں رہتی تو اس سے صرف فوجی خطرے کو بڑھاوا ملتا۔ لیکن اگر حکومت ماسکو میں ہو تو پیٹرس برگ پر قبضہ کی ترغیب بہت کم ہو جاتی۔ ایک بھوکے انقلابی شہر پہ قبضے کا جرمنی کو کیا فائدہ ہونا تھا؟!

بہرحال نتیجہ یہ نکلا کہ 11 مارچ 1918ء کو حکومت پیٹروگراڈ سے ماسکو منتقل ہو گئی۔ یوں اب ماسکو سوویت ریاست کا دارالحکومت بن گیا۔ عوامی کمیساروں کی کونسل اور کل روس مرکزی انتظامیہ کمیٹی کے دفاتر کریملن میں آ گئے۔ لینن کا دفتر بھی کریملن آ گیا۔

سول وار

لینن نے جرمنی کے ساتھ امن معاہدہ ایسے وقت کیا جب مغرب میں لڑائی زور شور سے جاری تھی۔ اس معاہدے نے پورے یورپ میں حالات اتھل پتھل کر دیے۔ اس لیے کہ اب ساری جرمن توجہ وہاں مغرب کی طرف مرکوز ہو گئی۔ دوسری بات یہ ہوئی کہ جس طرح روس کے مزدوروں نے امن کی بے پناہ خواہش کی تھی، اسی طرح اب دوسرے جنگیاتی ممالک میں بھی امن کے مطالبات کے زور پکڑنے کا خدشہ بڑھتا جا رہا تھا۔

انگلینڈ، فرانس، جاپان اور امریکا نے یہ سب کچھ نہ ہونے دینے کے لیے روس کے انقلاب ہی کو مار دینا چاہا۔ انھوں نے روس کے اندر موجود انقلاب دشمنوں کو ساتھ ملایا اور پھر روس پہ اپنی فوجیں چڑھا دیں۔ یعنی جس امن کے لیے روس نے جرمنی کی شرم ناک شرائط بھی مان لی تھیں، وہ امن اب جرمنی کے دشمن ممالک نے اغوا کر لیا۔ روس، روسی پارٹی، روسی قیادت اور روسی عوام کی جنگ سے نکلنے کی ساری کوششوں کے باوجود روس ایک بار پھر جنگ کی جلتی بھٹی میں جھونک دیا گیا۔

اتحادیوں (انگلینڈ، فرانس اور امریکا) کی طرف سے اس تازہ حملے میں جرمنی نے حصہ تو نہیں لیا اِس لیے کہ اُس سے تو امن معاہدہ ہو چکا تھا لیکن وہ خوش ضرور ہو رہا تھا۔ سوشلزم تو اُس کا دشمن بھی تھا۔ اُسے اچھا لگ رہا تھا کہ اتحادیوں کے حملے سے سوشلزم کمزور ہو رہا تھا۔

پہلے ہی، جرمنی کے ساتھ معاہدہ کا نتیجہ یہ ہوا تھا کہ بہت بڑے علاقے روس سے جرمنی کے قبضے میں چلے گئے تھے۔ اب بقیہ سرزمین پر اتحادیوں نے قبضہ کرنا شروع کر دیا اور بالآخر صورت حال ایسی بن گئی کہ روس اُن تمام علاقوں سے محروم ہو گیا جہاں سے خام مال، غذا، تیل اور کوئلہ ملتا تھا۔

انقلاب کے بارے میں تو خیر کسی کا بھی یہ خیال نہیں ہوتا کہ یہ آسان ہو گا مگر اتنی اور پیچ

درپیچ مشکلات میں پڑنے کا بھی کسی کو اندازہ نہ تھا۔

1919-18ء کے سال کُلکوں، ڈینی کن اور یوڈین اچ کے خلاف شدید خانہ جنگی کے سال بھی تھے۔ یہ سول وار کے سال تھے، اتحادی ممالک کی طرف سے مداخلت کے سال تھے اور سوویت یونین کو تنہا کر دینے والے سال تھے۔ قحط اور بڑی معاشی تباہی بھی موجود تھی۔ فیکٹریاں بند پڑی تھیں، ریل وے مکمل طور پر غیر منظّم تھا اور فوج ابھی مکمل طور پر ڈسپلن میں نہ تھی۔

مگر لینن بھی تو عوامی خواہشات کے دل میں رہتا تھا اور دوسری طرف عوام بھی جیسے اُس کی خواہشات کو اپنا چکے تھے۔ لینن نے پیٹروگراڈ مزدوروں کو ایک ٹیلی گرام بھیجا:

''......انقلاب کی ضمانت تشویش ناک ہے۔ یاد رکھو، صرف تم ہو جو انقلاب کو بچا سکتے ہو، کوئی اور نہیں......وقت کم ہے: دردناک مئی کے بعد دردناک جون نے آنا ہے، جولائی نے آنا ہے اور شاید اگست کا کچھ حصہ بھی۔''

یہ کمال آدمی کبھی بھی عوام کو الگ رکھ کر کوئی اقدام نہیں کرتا تھا۔ اُس کا ایمان تھا کہ سوشلزم کو ''لاگو'' نہیں کیا جا سکتا بلکہ وہ یقین رکھتا تھا کہ سوشلزم کو انقلاب میں سے آرگینک طور پر اگنا اور بڑا ہونا ہوگا، ایک تخلیقی ورکنگ کلاس کے کثیر اقدام کے ذریعے سے۔ اسے اندازہ تھا کہ جرمنی کے ساتھ امن کرنے کے بعد ملک کو اپنی معیشت بحال کرنی ہے، انقلاب نے اپنی حاصلات کو مضبوط کرنا ہے اور پارٹی کو بڑے پیمانے پر سوشلسٹ تعمیر کا پروگرام بنانا اور بھرپور انداز میں چلانا ہے۔

اس دوران ایک اور بحران پیدا ہوا۔ 1918ء کے بہار اور گرما میں خوراک کا خطرناک بحران پیدا ہوا۔ ماسکو، پیٹروگراڈ اور دوسرے شہروں کے مزدور کبھی کبھی تو ہفتوں تک اپنے راشن کی روٹی حاصل نہیں کر پاتے لہٰذا اب قحط کے خلاف جدوجہد، ردِ انقلاب کے خلاف جدوجہد سے مدغم ہوئی۔

1918ء میں فوجی دستے دیہات میں بھیجے گئے تاکہ چھپائے ہوئے اناج پہ قبضہ کریں۔ ان دستوں کو ''خوراک جمع کرنے کے دستے'' کہا جاتا تھا۔

جون 1918ء میں ''وار کمیونزم'' متعارف کرایا گیا، جس کے تحت:

1۔ ساری انڈسٹری نیشنلائز کی گئی اور سخت مرکزیت والی انتظامیہ متعارف کرائی گئی۔

2۔ بیرونی تجارت پر ریاستی اجارہ داری قائم کی گئی۔

3۔ مزدوروں کے لیے ڈسپلن سخت کیا گیا۔

4۔ زرعی زائد پیداوار کسانوں سے لے کر بقیہ آبادی میں تقسیم کی جانے لگی۔

5۔ خوراک کی راشن بندی کی گئی۔

6۔ پرائیویٹ enterprise غیر قانونی ہوگئی۔

لینن نے ہنگامی بنیادوں پر غریب کسانوں کی کمیٹیاں منظّم کرنے پر زور دیا۔ اس نے پوری قوت سے مزدوروں کو ''خوراک بٹالینوں'' میں شامل ہونے کی مہم چلائی۔ لینن نے مزدوروں کو بتایا کہ اُس لمحے اناج کے لیے لڑائی، سوشلزم کے لیے لڑائی تھی۔ لینن کو مزدوروں پر کتنا اعتماد تھا، اُس کے اس ایک فقرے سے واضح ہوتا ہے: ''لڑائی سے گزر کر آنے والے تجربہ کار مزدور، انقلاب کا ہر اول دستہ ہیں۔''

وہ ایک مشین بن چکا تھا۔ تصورات، خطوط، مضامین، پمفلٹ، کتابیں، پراجیکٹ اور الائنس اس کے دماغ میں سے دھماکا خیز طور پر برآمد ہو رہے تھے۔ اُس نے اپنی پارٹی کے ڈھائی لاکھ ممبروں کو ستانے نہ دیا۔

کتنے مشکل دِن تھے وہ!

پیرس کمیون صرف نوے دن تک قائم رہ سکا تھا۔ مگر جب روس میں انقلاب نوے دن پورے کر گیا تو لینن نے مطمئن انداز میں کہا تھا: ''ہم پیرس کمیون سے زیادہ جیے ہیں۔''

رقصاں بات دیکھیے کہ مصیبت کی اس چہار راہ پہ بھی لینن کی بنائی سنواری پارٹی نے پرولتاری بین الاقوامیت کا حسین پرچم بلند رکھا۔ عالمی سامراجی جنگ کے عروج پہ لینن کی آوازِ امن بلند ہوتی گئی اور جلد ساری دنیا کے عوام جنگ کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے۔ لینن کی بہادر اپیلیں پھیلتی گئیں۔ اس نے ہر ملک کے مزدوروں کو جنگ کے اس بدمست اونٹ کے مہار کو اپنے اپنے ملک کے سرمایہ دار رجعتی حکمرانوں کے خلاف موڑنے کا مدلل پیغام دیا۔ اس نے تقریروں کی بوچھاڑ کردی۔ اپیلوں، پمفلٹوں، پوسٹروں اور ہینڈ بلوں کے انبار چھاپے اور دنیا کے مزدوروں کو سمجھانے

اوران کی راہ نمائی کرنے پہ زبردست محنت کی۔

دوسری طرف وہ انتہائی سرعت اور مستقل مزاجی کے ساتھ فوجی نقل وحرکت کی تنظیم، سرخ فوج کی کمک، جنگی طاقت میں اضافہ اور خوراک لباس اور اسلحہ کی رسد رسانی کے معاملات کی نگرانی کر رہا تھا۔ اُس نے عوام پر اعتماد کرتے ہوئے معاملات سنبھالے۔ مزدوروں اور کسانوں نے اپنے بچوں سمیت اپنے انقلاب کو بچانے اور اس کے ثمرات کو محفوظ رکھنے کے لیے ایک بار پھر اپنے سر اور سینے پیش کر دیے۔ لینن سٹریٹجی اور ٹیکٹک کا ماہر تھا اور اُس کے عوام اُس کی بات سمجھنے کی مہارت حاصل کر چکے تھے۔

دوسری طرف پرولتاری بین الاقوامیت کا جذبہ جوش مارنے لگا۔ پورے یورپ میں مزدوروں نے اپنی اپنی بورژوا حکومتوں کے خلاف جلسے جلوس شروع کر دیے۔ خود روس کے اندر عوام نے جرأت و بہادری سے 14 ممالک کی فوجوں کو شکست دی اور چرچل کی اس خبیث خواہش کو خاک میں ملا دیا کہ ''نوزائیدہ بالشویک بچے کا اس کے پنگھوڑے کے اندر گلا دبا دو۔'' 1920ء میں جا کر بدخواہوں کی یہ شکست مکمل ہوئی۔

روس پر 14 ملکی خارجی جارحیت اور سول وار کے دوران ملک میں جو ''وار کمیونزم'' متعارف کرایا گیا تھا، اب سول وار کے بعد معیشت کی ازِ سرِ نو تنظیم کاری اور تعمیرِ نو کے لیے لینن کی پارٹی نے 1921ءمیں ''وار کمیونزم'' ترک کیا اور نیو اکنامکس پالیسی (NEP) کی وکالت کی جو مکمل طور پر تباہ شدہ معیشت کی تعمیرِ نو کے لیے ضروری تھا۔

روسی عوام بھلا اپنی جیتی ہوئی نعمت سے کیسے دست بردار ہوتے!! روس ایک ایسی نعمت حاصل کر چکا تھا کہ جس کی وجہ سے دنیا بھر کے مظلوم لوگ اُس ملک کو اپنے لیے ایک آسرا سمجھتے تھے۔

سوویتوں کی پانچویں کانگریس

یہ کانگریس 10 جولائی 1918ء کو منعقد ہوئی۔ اس نے اِس کمیونسٹ دیس کا پہلا آئین منظور کیا۔ اس آئین نے ''رشین سوویت فیڈریٹڈ سوشلسٹ ری پبلک'' (RSFSR) قائم کیا۔

اس آئین کے تحت ملک میں بہت سی قومی اقلیتوں کو آٹونومس بنا دیا۔ اسی خوب صورت آئین ہی کے تحت دسمبر 1918ءمیں لیٹویا اور لتھوانیا نامی چھوٹی قوموں نے اپنی آزادی کا اعلان کیا اور ماسکو نے بغیر اگر مگر کے فوری طور پر اُن دونوں قومی اقلیتوں کو آزاد ممالک کی حیثیت سے تسلیم کیا۔(2)

لینن پہ چلی گولی

(30 اگست، 1918ء)

یہ تو ایک پکی بات ہے کہ ورکنگ کلاس کے دشمن، ایک انقلابی سے سنگین ترین اور متشدد ترین نفرت کرتے ہیں۔

روس میں بھی ایسا ہی تھا۔ اس ملک میں انقلاب ابھی تک اپنی زچگی کے وقت کی بحرانی کیفیت سے نکلا نہ تھا۔ اس نحیف و ناتواں بچے کے مقابل ابھی بھی انقلاب دشمن، اُن کے جاسوس اور اُن کا سب سے بڑا اتحادی یعنی ''بھوک'' موجود تھی۔

انقلاب کو سال بھی نہ ہوا تھا کہ 30 اگست 1918ء کو ایک انقلاب دشمن پارٹی (سوشلسٹ ریولیوشنری) کی رکن، ڈورا فانیا کپلان نامی عورت نے لینن پہ گولی چلا دی۔ اُس نے ریوالور سے لینن پر قریب سے گولیاں چلائیں۔ اُس وقت لینن مزدوروں کے ایک جلسے سے خطاب کر کے فیکٹری سے نکل کر گاڑی کی طرف جا رہا تھا۔ تین میں سے دو قہر بھری گولیاں اُسے لگیں۔ ایک گولی نے اس کا کندھا داغ دیا، بایاں کندھا فریکچر اور بایاں بازو زخمی کر دیا۔ جب کہ دوسری گولی بائیں پھیپھڑے کی چوٹی میں سے تیرتی ہوئی گزری اور گردن کے بائیں سے دائیں طرف جا کر براجمان ہوئی اور دائیں Sternoclavical Joint کے قریب جا کر پھنس گئی۔ وہ ریڑھ کی ہڈی کے ذرا سامنے سے گزری۔ ریڑھ کی ہڈی کی طرح خون کی بڑی نالیاں بھی بچ گئیں۔ اگر گولی ایک ملی میٹر بھی یہاں وہاں جاتی تو لینن کی موت یقینی تھی۔ بائیں پھیپھڑے میں شدید خون بہا۔ اس حد تک کہ اُس کے دباؤ نے لینن کے دل کو بہت دائیں طرف دھکیل دیا۔

ٹراٹسکی نے اِس واقعہ کی سنگینی کے بارے میں لکھا: ''ضربیں تیزی سے پڑ رہی تھیں،

دائیں پہ، بائیں پہ، اور سیدھا ہمارے سروں پر۔ مگر یہ آخری ضرب ہمیں پشت پر لگی، اسے پیچھے سے مارا گیا۔'' (3)

لینن کے ڈرائیور اور ساتھی کیل نے ہسپتال جانے کا خطرہ مول نہ لیا۔ اُسے خدشہ تھا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ قاتلوں کا دوسرا گروہ ہسپتال میں زخمی لینن کا منتظر ہو۔ چناں چہ ہسپتال جانے کے بجائے وہ انقلابی کریملن کی طرف گاڑی دوڑاتا گیا۔

لینن کا خون بری طرح بہہ رہا تھا۔ وہ پسینے میں شرابور، زرد ہلدی بنے، ہانپتے کانپتے اور سہارا دینے کی پیش کشوں کو ٹھکراتے ہوئے خود چل کر تیسری منزل تک گھسٹتا ہوا گیا۔ جس وقت ڈاکٹر اُس کی جان بچانے کی کوشش کر رہے تھے، اس نے مسکرا کر اُن سے کہا: ''خیر ہے، انقلابیوں کو ایسے دن دیکھنے ہوتے ہیں۔'' (4)

کروپسکایا اُس وقت ماسکو یونی ورسٹی میں ایک میٹنگ میں تھی، کریملن بھاگ آئی۔ اُس کی تو زندگی کو گولی لگی تھی۔

پیٹروگراڈ کا ہر مزدور، پورے یورپ کا مزدور حتیٰ کہ ساری دنیا کا مزدور، جہاں بھی کسی نے لینن پر قاتلانہ حملے کی خبر سنی، اس نے اِن بے چین ایام میں کچھ اور نہ سوچا سوائے اس ایک سوال کے کہ کیا بین الاقوامی کمیونزم کا زخمی لیڈر صحت یاب ہوگا؟ (5)

اور ٹراٹسکی کا جواب تھا: ''ہمیں یقین ہے کہ وہاں کریملن کے اندر جو لڑائی جاری ہے اُس میں زندگی جیت جائے گی اور ولادیمیر ایلیچ جلد ہی ہماری صفوں میں لوٹے گا۔'' (6)

لینن کے ارادے آہنی تھے، اس کا کردار آہنی تھا، اس کا ڈسپلن آہنی تھا اور اب کے دو تخریبی آہنی گولیاں اس کے جسم کے اندر موجود تھیں۔ کون کس کو پچھاڑتا ہے...... سب شہر جاناں دیکھ رہا تھا۔

ڈاکٹر آپریشن کے بجائے دوائیوں کے ذریعے اس کا علاج کرنے لگے۔

اور پھر تاریخ نے دیکھا کہ لینن کے فولادی جسم اور مصمم عزم نے آہنی گولیوں کو پچھاڑ دیا۔

''میں آپ کو اِس اچھی خبر میں شریک کر کے خوش ہوں ساتھیو کہ آج بالآخر ہم کامریڈ

لینن کی حتمی صحت یابی کا یقین کر سکتے ہیں۔ میرے ہاتھ میں ٹیلی گرام ہے جو لینن نے خود لکھا ہے۔ یہ تار آج صبح 1:10 پر کریملن سے ملا ہے۔ جب سے وہ تن درست ہونا شروع ہوا، یہ شاید کامریڈ لینن کا اولین ٹیلی گرام ہے۔ اس تار میں لینن ہمیں دفتری ہدایات دیتا ہے اور ٹیلی گرام کو مندرجہ ذیل الفاظ کے ساتھ ختم کرتا ہے: 'محاذ پہ معاملات ٹھیک چل رہے ہیں، مجھے کوئی شبہ نہیں کہ یہ مزید بہتر ہو جائیں گے'۔ اس لیے ساتھیو ایک بات واضح ہے کہ کامریڈ لینن کمیونزم کے دشمنوں کی دہشت کے سامنے اور پرولتاری کمیونسٹوں کی مسرت کے لیے زندہ رہے گا۔'' (7)۔

انٹیلی جنشیا، جس کو لینن نے کبھی اچھا نہ سمجھا۔

یہاں اس واقعے کا لُب لباب فقرہ درج کرنا ضروری ہے: گورکی جب لینن کی تیمارداری کو گیا تو اس نے اُس سے کہا''...... میں نے انٹیلی جنشیا سے گولی کھائی ہے۔'' (8)

لینن کے زخم ابھی پوری طرح بھرے بھی نہ تھے کہ اس نے پارٹی اور ملک کی سربراہی کا کام پھر سے سنبھال لیا۔ اس نے اپنی طوفانی میٹنگیں جاری رکھیں، اُس نے لکھنا جاری رکھا اور اس نے اپنی تقریروں، لیکچروں کا سلسلہ بند نہ کیا۔

سوویت یونین پر سارے ممالک کا حملہ

11 نومبر 1918ء کو جرمنی کی جنگ بندی نے واقعات کی کایا پلٹ دی۔ کیسر کی حکومت کا تختہ الٹ دیا گیا، جرمنی کو شکست تسلیم کرنا پڑی اور جرمنی ایک ری پبلک قرار پایا۔ یہ تو انقلاب تھا۔ جرمنی کی کمر ٹوٹ گئی۔ اب وہ ایک بڑی پاور سے گر کر ایک عام ملک بن گیا تھا۔

اس واقعہ نے یورپ کو ایک نئی صورت حال میں ڈال دیا۔ کچھ ماہ بعد بویریا اور ہنگری میں کام یاب انقلابی کودتائیں تھیں۔ برطانیہ، فرانس اور اٹلی میں یہاں وہاں بے چینی نے بالشویک لیڈروں کو باور کرا دیا کہ طویل انتظار والا یورپی انقلاب پک رہا ہے۔ مگر جن واقعات نے ماسکو کو امید دلائی تھی، ان ہی واقعات نے مغربی حکومتوں کے دلوں میں انقلابی رجیم سے خوف اور نفرت کو بڑھاوا دیا اور اس کی جڑیں اکھاڑ ڈالنے کے اُن کے عزم کو تیز کر دیا۔ انھوں نے آرچی نگل میں،

سائبیریا میں اور جنوبی روس میں بالشوزم کے خلاف ''جہاد'' پہ کمر کسے ہوئے گروہوں اور مسلح لشکروں کو کھلے عام مدد کی۔

اس دوران امریکا، فرانس اور جاپان نے فوج کی بھاری تعداد سے روس پر مسلح جارحیت شروع کردی۔ برطانیہ اور فرانس نے اپنے دستے بھیج کر شمال میں آرچی نگل اور مرمینک پر قبضہ کرلیا اور مقامی طور پر وائٹ گارڈ بغاوت کی حمایت کی تاکہ شمالی روس میں وائٹ گارڈ کی حکومت قائم کی جائے۔ جاپان نے ولاڈی واسٹک پر دستے بھیج کر صوبہ میری ٹائم پر قبضہ کرلیا اور سوویٹ کو ختم کر کے وائٹ گارڈ حکومت قائم کردی۔

شمالی کا کیشیا میں جنرل کارنی لوف وغیرہ نے برطانیہ اور فرانس کی حمایت سے ''وائٹ گارڈ والینٹر آرمی'' قائم کی اور سوویت یونین کے خلاف کارروائی شروع کردی۔ والگا اور سائبیریا میں برطانیہ اور فرانس نے چیکوسلواکیہ کی فوجوں کو اُکسایا کہ وہ بغاوت کردیں، انقلاب دشمن ''سوشلسٹ انقلابیوں'' کی برطانیہ اور فرانس نے امداد کی۔

مگر سوویت حکومت اب اِس قدر مضبوط ہوچکی تھی کہ غارت گر بریسٹ لیٹوفسک امن معاہدے کو منسوخ کردے اور تاوان جنگ ادا کرنے سے انکار کردے۔ انقلابی حکومت اب ایسٹونیا ،لٹویا، بیلورشیا، لیتھوانیا، یوکرین اور ٹرانس کا کیشیا کو جرمن امپیریلزم کے جوئے سے آزاد کرنے کے لیے کھلے عام سیاسی اور ملٹری جدوجہد شروع کرنے کے قابل تھی۔

اس دوران اپریل 1919ء میں اوڈیسہ میں فرنچ نیوی کے جہازوں میں ایک بغاوت نے انھیں بندرگاہ خالی کرنے پر مجبور کردیا۔ آرچی نگل اور مُرمانسک میں بھی یہی کچھ دیکھ کر اتحادی فوجیں واپس ہوئیں۔ 1919ء کے خزاں تک روس کی سرزمین پہ اتحادی مسلح افواج باقی نہ رہیں۔

پہلی عالمی سامراجی جنگ کے گُھپ اندھیروں کے بیچ سارے ممالک کے محنت کش کریملن کے لائٹ ہاؤس کی جھلملاتی روشنی کی طرف متوجہ تھے۔ اِن سارے ممالک نے اپنے سارے اداروں کو امن قائم کرنے میں ناکام پایا۔ نہ مسیحیوں کا چرچ مسیحیوں کے اپنے بیچ اس تباہ کن جنگ کو رکوا سکا، نہ پیر فقیر کچھ کرسکے اور نہ ''ترقی و تہذیب'' اِن سرمایہ داروں کو جنگ سے روک سکی۔

نام نہاد ''مہذب'' دنیا درندوں کی طرح ایک دوسرے کے پیٹ پھاڑ رہی تھی۔ دوسری طرف روس میں سوشلسٹ حکومت کا اولین اعلان ہی اعلانِ امن تھا۔

کمیونسٹ انٹرنیشنل (کمنٹرن) کی پہلی کانگریس

(2مارچ سے 6مارچ 1919ء)

کمیونسٹ انٹرنیشنل کی پہلی کانگریس ماسکو میں منعقد ہوئی۔ اس میں 30 ممالک سے 52 ڈیلیگیٹ شامل ہوئے۔ اس کانگریس میں لینن نے کہا کہ ہرجگہ بورژوا اسٹیٹ حتمی طور پر ورکنگ کلاس کی حکم رانی میں بدل جائے گی۔ اس نے پارٹیوں کو اسی لائن پر چلنے کی تجویز دی۔

اِس اساسی کانگریس میں دنیا کے مزدوروں کی کمیونسٹ انٹرنیشنل کا مینی فیسٹو منظور کیا گیا۔(9)

ریفرنسز

1۔وولگونوف۔لینن۔لائف اینڈ لی گیسی۔صفحہ 3
2۔لوئی فشر۔دی لائف آف لینن۔صفحہ 249
3۔ٹراٹسکی۔آن لینن۔۔۔صفحہ 349
4۔سائمن۔لیننزم اینڈ لینن۔صفحہ 63
5۔زینوویف۔۔۔نکولائی۔۔۔صفحہ 1
6۔ٹراٹسکی۔آن لینن۔۔۔صفحہ 352
7۔زینوویف۔۔۔نکولائی۔۔۔صفحہ 1
8۔گورکی۔ڈیز وِدھ لینن۔1932ء۔مارٹن لارنس۔لندن۔صفحہ 40
9۔لینن اینڈ دی ریولیوشنری پارٹی۔صفحہ 280

پارٹی کی آٹھویں کانگریس

(مارچ1919ء)

ملک چاروں طرف سے گھیرے میں تھا۔اسی دوران پارٹی کانگریس نے امپیریلزم کو کیپٹلزم کا بلندترین مرحلہ قرار دے کر پارٹی پروگرام میں شامل کرلیا۔

پارٹی کی آٹھویں کانگریس نے 19 فل ممبروں اور آٹھ کینڈیڈیٹ ممبروں پہ مشتمل سنٹرل کمیٹی الیکٹ کی۔(کینڈیڈیٹ ممبرز میٹنگیں اٹنڈ کرسکتے تھے مگر ووٹ نہیں دے سکتے تھے)۔ اِس کے علاوہ کانگریس نے 5 ممبروں پر مشتمل ایک پولٹ بیورو بھی قائم کی جس کے پاس سیاسی فیصلے کرنے کی ذمہ داری تھی۔

یوں مستقل کام کرنے والا اولین پولٹ بیورو بنا۔اس کے ممبروں میں لینن،کامینیف ، کرسٹن سکی،سٹالن،اورٹراٹسکی شامل تھے۔کینڈیڈیٹ ممبر تھے: بخارین،زائینوئیف اورکالی نن۔(1) سال بہ سال پارٹی کی ممبر شپ بڑھتی جارہی تھی۔مارچ 1919ء میں پارٹی ممبرشپ 313000 تھی،مارچ 1920ء میں یہ 611500 ہوگئی اور مارچ 1921ء میں 732,000 ۔یہ ایک طرح کی جاری نعمت تھی۔

مگر پارٹی میں وسیع پیمانے کی شمولیت' پارٹی کے انقلابی عزم کو پتلا بنانے کا خطرہ بھی تھی۔ بالخصوص ایسے نئے ممبر جن کا انقلابی شعور کم زور تھا یاحتیٰ کہ ناموجود تھا۔(2) پارٹی ایک

رضا کارانہ انجمن ہوتی ہے۔اگراس نے اپنی صفوں سے ایسے ممبروں کا صفایا نہ کیا جو پارٹی مخالف خیالات پھیلاتے ہوں تو پارٹی ناگزیر طور پر ٹوٹ جاتی ہے، پہلے نظریاتی لحاظ سے اور پھر طبی لحاظ سے۔ پارٹی اور پارٹی مخالف خیالات کے درمیان حدود کی وضاحت کے لیے پارٹی پروگرام،اس کے طریقہء کار پر قراردادیں، پارٹی کے قواعد اورآخر میں بین الاقوامی کمیونزم اور پرولتاریہ کی رضا کارانہ بین الاقوامی انجمنوں کا سارا تجربہ موجود ہوتا ہے۔

لینن نے تشویش میں کہا:''ہم یک دم کثیر تعداد لوگوں کی پارٹی بنتے جارہے ہیں،اب ہم کھلی تنظیم میں تبدیل ہورہے ہیں اور یہ لازمی بات ہے کہ اب ہماری پارٹی میں بہت سے ایسے لوگ شامل ہوجائیں جو(مارکسی نقطہءنظر سے)متذبذب ہیں،شاید ہم میں کچھ کلیسائی عناصر اور بعض صوفی بھی ہوں۔ ہمارا ہاضمہ اچھا ہے اور ہم چٹان کی طرح مضبوط مارکسزم کے پیرو ہیں۔ہم ان متذبذب عناصر کو ہضم کرلیں گے۔ پارٹی کے اندر آزادیءفکر اور آزادیءتنقید کے سبب...... انجمنوں میں جن کو پارٹیاں کہتے ہیں،متحد ہونے کی آزادی کو کبھی نہیں بھولیں گے۔''

کثیر تعداد میں لوگوں کی شمولیت سے ایک مسئلہ یہ پیدا ہوا کہ پارٹی کے ڈسپلن میں جھول پیدا ہونے لگا۔ پارٹی کے مباحثوں میں دولفظ زیادہ استعمال ہونے لگے: کیریئرازم،جس کا مطلب تو یہ تھا کہ پارٹی ممبروں کے گروپ انقلاب سے زیادہ اپنے کیریئر میں دلچسپی لینے لگے۔اور بیورو کریٹ ازم یعنی مشکل سے بچنا،عوام کے مفاد کو نہ دیکھنا اور بس اپنے لیے آسان کام کرنا۔

1919ء میں اِس پارٹی کانگریس کے اندر کھلے عام اور برملا اِن جڑواں برائیوں کا ذکر ہوا:''پارٹی کا تعداد میں بڑھنا صرف اس حد تک پروگریسو ہے کہ شہر اور دیہات کے صحت مند پرولتاری عناصر کو پارٹی میں لایا جارہا ہے...... پارٹی کو احتیاط کے ساتھ اپنی سماجی کمپوزیشن میں وقوع پذیر ہونے والی تبدیلیوں کو دیکھنا چاہیے۔تعداد میں اضافہ کو اُن کی کوالی ٹیٹو کمپوزیشن کی قیمت پر کسی صورت میں اثر انداز نہیں ہونے دینا چاہیے۔(3) بیوروکریٹزم کے بارے میں بھی:''ریاستی فرائض سرانجام دینے والے بہت سے پارٹی ممبرز کافی حد تک عوام سے کٹ رہے ہیں اور بیورو کریٹزم کی بیماری میں مبتلا ہو رہے ہیں۔''

چناں چہ 1919ء میں پارٹی ممبرشپ کو ڈھائی لاکھ سے کم کر کے ڈیڑھ لاکھ ممبروں تک لایا گیا۔

لینن نے بہ یک وقت محنت کش عوام میں سے ایک نئے ، واقعتاً عوامی انٹیلی جنشیا کو ایجوکیٹ کرنے کی ضرورت پر زور دیا۔

اس بات کا تذکرہ تو ہم کر چکے ہیں کہ لینن ہمیشہ دانش وروں سے شاکی رہا۔اُس نے پہلے ہی اپنی جوانی میں انٹیلی جنشیا سے ناطہ اس لیے توڑ دیا تھا کہ انٹیلی جنشیا بہت مضبوطی کے ساتھ بورژوازی سے بندھا ہوا تھا۔(4) گورکی نے لکھا کہ لینن نے دانش وروں کی طرف سے مزدوروں کے کاز سے بے وفائی کے کئی واقعات گنوائے۔اس نے کہا،''کئی دانش ور صرف بزدلی کی وجہ سے بے وفائی اور بھگوڑے نہیں بنتے بل کہ خود غرضی کی وجہ سے، شرمندہ ہونے کے ڈر سے، اس خوف سے کہ مبادا اُن کی پسندیدہ تھیوری حقیقت کے ساتھ ٹکراؤ میں شکست پذیر ہو جائے۔مگر ہم اس بات سے خوف زدہ نہیں۔ ہمارے لیے تھیوریاں اور ہائپوتھیسز ''مقدس'' چیز نہیں ہوتے، وہ بس اوزار ہیں۔''(5)

لینن، مارکسسٹوں کی طرف سے فارمولوں اور مسلّمہ مفروضوں کو رٹنے کا سخت مخالف تھا۔وہ واقعات کے جانچنے میں موضوعیت کو برداشت نہیں کرتا تھا۔جذباتیت اور رومانٹسزم اس کے ہاں مفقود تھے۔وہ چاہتا تھا کہ اس کے ساتھی مارکسسٹ لوگ جدلیاتی طرز کی تخلیقیت استعمال کرنا سیکھیں۔اپنی آنکھیں حقیقت اور زندہ سچائیوں پر مرکوز رکھیں۔

ریفرنسز

1۔وولکوگونوف لینن۔لائف اینڈ لی گے سی۔صفحہ 247

2۔سروس، رابرٹ۔دی رشین ریولیوشن 1900۔1927ء۔میکملن۔2009ء۔صفحہ 240

3۔ایضاً۔صفحہ 20

4۔ٹراٹسکی۔آن لینن۔صفحہ 351

5۔لوئی فشر۔ولادیمیر لینن، اے بائیوگرافی۔1965ء۔پراگریس۔صفحہ 329

پارٹی کی نویں کانگریس

(مارچ، اپریل 1920ء)

میں اس کانگریس کے بارے میں محض اس کی ایک قرارداد پہ اکتفا کروں گا، اس لیے کہ یہ قرارداد مجھے بہت اچھی لگتی ہے:

''اُن کامریڈز کے خلاف کسی طرح کی سختی نہیں، جن کے خیالات مختلف ہوں۔''

لینن

*****

کمنٹرن کی دوسری کانگریس

(1920ء)

19 جولائی 1920ء کو منعقدہ اس کانگریس میں 30 ملکوں سے 200 ڈیلیگیٹوں نے شرکت کی۔

کانگریس نے فیصلہ کیا کہ ڈھل مل لوگوں کو نکال باہر کیا جائے۔کمِ اِن ٹرن کو سیکنڈ انٹرنیشنل کی طرح ڈھیلا ڈھالا نہ رکھا جائے بل کہ یہ انٹرنیشنل پرولتاریہ کی ایک سنگل اور ڈسپلن والی پارٹی ہوگی۔اس کانگریس نے لینن کے لکھے مشہورِ زمانہ ''ٹونٹی ون پوائنٹس'' کی منظوری دی۔مقصد یہ تھا کہ کمِ اِن ٹرن صرف سفید فام قوموں کی پارٹی نہ ہوگی بل کہ یہ دنیا بھر کے مزدوروں کی آزادی کے لیے

کام کرے گی۔ تب ہی اس کی تنظیم میں مرکزیت آئے گی اور وہ عملی طور پر ایک سنگل یونی ورسل کمیونسٹ پارٹی کی صورت ابھر کر سامنے آئے گی اور ہر ملک کی کمیونسٹ پارٹی اس کی شاخ ہوگی۔

یہ 21 شرائط کہیں پہ بھی کمیونسٹ پارٹی کے قیام اور دوام کے لیے ضروری قرار دیے گئے۔ ان نکات کی رو سے ترمیم پسندوں، موقع پرستوں، اور بورژوازی کے دم چھلوں کا پارٹی میں رہنا ناممکن ہو سکے گا۔

کمیونزم میں بائیں بازو کی طفلانہ بیماری

مختلف ملکوں کی نوخیز کمیونسٹ پارٹیوں کو روسی کمیونسٹ تجربے سے واقف کرنے اور اس تجربے کو ان تک پہنچانے کے لیے لینن نے 1920ء میں اپنی کتاب ''کمیونزم میں بائیں بازو کی طفلانہ بیماری'' لکھی۔ یہاں اس نے بالشویک پارٹی کے قیام، ترقی، جدوجہد اور اس کی فتح پر روشنی ڈالی۔ اُس نے بتایا کہ کیسے بالشویک پارٹی پروان چڑھی اور مضبوط ہوئی، کیسے اور کیوں کر اس نے مشکلات سے کام یابی کے ساتھ نمٹ لیا اور دوسری کمیونسٹ پارٹیوں کے لیے اس کے کثیر سالہ تجربوں سے کون سے سبق ملتے ہیں۔

لینن نے لکھا کہ پارٹی موقع پرستوں، لفاظی کرنے والوں اور مزدور طبقے کے دوسرے دشمنوں، مارکس ازم کے دشمنوں کے خلاف جدوجہد میں پلی بڑھی اور مضبوط بنی۔ تین موٹی باتیں تھیں: اپنی صفوں میں آہنی ڈسپلن، عوام سے گہرے رابطے اور اس کی بدولت کہ پارٹی کو متواتر مارکس ازم کے نظریات کی رہ نمائی حاصل رہی۔

اس کتابچے میں اہم نشانہ کمیونسٹ پارٹیوں کے اندر لیفٹ (مہا انقلابی) اپوزیشن تھا۔

کمیونسٹ انٹرنیشنل کی تیسری کانگریس

کمیونسٹ انٹرنیشنل کی تیسری کانگریس جون 1921ء میں منعقد ہوئی۔ لینن مغربی ممالک خصوصاً اٹلی کی کمیونسٹ پارٹی کی گم راہ لائن پہ بہت بولا۔

*****

20 اکتوبر 1920ء کو ''ریگا امن معاہدہ'' کیا گیا۔ پولینڈ کے ساتھ امن قائم ہونے کے بعد سوویت حکومت نے ورینگل کی خبر لی۔ بالآخر نومبر 1920ء میں سرخ فوج نے ورینگل کو تہس نہس کر لیا۔ یوں پولینڈ اور ورینگل کی شکست کے بعد بدخواہ طاقتوں کو شکست ہوئی اور سوویت جمہوریہ کے عوام اس عالمی حملے میں سرخرو اور فتح یاب ہوئے۔

پارٹی کی دسویں کانگریس

(8مارچ1921ء)

ٹریڈ یونینوں کے بارے میں مؤقف پہ اس حد تک گرما گرم بحثیں چلیں کہ 10ویں پارٹی کانگریس کے ڈیلیگیٹ اسی نکتے پر منتخب ہوئے۔ جیت اُن لوگوں کی ہوئی جو ٹریڈ یونینوں کے لیے مندرجہ ذیل کاموں کو بنیادی تصور کرتے تھے:

۔سٹیٹ کی پلاننگ اور اکنامک ایجنسیز میں حصہ لینا

۔پیداوار بڑھانے اور لیبر ڈسپلن کو بہتر بنانے کے لیے کام کرنا

۔ورکرز کے میٹریل اور کلچرل مفادات کا غرض رکھنا

۔انڈسٹریل ورکرز اور عمومی طور پر محنت کش لوگوں میں سے سٹیٹ اور اکنامک ایجنسیز کے لیے افراد کی ٹریننگ کے لیے فکرمند رہنا۔

اس کانگریس کی اہم ترین حاصل یہ تھی کہ ٹریڈ یونینوں کو ریاست کا دُم چھلا نہیں بنایا گیا۔(1)

روسی معیشت میں اناج ہمیشہ سے اہم ترین نکتہ رہا ہے اور یہ اناج اب نایاب تھا۔ خانہ جنگی نے انقلابی روس کی زراعت، تجارت اور صنعت کو برباد کر کے رکھ دیا تھا۔ حالت یہ تھی کہ معیشت کو سنبھالنے کے موضوع پہ دور دراز علاقوں تک پارٹی، مختلف الخیال گروپوں میں بٹ چکی

تھی۔ اِن سخت وسنگین حالات میں پارٹی کی دسویں کانگریس منعقد کی گئی جو ساڑھے سات لاکھ ممبروں کی نمائندگی کر رہی تھی۔

اس کانگریس میں کسانوں کو رعایت دینے کا فیصلہ ہوا۔ معیشت کے تمام شعبوں میں بہتری کے لیے ایک نئی پالیسی کی منظوری دی گئی۔

دسویں پارٹی کانگریس نے فالتو اور زائد غلہ حاصل کرنے کی جاری سکیم ختم کر لی اور اس کے بجائے ٹیکس کو نقدی کے بجائے غلہ کی صورت میں وصول کرنے کے نظام سے بدل دیا۔ کسانوں کو قانونی طور پر اپنی زائد اناج مارکیٹ میں فروخت کرنے کی آزادی ملی۔ یوں کسان کو پیداوار بڑھانے کی ترغیب ملی۔

اندازہ ہوا کہ روس جیسے ملک میں کپٹلزم کو ختم کرنے میں ایک عبوری دور لازمی تھا۔ چناں چہ لینن اور اس کی پارٹی نے خانہ جنگی سے نکلے اپنے ملک کو ''نیو اکنامک پالیسی'' (NEP) نامی ایک پروگرام دیا۔ لینن کے بہ قول، ''کسانوں کی رضامندی ہی انقلاب کو بچا سکتی ہے۔''

اس نیو اکنامک پالیسی کے تحت کپٹلزم کو کچھ رعایتیں دی گئیں۔ مقصد یہ تھا کہ جنگی تباہ کاریوں سے برباد شدہ صنعت کی بحالی ہو۔ چناں چہ طے کیا گیا کہ اس بنیاد پر زرعی پیداواری رشتوں کی تعمیر ہو جہاں کاشت کار کوآپریٹوز کی طرف کشش محسوس کریں۔ کئی صنعتیں، سرمایہ داروں کو دی گئیں مگر انھیں مالکانہ حقوق نہیں دیے گئے۔

اس اقدام سے تجارت بڑھی۔ اس کے علاوہ بھی اجتماعی کھیتی باڑی اور سوشلزم کی دیگر اصلاحات کے انبار کا نفاذ ممکن ہوا۔

NEP سے سوویت معیشت میں کافی کامیابیاں ملیں۔ انڈسٹری میں مرتی ہوئی انوسٹ منٹ ریورس ہوگئی۔ مینوفیکچرنگ اور مائننگ میں سالانہ گروتھ ریٹ 6 فیصد ہو گیا۔

اِن اقدامات کی برکت سے دیگر ممالک بالخصوص برطانیہ سے تجارت چل پڑی۔ تیل کی برآمد خوب بڑھی اور سوویت حکومت نے ملک کی انڈسٹریل بنیاد کو جدید کر دیا۔(2)

سٹروک

1921ء کے اواخر میں لینن نے بے خوابی اور کام میں ذراسی عدم دلچسپی کی شکایات محسوس کیں۔اس کے ڈاکٹر بھائی دیمتری نے اسے Arterial Sclerosis تشخیص کی۔

1921-22ء کی سردیاں لینن نے بہتر محسوس نہ کیں۔اس دوران 23 اپریل 1922ء کو عام لوکل انیستھیزیا میں ڈاکٹروں نے اس کی گردن میں پھنسی گولی نکال دی۔

ریفرنسز

1۔سوبولیف اور دیگر۔ہسٹری آف دی اکتوبر ریولیوشن۔1960ء۔پراگریس پبلشرز۔ماسکو۔صفحہ 277

2۔سروس۔''دی رشین ریولیوشن''۔1980ء۔1927ء۔صفحہ 93

پارٹی کی گیارہویں کانگریس

(مارچ 1922ء)

مارچ 1922ء میں پارٹی کی گیارہویں کانگریس منعقد ہوئی۔اس سات روزہ طویل کانگریس میں لینن نے شرکت کی۔اخلاقی قوت کے حساب سے سب سے بڑے شخص لینن نے اور عوام الناس کی طرف سے حاصل بے پناہ محبت سے معطر لینن نے اور یہ پارٹی کی آخری کانگریس تھی جس میں وہ شامل ہوسکا تھا۔

کانگریس نے پہلے دن 27 رکنی سنٹرل کمیٹی منتخب کی۔اسی سنٹرل کمیٹی نے کانگریس کے خاتمے کے اگلے دن اپنی پولٹ بیورو منتخب کی۔جس کی تعداد 5 سے بڑھا کر 7 کردی گئی۔اس میں کامی نیف، لینن، سٹالن، ٹراٹسکی، رائی کوف، ٹامسکی اور زینوزیف شامل تھے۔مالوٹوف، بخارن اور کالی نن بہ طور آلٹرنیٹ ممبر منتخب کیے گئے۔

اسی سنٹرل کمیٹی اجلاس نے لینن کی موجودگی میں اپنی سیکریٹریٹ بھی منتخب کی: سٹالن، کوئی بی شیف اور مالوٹوف۔سٹالن کو بہ طور سیکریٹری جنرل چنا گیا۔یہ نسبتاً ایک نیا عہدہ تھا۔1919ء تک پارٹی میں یہ عہدہ موجود نہ تھا۔1919ء میں آٹھویں پارٹی کانگریس میں یہ عہدہ قائم کیا گیا۔نکولائی کریس ٹن سکی اولین سیکرٹری جنرل بنادیا گیا تھا۔اب گیارہویں کانگریس میں سٹالن کو اس عہدے پر لگادیا گیا۔وہ اگلی ڈھائی دہائیوں تک اس عہدے پر موجود رہا۔(1)

لینن نے اس کانگریس میں اعلان کیا: ''سال بھر سے ہم پیچھے ہٹ رہے ہیں لیکن اب پارٹی کے نام پر ہمیں رک جانا چاہیے۔ جس مقصد سے ہم پیچھے ہٹ رہے تھے، وہ حاصل ہو گیا۔ یہ دور اب ختم ہو گیا یا ختم ہو رہا ہے۔ اب ہمارا مقصد دوسرا ہے یعنی اپنی طاقتوں کی دوبارہ صف بندی۔ (2)

کمیونسٹ انٹرنیشنل کی چوتھی کانگریس

(1922ء)

اس کانگریس میں لینن کا مشاہدہ کرتے ہوئے میکس ایسٹ مین نے اُسے یوں بیان کیا:

''پلیٹ فارم پہ میں نے اس جیسا طاقت ور شخص نہیں دیکھا۔ میں اس کی طاقت کی نوعیت کے بارے میں اس کے علاوہ کچھ نہیں کہہ سکتا کہ وہ اخلاص کے گرینائٹ کا پہاڑ ہے۔ آپ محسوس کرتے ہیں کہ وہ سارے کا سارے آپ کے لیے ہے۔ آپ سارے شخص کو حاصل کر رہے ہیں۔''

کئی برس بعد یہ ایسٹ مین ایک کٹر کمیونسٹ مخالف بنا تب بھی اس نے لکھا کہ ایسا لگتا تھا جیسے لینن ہمیں اپنے دماغ کے اندر لے جا رہا ہے اور ہمیں دکھا رہا ہے کہ سچ کیسا لگتا ہے۔ وہ ایک صوفی سینٹ کی طرح بے لوث تھا۔ اس کا ہر قدم اور ہر فیصلہ اُس کاز کی طرف ہوتا جس میں کہ ایک مارکسسٹ کے بہ طور وہ سمجھتا تھا کہ وہ دنیا کو زمانوں سے جاری مصیبتوں سے نجات دلائے گا۔

کروپسکایا بیوہ ہونے لگتی ہے

کروپسکایا کو بے شوہر کرنے کی سازشیں شروع ہو چکی تھیں۔ باہر سے نہیں بل کہ اب لینن کے اپنے جسم کے اندر یہ کانسپریسی ابلنے لگی تھی اور جسم میں بھی مرکزی آرگن، دماغ کے اندر۔ جی ہاں، لینن کا عالمی شہرت یافتہ دماغ، انسان دوست دماغ اور زندگی پرست دماغ خود اپنے مالک کی زندگی لینے کی کارستانیوں میں لگ گیا۔

26 مئی 1922ء میں لینن کے پُرگنج و پیداواری دماغ کے خون کی ایک بدنصیب نالی

پھٹ گئی۔ یہ ایک وحشت ناک سلسلے کا پہلا سٹروک تھا۔ نتیجہ یہ کہ لینن کا دایاں بازو اور دائیں ٹانگ مفلوج ہو گئے اور وہ بات چیت نہیں کر پا رہا تھا۔

اُسے ماسکو کے قریب صحت بخش مقام گورکی شفٹ کیا گیا۔ کروپسکایا نے شادی کے 24 برسوں کے بعد اتنی بڑی تشویش محسوس کی۔ ہم دردی کے مالیکیولوں سے بنی اِس خاتون نے ایک کمیٹڈ کامریڈ کے بہ طور اپنے جیون ساتھی کی نرسنگ کی۔ لینن کی یہ مفلوجی کروپسکایا کی ان تھک مدد، نیچر کے پراسیس اور اُس کی مطابقت میں ڈاکٹروں کی ہدایت و علاج کے دم سے چار ماہ تک ہی رہی۔ صحت کچھ بحال ہوتے ہی لینن نے جولائی کے وسط میں کام سے متعلق خط و کتابت شروع کر دی اور تقاضا کیا کہ اس کو کتابیں بھیجی جائیں۔

اِس سٹروک کے پانچ ماہ بعد، یعنی اکتوبر میں وہ کام پہ ماسکو آ گیا۔ کروپسکایا بھی اپنی ڈیوٹی پہ چلی گئی۔ لینن نے سفید گارڈوں اور غیر ملکی حملہ آوروں کی قطعی پسپائی کے بعد کی صورت حال کا جائزہ لیا اور ان فریضوں کے متعلق بتایا جو عوام کے سامنے ہیں، ان کو پورا کرنے کے راستے اور طریقے بتائے۔ لینن نے سوشلسٹ سماج کی تعمیر میں پارٹی کے رول پر خاص طور پر زور دیا۔ اس نے اس بات پر قطعی اعتماد کا اظہار کیا کہ ''نیوا کنامک پالیسی والے روس سے سوشلسٹ روس بنے گا۔''

یہ لینن کی آخری پبلک تقریر تھی۔ اس لیے کہ اسے 16 دسمبر 1922ء دوسرا دورہ پڑا۔ جس نے اُسے بالکل مفلوج کر کے رکھ دیا۔

ایک بار پھر محبوبہ کے شافی لمس، بہ ظاہر مسکراتا ہمت افزا املائی چہرہ اور کامل توجہ تھی، لینن کی فائٹنگ سپرٹ تھی اور طبی سائنس کی حاضر باشی تھی کہ ہیلنگ پراسیس طاقت پاتی رہی اور ایک بار پھر دماغ کے اوسان ذرا سا بحال ہوئے۔ اس کی قریب ترین ہستی کروپسکایا نے اسے اخبار پڑھ کر سنانا شروع کیا۔ یہیں کہیں لینن نے اس سے محبت کی دنیا کا وہ لاجواب سوال پوچھا جو ہر بندہ بشر اپنی زندگی میں ایک آدھ بار کسی من چاہی روح سے ضرور پوچھتا ہے اور پوچھتے وقت پوچھنے والے کو بھی معلوم ہے کہ اس کا جواب ازل و ابد کی نامعلوم اور تصوراتی لامحدودیت میں کسی کے پاس بھی نہیں ہوتا: ''تمھیں دونوں میں سے کس سے زیادہ پیار ہے: مجھ سے یا پارٹی سے؟'' مگر اس

درد ناک سوال کا جواب سدا بہار دماغ اور نورِ محبت کے ہیولے میں لپٹے دماغ میں موجود تھا۔ کمال جواب تھا: ''تم پیارے ہو اور پارٹی پیاری ہے۔'' (3)

اس بیماری میں اس طرح کے کئی واقعات ہوتے رہے۔

لیڈر کی اچانک غیر موجودگی سماج میں ایک غیر یقینی کی کیفیت پیدا کرتی ہے۔ پورا سماج اس کی صحت کی تمنا کرتے ہوئے اس کے متبادل کے بارے میں سراسیمگی کا شکار تھا اور اِس کام میں انسانی فضیلت و ذلت کے اظہار بھی فطری ہوتے ہیں: ''میں اہم، تُو غیر اہم''...... اور اس طرح کی دیگر بے شمار تفصیلات نیم زندہ لینن پہ کم، مگر زندہ و فعال محبوبہ اور انقلاب کی دلہن کروپسکایا پر زیادہ اثر ڈال رہے تھے۔ کسی بھی پارٹی رفیق کے رویوں میں معمولی تبدیلی کروپسکایا پر آسمانی بجلی بنتی تھی۔

25 دسمبر 1922ء کو جب لینن کی حالت کچھ بہتر ہوئی تو اس نے اپنے سٹینوگرافر سے خطوط اور مضامین لکھوانا شروع کر دیے۔ ایک تیز رفتار اور کثیر نویس لکھاری کے لیے کتنا مشکل ہوتا ہے جب وہ اپنے قلم کے ساتھ خود لکھنے کے بجائے کسی اور کو املا کی طرح لکھانے لگے۔ خود لکھنے میں تو مسودہ اپنی آنکھوں کے سامنے ہوتا ہے۔ انسان رکتا ہے، سوچتا ہے اور پھر لکھنے لگتا ہے۔ لینن کی تو عادت تھی کہ وہ جہاں مشکل محسوس کرتا تو اٹھ کر کمرے میں چلنے لگتا یا بالکل باہر نکلتا اور چہل قدمی کرتا مگر اب تو فالج کے سبب اس عادت پہ عمل کرنے کی سہولت ہی چھن چکی تھی۔

اُس نے اس زمانے میں بہت سارے مضامین لکھوائے: ''کانگریس کے نام خط''، ''ڈائری کے ورق''، ''کوآپریٹو کے بارے میں''، ''ہمارا انقلاب''، ''ہم مزدوروں اور کسانوں پر مشتمل معائنے کی تنظیم نو کیسے کریں'' اور ''چاہے کم ہو مگر ہو بہتر''......

اُس کی ان سب تحریروں میں سے ''کانگریس کے نام خط'' بہت زیادہ مشہور ہوا اور اس کی اہمیت تھی بھی زیادہ۔ اِس میں اُس نے پارٹی راہ نماؤں کے بارے میں، اُن کی کم زوریوں کے بارے میں تفصیل سے لکھا۔ ''کانگریس کے نام خط'' میں لینن نے تجویز دی کہ مرکزی کمیٹی کے ممبروں کی تعداد بہت حتیٰ کہ سو تک بڑھا دی جائے۔ یہ اقدام اجتماعی ادارے کی حیثیت سے مرکزی کمیٹی کے اختیار کو بڑھانے اور ''اس بات کو روکنے کے لیے ضروری ہے کہ مرکزی کمیٹی کے چھوٹے

چھوٹے جتھوں کے تصادم پارٹی کے مستقبل کے لیے ضرورت سے زیادہ اہمیت اختیار نہ کر لیں۔''
اُس نے بالخصوص سنٹرل کمیٹی میں انڈسٹری کے مزدوروں کو شامل کرنے کا کہا۔

لینن نے ٹراٹسکی کے غیر بالشویک رجحان کے بارے میں اور مرکزی کمیٹی کے خلاف اس کی جدوجہد کے بارے میں یاد دلایا تھا اور ضرورت سے زیادہ خود اعتماد اور انتظامی افسری سے بہت زیادہ دلچسپی رکھنے والے شخص کی حیثیت سے ٹراٹسکی کی کردار نگاری کی تھی۔ لینن نے ٹراٹسکی کے بارے میں کہا کہ وہ ہمارے ساتھ ہے لیکن ہمارا نہیں ہے۔

اور پھر ہم سب نے دیکھا کہ ٹراٹسکی انقلاب کے لیے کتنا خطرناک نکلا۔ اُس کی وجہ سے ایک صدی سے انقلابی تحریک متحد نہ ہو سکی۔ ٹراٹسکی گیری ممالک کی انقلابی تحریک میں بھی تفرقہ باز رہی اور عالمی مزدور تحریک میں دراڑ پیدا کرنے کا مہلک بیلچہ رہی۔

لینن نے اسی خط میں یہ بھی لکھا تھا کہ یہ خطرناک ہو گا کہ سٹالن اپنے ہاتھوں میں زبردستی اقتدار کو مرکوز کر لے کیوں کہ وہ اپنی ذاتی بڑی خامیوں یعنی درشتی، غیر مستقل مزاجی، ناروا داری، رفیقوں کی طرف بے توجہی، ناوفاداری اور بداخلاقی کی وجہ سے اس کو کافی احتیاط کے ساتھ استعمال نہ کر سکے گا۔ اس نے کانگریس کو یہ تجویز دی تھی کہ وہ سٹالن کو مرکزی کمیٹی کے جنرل سیکرٹری کے عہدے سے ہٹانے کے سوال پر غور کرے۔ لینن کا خیال تھا کہ اس عہدے پر ایسے کارکن کو متعین کرنا چاہیے ''جو کامریڈ سٹالن پر یہ ایک برتری رکھتا ہو یعنی وہ زیادہ روادار، زیادہ وفادار، زیادہ با اخلاق، رفیقوں کی طرف زیادہ توجہ کرنے والا اور مستقل مزاج وغیرہ ہو۔''

مگر اِس خط کے اندر لکھی ہوئی لینن کی کئی باتیں پارٹی نے نہ مانیں۔ بعد میں 75 برس تک پھر یہ ٹیڑھ پن چلتا رہا۔ سوشلزم کو بچانے کا واحد ذریعہ اُس کے اپنے اساسی اصولوں پہ کاربند ہونا ہوتا ہے۔ اس اساس میں معمولی سا جھول بھی اپنا رنگ ضرور دکھاتا ہے، خواہ اس میں صدی ہی لگ جائے۔

مارچ 1923ء کی ابتدا میں لینن پر تیسری بار دماغی ہیمرہیج کا حملہ ہوا۔ فالج مزید گہرا ہوا۔ دایاں ہاتھ اور دایاں پیر فالج، قوتِ گویائی ختم، مدھم پڑتا ہوا ہوش۔ کروپسکایا کی زندگی مزید اندھیر!

اسی زمانے میں یعنی 17 تا 25 اپریل 1923ء میں پارٹی کی بارہویں کانگریس ہوئی۔ کمیونسٹ انقلاب آنے کے بعد یہ اولین پارٹی کانگریس تھی جس میں لینن شریک نہیں ہوا۔ کروپسکایا بھی ''بس'' ایک مندوب تھی۔

دنیا جہاں سے سپیشلسٹ منگوائے گئے: سویڈن سے، لیزگ سے، ہیمبرگ سے۔

15 مئی 1923ء کو لینن کو پھر گورکی نامی بستی لایا گیا۔ کروپسکایا نرس بھی تھی، اس کی محبوبہ بھی، فزیوتھرپیسٹ بھی، ساتھی بھی اور بیوی بھی۔

سردیوں تک اس کی صحت کچھ بہتر ہوگئی۔ 19-18 اکتوبر کو وہ ماسکو کے کریملن میں گھوم پھر آیا۔ کروپسکایا نے لکھا: ''......ایک دن وہ گیراج پہنچا، موٹر کار میں بیٹھ گیا اور ماسکو چلنے کے لیے کہا۔ کریملن میں اپنے دفتر آیا۔ وہاں وہ تمام کمروں میں گیا اور پھر اپنے مطالعہ کے کمرے میں آیا۔ اس نے اپنے نوٹ بک لیے۔ ہیگل کی تین جلدیں اٹھالیں۔ اسے خیال تھا کہ وہ دوبارہ اپنے فلسفہ کا مطالعہ جاری رکھ پائے گا۔ عوامی کمیساروں کی کونسل میں جھانک کر دیکھا۔ پھر اس نے شہر کی سیر کرنا چاہی۔ ہم زرعی نمائش کے پاس سے ہوکر گزرے۔ رات وہاں گزاری اور......دوسرے دن وہ گورکی واپس جانے کی جلدی کرنے لگا۔'' یہ ماسکو شہر اور اپنے دفتر کریملن میں اُس کی آخری آمد تھی۔(4)

کروپسکایا اس کو اخبارات پڑھ کر سناتی، اُس کی پسند کی کتاب اُسے پڑھ کر سناتی۔ ہمیں اندازہ ہے کہ کروپسکایا پہ کتنی بڑی آزمائش آئی ہوئی تھی۔ دماغ کے فالج والے حساس آدمی کو آپ کیا سنائیں گے؟ وہی ناں، جس میں کوئی بری خبر نہ ہو۔ جس میں اُس کے لیے خوش گوار باتیں ہوں۔ کروپسکایا یہی کر رہی تھی، یہی کرتی رہی۔ یہ المیہ اپنی جگہ کہ سچی خبریں لوگوں تک پہنچانے والے اولین عوامی اخبار ''اسکرا'' نکالنے والے دو اشخاص آج، لوگوں کو تو چھوڑیے خود ایک دوسرے کو بھی اصلی خبریں نہیں بل کہ سلیکٹڈ خبریں سنا رہے تھے......وفا کے تقاضے، عجب تقاضے!!۔

لینن کے آخری دنوں میں کروپسکایا اسے دیمیان بیدنی کی شاعری، جیک لنڈن کی کہانیاں اور گورکی کی آٹوبائیوگرافی پڑھ کر سناتی رہی۔

اور پھر اُس نے ایک اور طرح سے بھی لینن کا استاد بننا تھا۔ لینن کی قوتِ گویائی تو ختم ہوچکی تھی۔ اب کروپسکایا اسے روزانہ بولنے میں مدد کر رہی تھی۔ یہ کام اسے ہی کرنا پڑ رہا تھا اس لیے کہ لینن بیماری میں میڈیکل کے لوگوں سے بہت چڑتا تھا۔ اب وہ دوائیوں، ڈاکٹروں اور نرسوں سے دور بھاگنے لگا۔ کروپسکایا استانی بن کر اُسے دوبارہ بولنا سکھا رہی تھی۔ بہت محنت کے بعد لینن لفظ ''تک'' بول سکتا تھا۔ جس کا مطلب تھا: اچھا۔(5)

رفتہ رفتہ امپرومنٹ ہورہی تھی۔ اب سیاست دانوں کو اُس کی ملاقات کے لیے بلایا جانے لگا۔ وہ لاٹھی کے سہارے ہلکا ہلکا چلنے بھی لگا۔ اکتوبر (1923ء) میں وہ بڑی مشکل سے بائیں ہاتھ سے لکھنے بھی لگا۔

کروپسکایا نے اپنی یادداشت والی کتاب میں لکھا کہ اُس نے 19 جنوری کو اُسے جیک لنڈن کی ایک کہانی Love of Life پڑھ کر سنائی۔ یہ کہانی امید دلانے اور زندہ رہنے کی ہمت بڑھانے میں بہت معاون خوب صورت کہانی تھی۔

اسی اثنا میں 1924ء کو جنوری کے وسط میں پارٹی کی تیرہویں کانگریس منعقد ہوئی۔ ظاہر ہے لینن اُس میں شامل نہ ہوسکا تھا۔ کروپسکایا نے کانفرنس کے مسودات لینن کو پڑھ کر سنائے۔ اُسے غیر حاضری میں پارٹی پریذیڈیم کا ممبر منتخب کیا گیا تھا۔

ریفرنسز

1۔ لوئی فشر۔ دی لائف آف لینن۔ 1964ء۔ ہارپر اینڈ راؤ پبلشرز، نیویارک۔ صفحہ 596
2۔ لینن۔ مجموعہ تصانیف۔ جلد 27۔ صفحہ 238
3۔ مِک نیل۔ برائیڈ آف دی ریولیشن۔ صفحہ 218
4۔ ایضاً۔ صفحہ 232
5۔ ایضاً۔ صفحہ 231

موت ابھی تک برحق ہے

(21 جنوری 1924ء)

لینن کو 21 جنوری 1924ء کو ماسکو کے قریب گورکی گاؤں میں اچانک دورے پڑنے لگے، اس کو تیز بخار ہوا اور وہ دوبارہ ہوش میں نہ آنے کے لیے بے ہوش ہوگیا۔ کروپسکایا پاس تھی۔ اس کا ہاتھ پکڑے ہوئے۔ اُس گھڑی یہی کچھ کیا جاسکتا تھا۔ شام چھے بج کر پچاس منٹ پہ لینن فوت ہوگیا۔ عالمِ انسانیت نے اپنی روانی روک کر یہ خبر سنی کہ انسان جو زندگی کا مرکزہ ہے، آج اُس کے آبشار نے اپنی دائمی موسیقی ساکت کر کے یہ خبر سُنی لی۔

اُس یکتا سرفروش کی موت اُسی پرانے مرض یعنی دماغ میں سیلانِ خون کی بندش (سٹروک) وجہ سے ہوئی۔ دنیا کے مانے ہوئے ڈاکٹر کچھ نہ کرسکے۔ ٹراٹسکی نے ٹھیک کہا تھا کہ ''جہاں سائنس کچھ نہیں کرسکتی وہاں کوئی معجزہ نہیں ہوتا۔''

اُس ہونٹ خشک ہوگئے مگر آنکھیں گیلی۔ لینن نے اُس رات بہت سے گھروں کو اپنے احترام میں چولہے بجھائے رکھنے کے اخلاقی احکامات دیے۔ صرف سوویت یونین میں نہیں، دور دنیا میں بھی۔ دنیا بھر کے مزدوروں کو غم کے ٹھٹھرتے سکوت میں ڈبو کر لینن کی زندگی اختتام کو پہنچی۔ گورکی کہتا ہے: ''ہر شخص، جی ہاں ہر شخص، اُس کی موت پر سکتے میں تھا۔''

انتقال کے وقت لینن کی عمر پچاس برس سے ذرا زیادہ تھی۔ اِن 50 برسوں میں تیس

سال انقلاب کی تیاریوں اور ان تھک محنت میں بسر ہوئے۔ اذیت، روپوشی اور جلاوطنیوں میں۔ شادی بھی جلاوطنی کے اندر (اور وہ بھی سائبیریا کی جلاوطنی میں) کس مپرسی کی حالت میں ہوئی تھی۔ آج وہ اپنی اسی ساتھی وسیاسی کامریڈ کو بیماری اور بڑھاپے میں اکیلا چھوڑ گیا۔ جوڑی ٹوٹ گئی۔

لینن نے کل چھے برس تک حکومت کی۔ ان چھ برسوں میں اس نے رات دن کام کیا۔ اپنے بیمار وجود کی کوئی پرواہ نہ کی۔ اس عرصے میں وہ پرانے کھنڈرات میں سے ایک نئے سماج کی تخلیق کے بے شمار معاملات سے کامیابی کے ساتھ نمٹا تھا۔ ان چھے برسوں میں سے چار سال تو تلخ خانہ جنگی رہی ہدف تھا کہ اُسے بہر صورت جیتنا تھا۔ ''وار کمیونزم'' سے نیو اکنامک پالیسی تک لینن مسلسل اپنی پالیسیوں کو متحرک رکھے رہا تاکہ ناکامی کی حملہ آور توپ سے دنیا کے اولین سوشلسٹ ملک کو نشانہ بننے سے بچایا جاسکے۔ وہ پھرتی کے ساتھ ایڈجسٹ کرتا رہا تاکہ سوشلزم کی تعمیر کو ممکن بناتے رہنے کے واحد مقصد کو حاصل کیا جاسکے۔

یہ درست ہے کہ پارٹی موجود تھی، لیڈر موجود تھے اور انقلاب سلامت تھا مگر یہ بھی سچ ہے کہ ''آدمی'' کا ترجمان مر گیا۔ محنت کی عظمت کے بڑے نقارچی کا دم گھٹ گیا تھا۔ لینن کی اتنی ضرورت تھی جتنی شاید پوری تاریخ میں کسی ''واحد'' شخص کی نہ رہی ہو۔

لینن کے پیروکاروں میں کروپسکایا ہی وہ واحد انسان تھی جس کا چہرہ بیورغی نہیں رویا تھا۔ لینن کی وہ واحد کامریڈ جس کا چہرہ خشک تھا اور اتنی بلند قامت والی کمیونسٹ کو اپنے آنسو دکھانے بھی نہیں تھے۔

اُسے اہم تاریخی فریضے درپیش تھے۔ سب سے اہم یہ تو تھا کہ اسے پارٹی اور عوام الناس کے سامنے لینن ازم کی تشریح کرتے رہنا تھا۔ اسے اپنے سارے فطری ردِعمل کو دبانا تھا۔ اسے سوویت سیاست کے اکھاڑے میں خاموش رہ کر مثبت مداخلتیں کرنی تھیں۔ ایسی ذمہ داریوں کا احساس ہی کسی کو محبوب کی جدائی برداشت کرواجاتا ہے۔ اس سماجی فریضہ نے اسے زندہ رکھا۔

سال 1924ء کی 21، 22 جنوری کی درمیانی رات کو پارٹی کی مرکزی کمیٹی کا اجلاس

ہوا جس میں پارٹی نے عوام کے نام ایک اپیل جاری کی۔ اس میں کہا گیا: ''وہ شخص فوت ہو گیا جس کی بہادرانہ قیادت میں بارود کے دھوئیں میں لپٹی ہوئی ہماری پارٹی نے مضبوط ہاتھوں سے سارے ملک میں اکتوبر انقلاب کا سرخ پرچم لہرایا، بہادری سے دشمنوں کا مقابلہ کیا اور سابق زارشاہی روس کے اندر مزدوروں کی مضبوط حکومت قائم کی۔ کمیونسٹ انٹرنیشنل کا بانی، عالمی کمیونزم کا راہ نما، بین الاقوامی پرولتاریہ کا پیارا اور اس کے لیے باعثِ فخر، مشرق کے مظلوموں کا علم بردار اور روس میں مزدوروں کی ڈکٹیٹرشپ کا راہ نما فوت ہو گیا۔''

''دلیل کا کیسا چراغ تھا جو بجھ گیا، کیا نجیب دل تھا جو دھڑکنا بند کر گیا۔''

23 جنوری کو ولادیمیر ایلیچ لینن کی میت گورکی سے ماسکو لا کر ٹریڈ یونینوں کی عمارت کے ستونوں والے ہال میں رکھی گئی۔ کروپسکایا ساتھ ساتھ تھی۔ چار دن تک، روز و شب انتہائی سخت جاڑے پالے کے باوجود، لاکھوں مزدور، کسان، سرخ فوج کے سپاہی اور ملازمین، سوویت یونین کے کونے کونے سے محنت کشوں کے وفد، بوڑھے اور بچے ستونوں والے ہال میں آ کر عظیم لینن کو آخری خراجِ عقیدت پیش کرتے رہے۔ لوگوں کے رنج و غم کی کوئی حد نہ تھی۔

26 جنوری کو سوویتوں کی دوسری آل یونین کانگریس ہوئی جو محنت کشوں کے لیڈر اور معلم کی یاد سے منسوب تھی۔ سب سے پہلے سوویت یونین کی مرکزی انتظامیہ کمیٹی کے صدر ''کالی نن'' نے تقریر کی۔ مذکورہ کانگریس میں سٹالن سمیت دیگر لوگوں نے بھی تقریریں کیں۔ نادیژدا کروپسکایا نے اپنی تقریر ملک کے سارے محنت کشوں سے اور ساری دنیا کے بدنصیب لوگوں سے اس اپیل کے ساتھ ختم کی کہ وہ لینن کے جھنڈے تلے، کمیونزم کے جھنڈے تلے متحد ہو جائیں۔

وہاں کروپسکایا کی لکھی تقریر بہت بعد میں اُس کی اپنی ہینڈ رائٹنگ میں ملی:

''لینن زار بادشاہوں کا دشمن تھا، جاگیرداروں کا دشمن تھا اور کیپٹلسٹوں کا دشمن تھا، ظالموں کا دشمن تھا۔

''لینن مزدور مردوں عورتوں کا، کسان مردوں عورتوں کا، سارے محنت کرنے والوں کا قریب ترین دوست تھا۔

''لینن محکوم قوموں کا دوست تھا اور انھیں جنگ کرنے کا کہتا تھا۔ لینن اپنی ساری زندگی استبداد کے خلاف آزادی کے لیے، زمین کے لیے اور ایک اچھی زندگی کے لیے جنگ میں لاکھوں مزدوروں اور کسانوں کی راہ نمائی کرتا رہا۔

''لینن نے اپنی ساری زندگی کمیونسٹ پارٹی کی تخلیق کے لیے محنت کی، جس نے کہ سارے مزدوروں اور کسانوں کو جدوجہد کی راہ دکھانا تھی۔ پہلی صفوں میں لڑنے کے لیے جانا تھا۔

''لینن نے غارت گر عالمی جنگ کے خلاف لڑائی ابھاری جو کہ زار بادشاہوں اور کیپٹلسٹوں نے شروع کی تھی۔ اُس نے جنگ میں شامل سارے ملکوں کے محنت کشوں کو ایک برادرانہ یونین بنانے کو کہا۔ اس نے انھیں ان لوگوں کے خلاف اٹھ کھڑے ہونے کا کہا جنھوں نے یہ جنگ شروع کی تھی۔

''لینن نے خود اپنے ملک کے مزدوروں اور کسانوں کو اقتدار لینے میں مدد دی، امن حاصل کرنے میں، زمین، فیکٹریوں اور پلانٹس پر قبضہ کرنے میں مدد دی۔ اس نے مزدوروں اور کسانوں کی ری پبلک کو دشمنوں سے دفاع کرنے میں مدد دی۔

''لینن نے سارے ملکوں کے مزدوروں کو ایک ہونے اور انھیں لڑا کا انٹرنیشنل یونین آف ورکرز یعنی 'تیسری انٹرنیشنل' کے گرد منظّم ہونے کا کہا۔''

لینن کی دوست اور انقلابی محترمہ کلارا زیٹکن لینن کے جنازے کو یوں یاد کرتی ہے:

''لینن کی آرام گاہ کی طرف جاتے ہوئے نہ ختم ہونے والا ماتمی مزدوروں کا جلوس دیکھتی ہوں۔ ان کا ماتم میرا ماتم ہے، لاکھوں کروڑوں کا ماتم ہے۔ میرا تازہ جگا ہوا غم اس حقیقت کی دبوچنے والی یادوں کو جگاتا ہے جو کہ دردناک حال کو کم کرتا ہے...... لینن کے مقبرے پر جھنڈے اور بینر جھکا دیے جاتے ہیں۔ یہ بینرز انقلاب کی خاطر لڑنے والوں کے خون سے رنگے ہوئے ہیں۔ سورماؤں والے پھولوں کے ہار رکھے جاتے ہیں۔ ان میں سے ایک بھی فاضل اور ضرورت سے زیادہ نہیں ہے اور میں اُن کے ساتھ یہ منکسر الفاظ شامل کرتی ہوں۔''

گورکی نے کہا تھا: ''لینن کی موت ایک سو برس میں سب سے بڑی بدنصیبی ہے، ہاں

سب سے بڑی۔'' اور بہ قول ٹراٹسکی: ''لینن نہ رہا مگر لینن ازم کو دوام ہے۔''

27 جنوری 1924ء کو لینن کی ممی کردہ باڈی ایک باوقار مقبرے (ماسولیم) میں انسٹال کردی گئی۔

جواہر لال نہرو نے لینن کے مقبرے کی زیارت کے بعد لکھا: ''مرنے سے قبل مشکلات اور خطرات پر اُس نے قابو پالیا تھا اور موت کو لبیک کہتے وقت اس کو اپنی کامرانی کا پورا پورا علم ہوگیا تھا۔ آج ماسکو کے حسین لال چوک میں، کریملن کے زیر سایہ ایک سادہ سے مقبرے (ماسولیم) میں اس کی ممی کی ہوئی لاش رکھی ہوئی ہے۔ ایسا لگتا ہے جیسے واقعی وہ سو رہا ہے اور یہ باور کرنا مشکل ہوجاتا ہے کہ وہ مر چکا ہے۔ اس کی پیشانی نہایت پرسکون اور بے داغ ہے اور ہونٹوں پر ایک مسکراہٹ کھیل رہی ہے جو اس کی جنگ جو یانہ فطرت کی، نیز کام کو ختم کرنے اور کامرانی حاصل کرلینے کے احساس کی غمازی کرتی ہے۔''(1)

میں (شاہ محمد) انٹرنیشنل کمیونسٹ یوتھ فیسٹیول میں پاکستانی ڈیلی گیشن کے سربراہ کے بہ طور 1986ء میں ماسکو میں تھا۔ ایک مقررہ دن سارے ممالک کے وفود کے سربراہوں کو لینن کے مقبرے پہ جانے کے لیے انتظام کیا گیا۔ ایک لمبی قطار میں کھڑے آپ قدم قدم آگے بڑھتے جائیں اور یوں چیونٹی رفتار سے کہیں آپ اُس مقبرے کے چھوٹے سے کمرے کے دروازے سے داخل ہوں۔ کمرے میں نصب دائیں طرف لینن کے مجسمے کو خاموشی سے دیکھتے چلتے جائیں اور سامنے موجود دوسرے دروازے سے باہر جائیں۔ ایک بہت ہی مہذب پولیس والا آپ کو لائن توڑنے، لینن کو چھونے یا بات کرنے سے روکنے کے لیے موجود ہوتا ہے...... اُس کا بڑا بھی مجھے چلتے چلتے میں لینن کو سلیوٹ مارنے سے نہیں روک سکا تھا۔

ریفرنسز

1۔ نہرو۔ جواہر لال۔ سوویت روس۔ 2018ء۔ فکشن ہاؤس۔ صفحہ 68

کروپسکایا اور لینن، اچھے لوگ!

تکبر نباید ز صاحب دلاں

لینن اور کروپسکایا کو اکٹھے روس میں جم کر رہنے کے لیے صرف آخری سات سال نصیب ہوئے؛ 1917ء سے 1924ء تک۔ باقی ساری عمر وہ جلاوطنیوں میں بھٹکتے، رُلتے رہے۔ ان سات برسوں کے بعد لینن کا انتقال ہوگیا۔ کروپسکایا کی زندگی کے بقیہ پندرہ سال بیوگی کے تھے۔

یونی ورسٹی پڑھنے کے بعد اندرونِ ملک یعنی سائبیریا جلاوطنی تو گویا جہنم کو جلاوطنی تھی۔ وہاں جلاوطنی کے تین برس تک وہ دنیا سے کٹے رہے، پارٹی اور اُس کے یونٹوں سے کٹے رہے۔ اپنے خاندانوں عزیزوں سے کٹے رہے۔

سائبیریا جلاوطنی کے مقررہ برس بھگتنے کے بعد لینن اور کروپسکایا جو روس سے اکھڑے تو پھر اکھڑے ہی رہے۔ اگلے سترہ برس تک وہ مغربی یورپ میں جلاوطن رہے۔ یہ جلاوطنی اُس وقت شروع ہوئی جب لینن 1900ء میں سائبیریا سے چھوٹ کر یورپ جلاوطن ہوا اور اپریل 1917ء تک وہیں باہر سے اپنے ملک میں سوشلزم کے قیام کی جدوجہد کے سلسلے میں دربہ در رہا۔ یوں اُس کی بیرونِ ملک جلاوطنی 17 برس پر مشتمل تھی۔ (کل جلاوطنی 17، جمع سائبیریا جلاوطنی کے 3 سال =20 برس)۔ کروپسکایا سائبیریا جلاوطنی سے 1901ء میں رہا ہوئی اور پھر وہ بھی یورپ جلاوطن ہوئی۔ 1917ء میں روس واپسی تک وہ 16 سال بیرونِ ملک جلاوطن رہی۔ (کل جلاوطنی 16 جمع

سائبیریا کے 3=19 برس)......20 برس ایک پوری زندگی ہوتی ہے بھئی!!

اِن دونوں انقلابی سیاسی ورکرز کو غریب ترین ہوٹلوں میں پیٹ کا جہنم بھرنا ہوتا تھا۔ سرد یورپ میں بس برائے نام گرم لباس نصیب رہا تھا۔ سستے علاقوں میں سستا ترین کمرا اُن کی رہائش گاہ بنتا تھا۔ ایسے میں عجز وانکساری تو عادت بن جاتی ہے۔ اسی لیے کروپسکایا اور لینن نے اپنی نظریاتی کمٹ منٹ کی وجہ سے بھی، اور اِن در بہ در اور مصیبت زدہ برسوں کے سبب بھی کوئی پیٹی بورژوا عادتیں نہیں پالیں۔

جو تھوڑی بہت ''عیاشی'' انھیں نصیب ہوئی تھی، وہ دوزخی سائبیریا میں غیرانسانی جلاوطنی کے ماہ وسال تھے۔ یوں تو سائبیریا دنیا جہاں سے دھتکارا ہوا علاقہ تھا۔ وہاں موت آور حتمی بادشاہی برف کی تھی۔ غیرآباد راستے تھے اور فرار ناممکن تھا۔ اس لیے یہاں ہزاروں میل دور کے کسی جلاوطن قیدی کو ایک کوٹھڑی میں بند کرنے کی ضرورت ہی نہ تھی۔ جہنم کی دیواریں نہیں ہوتیں۔ برف کے صحرا میں داروغہ نہیں ہوتا۔ اِس ناقابلِ بیان ''سکراتستان'' میں ان دو انقلابیوں کو تین برس کی جلاوطنی بھگتنا تھی۔ یہ سزا ایجاد کرنے والے کو خدا کرے قبر کے کیڑے آرام سے نہ چھوڑیں!

چناں چہ وہاں لینن کبھی کبھی خرگوش کا شکار کرلیتا۔ وہ دونوں وہاں جنگلی کھمبیاں ڈھونڈتے۔ کروپسکایا نے سائبیریا جلاوطنی میں لینن کو ''پرجوش کھمبی تلاش'' کا خطاب دیا تھا۔(1) اس کے علاوہ اِس حتمی برف شاہی ''کالا پانی'' میں کچھ ماہ ایسے ضرور ملتے جب جلاوطن کروپسکایا، اپنی والدہ اور شوہر لینن کے ساتھ زمین کھودتی اور سبزیوں کا ایک باغیچہ تیار کرتی۔ مولی، گاجر، ساگ ، ٹماٹر، کدو اور چقندر کی ''فصل'' تیار ہوتی۔ بادشاہی جلاوطنی!!

اور بھی وجوہات ہیں کہ جب بھی اس جوڑی کے بارے میں بات کی جائے تو خود بہ خود ایک تقدس، ایک بھاری پن کا تاثر ابھرتا ہے۔ اُن میاں بیوی کی بائیوگرافیوں میں کوئی ٹوٹی سابقہ شادی کا وجود نہیں تھا۔ ان کی آپسی محبت میں کوئی ٹین ایجرز والی طوفانی محبت کی داستان نہیں تھی۔ ان کے پاس ایک دوسرے سے پہلی نظر میں محبت والا قصہ بھی نہیں تھا، کوئی بے مسرت لوافیئر نہ تھا۔ وہ دونوں منجھے ہوئے انقلابی جذباتی محبت سے بہت دور تھے۔ یہ تو ایک نہ مرنے والی لازوال محبت تھی۔

دونوں ایک دوسرے کے بارے میں اپنے جذبات کم لکھتے تھے۔ اُن کے بیچ شادی سے قبل بھی اور شادی کے بعد بھی انقلابی کاز کے لیے کام میں اشتراک ہی سب سے بڑا رشتہ تھا۔ وہ ایک دوسرے کو پسند کرتے تھے اور بہت باوقار محبت کرتے تھے۔

کروپسکایا تو بہت منکسر مزاج اور عاجز طبیعت انسان تھی۔ وہ لینن سے ایک برس بڑی تھی۔ لباس کی سادگی اور وضع داری میں بہت محتاط تھی۔ اس کے بال بہت باوقار انداز میں کنگھی شدہ ہوتے۔

لینن کے بارے میں ایک سینئر بالشویک ماریا ایسین نے لکھا تھا کہ ''وہ ایک ترکِ دنیا والا پارسا نہ تھا۔ وہ زندگی کے تمام پہلوؤں سے پیار کرتا تھا۔ اردگرد، خوراک اور لباس کی چوائس کا اس کی زندگی میں کوئی رول نہیں تھا۔ یہ دست برداری والا اور خود کو محروم رکھنے کا معاملہ نہ تھا؛ اُسے ضرورت ہی محسوس نہیں ہوتی تھی۔ مجھے لینن کے گھر میں یاد نہیں کہ حتیٰ کہ عام لاپروائی والی گفت میں بھی کبھی کسی لذیذ خوراک کے بارے میں بات ہوئی ہو۔ وہ لوگ کھانا ضرور کھاتے تھے مگر زندگی کا یہ پہلو کسی کی بھی دلچسپی کا نہ تھا۔''(2)

ماما عبداللہ جان جمالدینی نے لکھا کہ ''اپنی تعریف اچھی بات نہیں ہوتی مگر کیا کیا جائے انسانی کمزوریاں بہت ہیں، کوشش سے بھی بہت کم لوگ اس پر قابو پاتے ہیں۔''(3) اور فیض احمد فیض نے خود تعریفی کو صرف بور نہیں بل کہ انتہائی بور لوگوں کا کام کہا تھا۔

روس میں انقلاب کے بعد لینن ملک کا سربراہ بنا اور کروپسکایا فرسٹ لیڈی۔ وہ انقلابی حکومت میں نائب وزیر بنی۔ بنی نوعِ انسان کی تاریخ میں دنیا میں کسی واحد گورنمنٹ والا سب سے بڑا رقبہ لینن کے پاس تھا۔ گلوب کے چھٹے حصے پر پھیلا ہوا ملک۔ یہ جرمنی کو جاپان سے ملاتا تھا اور ہمالیہ کو آرکٹک سے۔ یہ سکینڈ نیویا، مغربی یورپ، بلقان، مشرقِ قریب، پرشیا، انڈیا اور چین کے ساتھ ساتھ چلتا تھا اور الاسکا کے سبب یہ امریکا کا بھی پڑوسی تھا۔

مارچ 1918ء میں روس کا دارالحکومت، پیٹرس برگ سے ماسکو منتقل ہوگیا۔ کروپسکایا اور لینن پہ مشتمل خاندان کریملن شفٹ ہوگیا۔ ایک اپارٹمنٹ لینن کے نام پر الاٹ کیا گیا۔ یہ اُن

دونوں کی بقیہ پوری مشترک زندگی میں واقعتاً ایک مستقل گھر بنا۔ چار سادہ سے کمروں والا ''گھر''۔ ایک کمرہ لینن کا تھا، ایک لینن کی بہن ماریا کا اور ایک کروپسکایا کا۔

سربراہِ مملکت کا یہ 'عالی شان محل' اُس گھر سے بھی چھوٹا تھا جو سائبیریا جلاوطنی کے وقت اُن کے پاس ہوتا تھا۔ یہ اپارٹمنٹ تیسری منزل پہ واقع تھا۔ اونچی چھتوں کے سبب سمجھو پانچویں منزل پہ اور لینن کو اپنی بیوی کی تھائرائڈ نامی بیماری کے مارے ہوئے دل کے بارے میں پریشانی تھی۔(4)

حکم رانی والی نئی زندگی نوکر چاکروں سے شروع ہی نہیں ہوئی۔ گیل نامی ڈرائیور تھا، وہی لینن کا باڈی گارڈ بھی تھا، کامریڈ اور سنگت بھی۔

کلارا زیٹکن نے ملک کے اِس سربراہ کے بارے میں لکھا: ''میں ایک سے زیادہ مزدوروں کے گھر گئی جو 'سب سے طاقت ور ماسکوئی ڈکٹیٹر، لینن' کے گھر سے بہت زیادہ فرنشڈ (Furnished) تھے۔ میں نے لینن کی بیوی اور بہن کو رات کو کھانے پہ دیکھا۔ یہ ایک سادہ کھانا تھا، جس طرح کہ مشکل حالات تقاضا کرتے ہیں: چائے، کالی روٹی، مکھن اور پنیر۔ بعد میں بہن نے مجھ ''گیسٹ آف آنر'' کے لیے کچھ ''سوویٹ ڈش'' ڈھونڈنے کی کوشش کی اور محفوظ کردہ خوراک کا ایک چھوٹا مرتبان دریافت کرلیا۔ یہ تو عام اور معلوم بات تھی کہ کسان ''اپنے ایلیچ'' کو سفید آٹے، نمکین گوشت، انڈوں اور پھلوں وغیرہ کے تحفے بھیجتے تھے۔ مگر یہ بھی عام معلوم تھا کہ لینن کے گھر میں اِن میں سے کوئی چیز نہیں رہتی تھی۔ ہر چیز ہسپتالوں اور چلڈرن ہومز کا رخ کرتی تھی۔ لینن کا خاندان محنت کش عوام کی طرح کی زندگی گزارنے کے اصول پر سختی سے کاربند تھا۔''(5)

کلارا لکھتی ہے کہ ''کروپسکایا، بورژوا تصور کے مطابق 'عظیم روسی سلطنت کی خاتونِ اول' تھی مگر وہ تو خود کو فراموش کرنے کی خواہش کرنے میں اول تھی، محنت کشوں اور محکوموں کے کاز کے لیے قربانیوں میں اول تھی۔ کام اور آئیڈیاز کے قریب ترین اشتراک نے اُسے لینن سے باندھ دیا تھا۔ کروپسکایا کے بارے میں سوچے بغیر لینن کے بارے میں بات کرنا ناممکن ہے۔ وہ 'لینن کی دستِ راست' تھی، اس کی اولین اور بہترین سیکریٹری، فکر میں اُس کی کامریڈ، اُس کے خیالات کی

سب سے تجربہ کار تشریح کرنے والی، مضبوطی اور عقل مندی کے ساتھ جی نی اُس کے مالک کے لیے دوست، ورکنگ کلاس کے اندر پروپیگنڈہ جاری رکھنے میں اولین۔ اُس کے علاوہ اُس کے پاس سرگرمی کا اپنا ذاتی دائرہ تھا جس کے لیے اس نے اپنی ساری روح کے ساتھ خود کو وقف کر رکھا تھا: یعنی پاپولر ایجوکیشن سسٹم اور انسٹرکشن۔

''یہ فرض کرنا مضحکہ خیز اور توہین آمیز ہے کہ کروپسکایا ''لینن کی ڈپٹی'' کے بہ طور کریملن میں تھی۔ اس کی گہری مادرانہ فطرت نے لینن کی رہائش گاہ کو لفظ کے نازک ترین معنوں میں ایک 'گھر' بنادیا۔۔۔ یہ گھر روحانی فضا سے بھرا ہوا تھا جو اُن رشتوں کا نتیجہ تھی جو کہ وہاں رہنے اور حرکت کرنے والے انسانوں کو جوڑے رکھتا تھا۔ یہ بات واضح تھی کہ اُن رشتوں میں ہر چیز خلوص، سچائی، اور تفہیم سے متعین تھی۔''(6)

کروپسکایا 1917ء کے انقلاب کے بعد بننے والی انقلابی حکومت میں ایجوکیشن کی نائب وزیر بنی۔ وہ بہت محنتی وزیر تھی۔ صبح سویرے دفتر آتی اور سارا دن کام کرتی۔ رات بھی اُسی وقت اٹھتی جب لینن کا فون آتا کہ کھانا اکیلے نہیں کھاؤں گا، آجاؤ۔ وہ تو حتیٰ کہ دفتر کی ہفت روزہ صفائی میں بھی سٹاف کے ساتھ حصہ لیتی اور کبھی کبھی جب اس کے ساتھی اُسے بتائے بغیر صفائی کا سارا کام مکمل کرلیتے تو وہ انھیں ''بے عدل دھوکے باز'' کہتی۔(7)

یہ میاں بیوی اپنی جسمانی فٹنس کا بہت خیال رکھتے تھے۔ وہ دونوں سگریٹ نہیں پیتے تھے۔ لینن ہر روز ورزش کرتا تھا۔ یہ عادت اس نے سائبیریا جلاوطن کیے جانے سے قبل پیٹرس برگ جیل میں شروع کی تھی۔ وہ لمبی سیر کو چلا جاتا۔(8)

لینن شراب کے معاملے میں کوئی ''بالکل بھی نہ پینے والا'' تو نہیں تھا مگر وہ اس کا کچھ زیادہ شوقین بھی نہ تھا۔ کبھی کبھار بیئر کا ایک گلاس۔

ہاں، البتہ وہ چائے خوب پیتا تھا۔ اس نے اپنی زندگی کے کئی یادگار دنوں میں یادگار چائے پی لی تھی: سینٹ پیٹرس برگ میں اپنی پہلی گرفتاری پہ چائے، سائبیریا میں اپنی شادی کی تقریب میں چائے، سیلڈ ٹرین میں چائے، فن لینڈ سٹیشن پہ پہنچنے کے فوراً بعد چائے اور 1918ء

میں گولیوں سے زخمی ہونے پہ چائے۔ سیلڈ ٹرین میں تو کروپسکایا نے باقاعدہ گھاسلیٹ کا ایک سٹوو ساتھ رکھا تاکہ جرمنی میں سے گزرتے ہوئے وہ اپنے محبوب اور سنگت کو چائے کی سپلائی جاری رکھ سکے۔(9)

ان بہت بڑے انسانوں کو خود کو عام انسان بنا کر رکھنے میں کوئی محنت کوئی ریاضت نہیں کرنی پڑتی۔ اس لیے کہ عظیم انسان خود کو عام انسان بناتا ہی تب ہے جب یہ اُس کی عادت، اُس کی فطرت میں شامل ہو جائے۔ مگر کتنا سکون ملتا ہوگا خود اپنے بارے میں ایک منکسر رائے رکھنے میں۔ اس سلسلے میں لینن دنیا کا پُرسکون ترین آدمی تھا۔

لوناچارسکی نے ایک جگہ لکھا کہ جس وقت لینن پر قاتلانہ حملہ ہوا اور وہ تن درست ہو رہا تھا تو اُس نے برونچ اور کچھ دیگر حکام کو بلایا اور کھردرے انداز میں ان سے کہا: ''میں یہ دیکھ کر سخت ناخوش ہوا کہ لوگ میری شخصیت کو بڑھا چڑھا کر پیش کرنے لگے ہیں۔ یہ ناراض کرنے اور نقصان دینے والی بات ہے۔ ہم سب جانتے ہیں کہ شخصیت اہمیت نہیں رکھتی۔ مجھے ذاتی طور پر اس طرح کے مظہر کو منع کرنے پر شرم آتی ہے مگر آپ لوگوں کو اس سارے معاملے پر عاقلانہ طور پر بریکیں لگانی چاہئیں۔''

ایک عمومی اور عالم گیر اصول ہے: بڑے لوگوں کو خودستائش سے سخت نفرت ہوتی ہے۔ جتنا بڑا انسان ہوگا، اتنا ہی نام و ناموس سے دور بھاگتا ہوگا۔ مثال کے طور پر یہ دیکھیے کہ مارکسزم کے ساتھ لفظ ''لینن ازم''، لینن اور کروپسکایا کی زندگیوں میں ہی استعمال ہونا شروع ہوا تھا لیکن لینن اور کروپسکایا ''لینن ازم'' کی اِس اصطلاح کے خلاف اپنی سخت ناپسندیدگی ظاہر کرتے تھے۔ اس لیے کہ لینن کے بہ قول یہ لفظ ''سیاست میں شخصی فیکٹر کی حد سے زیادہ دلالت کرتا ہے۔''(10)

لینن کی آخری بیماری میں بلائے گئے برلن کے ڈاکٹر کلیمپرر نے لکھا: ''میں نے پہلے اُسے اُس کے بیڈروم میں دیکھا۔ وہ ایک وسیع سپاٹ اپارٹمنٹ تھا جس میں صرف لوہے کا ایک پرانا نوکروں والا بیڈ رکھا تھا، ایک سپاٹ ڈیسک، بہت سی لکڑی کی کرسیاں اور ایک میز رکھی تھی جو کتابوں سے بھری ہوتی تھی۔ دیواروں پر کوئی سجاوٹ اور آرائش نہ تھی، نہ کوئی تصویر یا قالین کا ٹکڑا ٹنگا تھا۔

جب میں نے دوبارہ اُسے اُسی سال جون 1922ء میں دیکھا تو وہ ماسکو کے سابقہ میئر کے عظیم الشان دیہی محل میں تھا۔ جہاں امید تھی کہ وہ آرام اور تفریح کر سکے گا۔ مگر وہ اُس عمدہ گھر کے اندر نہیں رہتا تھا بل کہ اُس کے برعکس قریب ہی ایک چھوٹے گھر کے ایک غریب کمرے میں رہتا تھا جسے ماضی میں نوکر استعمال کیا کرتے تھے۔ مجھے اُسے سخت دلائل دینے پڑے تب کہیں جا کر وہ اُس بڑے گھر میں جانے کے لیے تیار ہوا۔''(11)

کروپسکایا اور لینن لگژری والی زندگی سے بہت دور تھے۔ وہ پارٹی کی جانب سے تن خواہ پر انحصار کرتے تھے۔ وہ تن خواہ کبھی کبھار تو ان کے گزارے کے لیے بھی ناکافی ہوتی۔

عموماً دیکھا گیا ہے کہ عام سیاسی ورکرز بھی اپنی تصاویر اخبارات اور سوشل میڈیا پہ بھرتی کرتے رہتے ہیں۔ وجہ بے وجہ پریس ریلیز ز کے نرغے میں رہتے ہیں۔ اپنی تعریف میں شاعری لکھواتے ہیں، سوانحی الہامیات چھپواتے ہیں۔ لیکن لینن جو ملک کا سربراہ تھا، بابائے قوم تھا، اُس کا چہرہ عام لوگوں میں اس قدر ناشناس چہرہ تھا۔ انقلاب کے بعد ایک بار نوجوان کمیونسٹوں کی ایک گشت پارٹی نے جولائی 1918ء میں اُسے گرفتار کر لیا۔ جب اس نے اپنا شناختی کارڈ دکھایا جس پہ اس کا نام ''لینن'' لکھا تھا اور ساتھ ''چیئرمین کونسل آف پیپلز کمیسارز'' (سربراہِ مملکت) لکھا تھا تو گشت والی پارٹی نے یقین نہیں کیا۔ وہ لوگ اُسے قریبی پولیس سٹیشن لے گئے۔ وہاں لینن کو پہچان لیا گیا اور رہا کیا گیا۔(12)

6,7 جنوری 1918ء کو وہ کروپسکایا کے ساتھ روسی کرسمس منانے جا رہا تھا۔ اس کی تو عادت تھی کہ وہ گاڑیوں کا کاروان ساتھ نہیں رکھتا تھا۔ روڈ پہ موجود اُس کی تنہا کار کو ڈاکوؤں نے روک لیا۔ جب انھیں پتہ چلا کہ کار میں کون ہے تو وہ ذرا سا حیران ہوئے۔ مگر وہ پھر بھی گاڑی اور سامان چھین کر لے گئے۔ یہ احسان البتہ اُن ڈاکوؤں نے یہ کیا کہ انھوں نے لینن، اس کی بہن ماریا، ڈرائیور اور باڈی گارڈ کو زندہ چھوڑ دیا۔(13)

کروپسکایا کے مطابق اس سربراہِ مملکت لینن کو اقتدار کے دو سال بعد جنوری 1919ء تک کسی حد تک زیادہ پہچانا جانے لگا تھا۔

دنیا بھر میں انقلابیوں کی خاصیت ہوتی ہے کہ وہ ''میں میں'' کبھی نہیں ممیاتے۔ لینن اور کروپسکایا شان دار انقلابی تھے۔ وہ اپنے بارے میں بہت کم بولتے تھے، بہت کم سنتے تھے اور بہت کم لکھتے تھے۔ وہ دونوں عام انسان بن کر رہے۔ گورکی نے کہا تھا: ''وہ کسی بھی طرح عام آدمی تھا۔ ایک لیڈر ہونے کا تاثر نہیں دیتا تھا۔'' (14)

وہ دونوں، بہت ہی بے نفس لوگ اپنا نام پرنٹ میں بھی بہت زیادہ چھپنے نہ دیتے تھے۔ جیسے کہ دنیا کا دستور ہے، وہاں سوویت اخبارات میں بھی لینن کی تعریفیں ہوتی تھیں۔ یہ ''تسلسل سے انبار بنتی جاتی ناگوار تعریفیں'' اُسے پریشان کرتی جاتیں۔ اُس نے بونچ بروئے وچ کو کچھ سرخیاں دکھاتے ہوئے پوچھا: ''یہ کس لیے ہے؟ مجھے اخبارات پڑھتے ہوئے تکلیف محسوس ہوتی ہے۔ جہاں بھی دیکھو وہ میرے بارے میں لکھتے ہیں کہ میں ایسا ہوں، میں ویسا ہوں۔ وہ ہر چیز میں مبالغہ کرتے ہیں۔ وہ مجھے ایک جی نی ئیس کہتے ہیں۔ ایک طرح کا غیر معمولی آدمی...... ہم اپنی ساری زندگیاں اپنی ذات کی وقعت بڑھانے کے خلاف لڑتے رہے ہیں، ایک فردِ واحد کو ارفع بنانے کے خلاف لڑتے رہے ہیں...... اور یہاں بار بار ایسا ہو رہا ہے: ایک شخصیت کی تعریف و توصیف۔ یہ بالکل اچھا نہیں ہے...... میں مکمل طور پر ایک فرد پر زور دینے والے اِس غیر مارکسی رویے کو سخت نقصان دِہ سمجھتا ہوں۔ یہ برا ہے، مکمل طور پر ناقابلِ قبول اور غیر ضروری ہے۔ اور میری یہ تصویریں؟ ہر جگہ پر! اس سب کا مقصد کیا ہے؟ یہ سب فالتو اور نقصان دہ ہے اور ہمارے نظریہ کے خلاف ہے اور فرد کے رول کے بارے میں ہمارے نقطۂ نظر کے خلاف ہے۔'' (15)

آیئے، حکومت کے ایک عہدے دار بونچ بروئے وچ کے نام روس کے سربراہِ مملکت لینن کا ایک نوٹ پڑھتے ہیں:

''جناب بونچ بروئی وچ، بزنس منیجر، کونسل آف پیپلز کمیسارز

''میرے اِس مسلسل مطالبے کی عدم تعمیل پہ، کہ یکم مارچ 1918ء سے کس بنیاد پر میری ماہانہ تن خواہ 500 سے 800 روبل تک بڑھائی دی گئی اور اس بات پہ کہ سیکرٹری آف کونسل گوربونوف کے ساتھ مل کر آپ نے من مانے طور پر جو یہ غیر قانونی اضافہ کیا، وہ 23

نومبر 1917ء کو عوامی کمیساروں کی کونسل کے جاری کردہ فرمان کی صریحاً خلاف ورزی ہے، میں آپ کو سختی سے وارننگ دیتا ہوں۔

چیئرمین، عوامی کمیساروں کی کونسل''

(تاریخ میں یہ شاید انوکھا ترین واقعہ ہے کہ ایک سربراہِ مملکت ایک افسر کو اپنی تن خواہ بڑھانے پر وارننگ لیٹر جاری کر رہا ہو)۔

ٹراٹسکی نے لینن پہ لکھی اپنی کتاب کے صفحہ 340 پر لکھا:

''میں ایک دلچسپ واقعہ یاد کیے بنا نہیں رہ سکتا۔ لینن اور ہم لوگوں نے ایک ''اصول'' متعارف کیا کہ جو کوئی بھی کسی اجلاس میں دس منٹ سے زیادہ دیر سے آئے، اُسے جرمانہ دینا ہوگا۔ مجھے یاد ہے کہ ایک میٹنگ سے نکلتے ہی ہمیں کریملن کے دُور کے دوسرے سرے پہ ایک دوسری میٹنگ پہ جانا تھا جس کے لیے ہمیں ایک بہت طویل میدان کو عبور کرنا تھا۔ لینن نے ذرا دیر کے لیے گھر ہو آنے کا فیصلہ کیا۔ میں نے اُسے فون کیا: ولادیمیر ایلیچ، تم جرمانہ ہونے کا رسک لے رہے ہو۔ میٹنگ سٹارٹ ہونے میں تمہارے پاس محض دو سے تین منٹ ہیں۔''

''ٹھیک ہے'' اس نے دبی دبی ہنسی کے ساتھ جواب دیا، جس کا راز مجھے بعد میں سمجھ آ گیا۔ میں سیڑھیاں اترا اور اُس میدان پہنچ کر میں پیچھے مڑ مڑ کر دیکھتا رہا کہ لینن کہیں نظر آ رہا ہے؟ اچانک، بہت دور دوسرے سرے پر، میرے سامنے تقریباً ایک سو قدم پہ، ایک جانے پہچانے وضع قطع کا شخص شوں کر کے گزر گیا اور کیولری بلڈنگ کے کونے کے گرد گم ہو گیا۔ کیا یہ لینن تھا؟ ناممکن!! وہ ہو ہی نہیں سکتا۔

''دو منٹ بعد میں کانفرنس روم پہنچ گیا۔ پتہ ہے میں نے کس کو دیکھا تھا؟ لینن کو۔ ابھی تک اس کا سانس ذرا سا پھولا ہوا تھا۔ وہ خوشی سے مجھ سے یہ کہتا ہوا ملا: ''ہیلو، یہ تم ہو جو ایک منٹ لیٹ ہو!'' اور اس نے فاتحانہ قہقہہ لگایا۔

''مجھے تسلیم کرنا ہوگا'' میں نے دوسرے کامریڈز سے وضاحت کی: ''مجھے توقع نہ تھی...... سچ۔ مجھے لگا تھا کہ کیولری بلڈنگ کی طرف لینن سے ملتا جلتا کوئی لپک کر اڑتا گیا، مگر میں یہ تصور تک

نہ کرسکا کہ ملک کا سربراہ سب لوگوں کے سامنے کریملن کے میدان کے آر پار طوفان کی طرح دوڑ لگائے گا۔''

1919ء کی ابتدا میں ایوانوف، نامی ایک کسان لینن سے ملنے آیا۔ وہ جب واپس پہنچا تو اُس نے مقامی سوویت کی انتظامیہ کمیٹی میں اپنی رپورٹ میں کہا کہ لینن کے کمرے کو گرم رکھنے کا کوئی بندوبست نہیں ہے اور وہ ٹھنڈے کمرے میں کام کرتا ہے۔ چناں چہ ولادیمیر صوبے سودوگودسکی ضلع کی ملینو واتحصیل کی انتظامیہ کمیٹی نے یہ فیصلہ کیا کہ '' کامریڈ لینن کو انتظامیہ کمیٹی کے خرچ سے ایک ویگن لکڑی بھیجی جائے اور اگر ضرورت ہو تو اُن کا لوہار خود جا کر لوہے کا ایک آتش دان لگا دے۔''

اسی طرح انٹرنیشنل کمیونسٹ پارٹیوں کی ایک میٹنگ میں اٹلی کے وفد میں ایک موچی اور ایک حجام شامل تھے۔ بارہ دن کے لمبے سفر میں موچی اپنے چھوٹے سے ٹرنک کی بڑی حفاظت کرتا رہا جس میں اس نے اپنے ہاتھ سے بنائے دو جوڑے جوتے رکھے تھے۔ ایک جوڑا مردانہ، ایک زنانہ۔ وہ مردانہ جوڑا لینن کو پیش کرنا چاہتا تھا اور زنانہ جوڑا کروپسکایا کو۔ حجام کا ارادہ تھا کہ وہ لینن کو اس کی داڑھی کے سٹائل کے بارے میں ماہرانہ مشورے دے گا۔

لینن ایک عام انسان کی طرح خوشی اور غم سے متاثر ہوتا تھا۔ اس کی کامریڈ اور دوست آنیسا آرمند 24 ستمبر 1920ء میں فوت ہوگئی تھی۔ اینجلیکا بلبانوف 12 اکتوبر کو آنیسا کی ماسکو میں تدفین کے موقع پر لینن کو یوں بیان کرتی ہے: ''صرف چہرہ نہیں، اس کا پورا بدن غم میں اس قدر غرق تھا کہ مجھے اُسے معمولی اشارے سے بھی سلام کرنے کی جرأت نہ ہوئی۔ واضح تھا کہ وہ اپنے غم کے ساتھ تنہا رہنا چاہتا تھا۔ اس کی آنکھیں آنسوؤں میں ڈوبتی لگتی تھیں جنھیں وہ کوشش سے روکے ہوئے تھا۔''

بار بار دہرانے کی ضرورت ہے کہ فطری لوگ، جینوئن لوگ کبھی بھی نہ خود اپنی ستائش میں مبتلا ہوئے اور نہ دوسروں کو اس کی اجازت دی۔ ان بڑے انسانوں نے کبھی اپنی خصوصی خدمات پر زور نہ دیا بلکہ اس کے برعکس لینن انقلاب جیسی بڑی کام یابی پہ رینک اینڈ فائل کے اندر تکبر اور غرور کو یوں کچلتا رہا:

''کمیونسٹوں کی ایک سب سے بڑی اور انتہائی خطرناک غلطی یہ خیال ہے کہ انقلاب صرف انقلابی ہی کر سکتے ہیں۔ اس کے برعکس کام یاب ہونے کے لیے سنجیدہ انقلابی کام تقاضا کرتا ہے کہ انقلابی لوگ سچے، توانا اور ترقی یافتہ طبقے کے صرف ہراول دستے کا رول ادا کریں۔ اس خیال کو سمجھنا چاہیے اور اس پر عمل پیرا ہونا چاہیے۔ ہراول دستہ صرف اس وقت ہی ہراول دستے کے فرائض پورے کرتا ہے جب وہ عوام الناس سے علیحدہ نہ ہو بلکہ تمام عوام الناس کو آگے بڑھانے میں واقعی رہ نمائی کرے۔''(16)۔

انقلاب کے بعد لینن یورپ کے ایک ملک کا حکم ران تھا۔ اُس کا ایشیائی رسم و رواج سے کوئی تعلق نہ تھا۔ یورپ کی اخلاقیات ہمارے ہاں کی فیوڈل اخلاقیات سے بہت مختلف ہوتی ہے۔ مگر یہ دلچسپ ہے کہ جوں ہی ملاقاتی کمرے میں داخل ہوتے لینن سب کے لیے اپنی میز کے پیچھے سے پھرتی سے اٹھ کھڑا ہوتا اور اُن سے ملنے آگے آتا۔ اس کا چہرہ مخلص مسرت سے دمک اٹھتا۔

لینن کے انتقال کے موقع پر پیٹروگراڈ کے مزدوروں کی درخواست پر کانگریس نے پیٹروگراڈ شہر کا نام بدل کر لینن گراڈ رکھنے کا فیصلہ کیا۔ ایک دوسرا عجب اقدام یہ ہوا کہ لینن کی میت کو دفن نہیں کیا گیا بلکہ ریڈ سکوائر پر ایک خاص طور سے بنے ہوئے مقبرے میں اس کے جسم کو محفوظ کر دیا گیا۔

اور یہیں اِس سب کے خلاف چیخنے ''والی'' چیخ اٹھی۔ سوشلزم چیخ اٹھا۔ لینن کی روح چیخ اٹھی۔ چناں چہ جب کروپسکایا کو اس بات کا پتہ چلا کہ لینن کو دفن کرنے کی بجائے نمائش کے لیے رکھا جائے گا تو اگلے دن ''پراودا'' اخبار میں وہ کھنک اٹھی: ''میں آپ سب مزدور انسانوں سے عظیم درخواست کرتی ہوں کہ لینن کے لیے اپنے غم کو اُس کی ذات کے لیے بیرونی احترام کی صورت اختیار کرنے نہ دیں۔ اس کے لیے یادگاریں کھڑی نہ کریں، اس کا نام محلات پہ نہ رکھیں، اس کی یاد میں جاہ و جلال بھری تقریبات نہ رکھیں۔ ان سب چیزوں کو وہ اپنی زندگی میں معمولی اہمیت بھی نہیں دیتا تھا، ایسی ساری چیزیں اُسے تکلیف دیتی تھیں۔''(17)

صرف کروپسکایا ہی ایسی نہ تھی، دنیا بھر میں کمیونسٹ ایسے ہوتے ہیں۔ میں ابھی تک

کیوبا کے کمیونسٹ اور اُس ملک کے سربراہ فیڈل کاسٹرو کی اس بات کو تحسین سے دیکھتا تھا کہ اُس نے اپنے ملک میں ''زندہ'' لیڈروں کی تصویر لگانے، اُن کے نام پہ مقامات کے نام رکھنے پر پابندی لگادی تھی اور میں اسے زبردست سمجھتا رہا تھا، اس لیے کہ وہ خود زندہ تھا اور اس نے اپنی زندگی میں اپنے متعلق یہ پابندیاں لگادی تھیں۔ مگر یہاں تو کروپسکایا مرنے کے بعد اور وہ بھی لینن جیسے انسان کے ساتھ یہ سب کچھ کرنے نہیں دے رہی تھی۔

یہ الگ بات ہے کہ اپنی اِس جنگ میں کروپسکایا ہار گئی، لینن ہار گیا، لینن ازم ہار گیا۔ لینن کی میت کو دفن نہیں کیا گیا بلکہ شیشے میں لٹا کر رکھا گیا۔ پوری دنیا سے لاکھوں کروڑوں لوگ سو برس سے اُسے دیکھنے کریملن جاتے ہیں اور آج تک دیکھنے والوں کی قطار کبھی ختم نہیں ہوئی۔

اسی طرح کروپسکایا کے احتجاج کے باوجود شہر کا نام بھی لینن گراڈ ہی رکھا گیا۔

مگر عاجزی تو کبھی نہیں ہارتی، انکسار کو کبھی شکست نہیں ہوتی۔ لینن کے لیے وقف محبوبہ نے اپنے ساتھی کے کارناموں کی تعریفوں میں تو جلدوں کی جلدیں لکھ دیں مگر اُس نے ایک بار بھی اِس ''مقبرے'' اور اس کے اندر کا ذکر نہ کیا۔ وہ کبھی بھی پارٹی تقریبات کے دوران وہاں نہ گئی اور اسی سپرٹ کے ساتھ اُس نے کبھی بھی پیٹرس برگ کو ''لینن گراڈ'' نہ کہا۔ (18)

لینن اور کروپسکایا خواہ جیل میں ہوتے، جلاوطنی بھگت رہے ہوتے یا اقتدار میں ہوتے، کبھی بھی اپنی حیثیت اور پوزیشن کے بارے میں بات نہیں کرتے تھے۔ نہ مصیبت میں مایوسی اور نہ اقتدار میں غرور! ایک انقلاب مخالف عورت، لینن کے ایک نسبتاً نادر پورٹریٹ کو بگاڑ دینے کے جرم میں جیل میں تھی۔ لینن نے یہ کہہ کر اس کی رہائی کا حکم دیا: ''کسی کو ایک تصویر بگاڑ دینے پر گرفتار نہ کیا جائے۔''

یہ بات بھی نوٹ کرنے کی ہے کہ کروپسکایا اور لینن نے اپنی کوئی آٹو بائیوگرافی نہیں لکھی۔ دراصل وہ کوئی ایسا کام نہیں کرتے تھے جس میں شخصی دکھاوے کا شائبہ تک ہوتا۔ لیکن یہ مشاہدہ بہت دلچسپ ہے کہ دنیا کے اب تک کے سب سے بڑے فلاسفر کارل مارکس نے اپنی سوانح عمری نہیں لکھی، اینگلز نے نہیں لکھی، ہوچی منہ، نور محمد ترہ کی، ہرکشن سنگھ سرجیت، سی آر اسلم نے اپنی

سوانح عمری، سرگزشت اور اپنی یادداشت نہ لکھی کیوں کہ آٹو بائیوگرافی کا ہیرو تو خود لکھنے والا ہی ہوتا ہے۔ لہٰذا آٹو بائیوگرافی پرسنیلٹی کلٹ اور ہیرو پرستی کو بہت تقویت دیتی ہے۔

لینن اور کروپسکایا اپنی شان میں پارٹیاں انجوائے نہیں کرتے تھے۔ اپنی پچاسویں سالگرہ پر لینن نے مبارک باد کے کئی خطوط وصول کیے اور اگلے دن 23 اپریل 1920ء کو ایک تقریب میں اس نے سال گرہ مبارک بادی تقریر سے بچانے پر منتظمین کا شکریہ ادا کیا۔ اس نے اپنی شان میں ایک میوزیم کھولنے کی تجویز سے انکار کیا اور اپنے ایک ہم کار ایس اولمنسکی سے رازداری میں کہا: ''تمھیں اندازہ نہیں کہ میں مسلسل اپنی شخصیت ابھارنے کو دیکھ کر کس قدر ناخوش گوار محسوس کرتا ہوں۔''

لینن نے اپنی تصانیف کو جمع کرنے اور دوبارہ شائع کرنے کی کامینیف کی تجویز کو ''مکمل طور پر حد سے زیادہ'' کہا اور صرف اُس وقت اپنا ذہن تبدیل کیا جب اس سے سوال کیا گیا کہ کیا وہ پھر یہ چاہے گا کہ نوجوان اُس کے بجائے مانشویک مصنفین کو پڑھیں؟

انسان کی ایک اور معصومیت دیکھیے اور لیڈر کا ریسپانس بھی! کلینتسی کی استودول کپڑا مل کے مزدوروں نے لینن کو پیغامِ خیر سگالی اور سوٹ کا کپڑا بھیجا۔ انھوں نے لکھا تھا کہ انھوں نے اپنی مل کا نام لینن رکھا ہے اور اس سے درخواست کی تھی کہ وہ اس کپڑے کا سوٹ پہنے جو انھوں نے اپنے ہاتھوں سے تیار کیا ہے۔

اور اصلی لیڈر پھر یہ جواب دیتا ہے: ''پیارے رفیقو! آپ کے پیغامِ خیر سگالی اور تحفے کے لیے دلی شکریہ۔ میں آپ سے ایک راز کی بات کہوں کہ مجھے تحفہ لینا مناسب نہیں لگتا۔ میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ آپ یہ راز بڑے پیمانے پر سارے مزدوروں سے کہیے۔ انتہائی دلی شکریہ۔ سلام اور نیک تمنائیں۔ آپ کا اولیانوف (لینن)''۔

''لینن سکائی ہلز'' ماسکو سے آٹھ کلومیٹر کے فاصلے پر ایک خوب صورت محل ہے۔ یہ محل ایک پہاڑی پہ بنا ہوا ہے۔ یہ محل انقلاب سے پہلے ایک جاگیردار کا ہوا کرتا تھا۔ انقلاب کے بعد وہ سرکاری تحویل میں آ گیا اور وہ اس لیے مشہور جگہ بنی کہ ڈاکٹر، لینن کو اُس کی شدید بیماری کے دنوں

میں وہاں رکھتے تھے۔ وہاں کی گائیڈ نے مجھے ایک بھدی اور کم قیمت جست کی معمولی پلیٹ دکھائی۔ اور کہا کہ لینن ہمیشہ اسی پلیٹ میں کھانا کھاتا تھا۔ میں نے حیرانی سے پوچھا کہ لینن تو دکھاوا نہیں کرتا تھا تو اتنے بڑے ملک کا سربراہ، بھلا اس فضول پلیٹ میں کیوں کھاتا ہوگا؟ جواب ملا کہ ''یہ اس کی رہ بری میں لائے ہوئے مزدور انقلاب کے بعد قائم ہونے والے پہلے کارخانے میں بنی ہوئی سب سے پہلی پلیٹ تھی۔ اسی لیے لینن اُسے عزیز رکھتا تھا۔''

ایسا تھا روسی انقلاب اور وہاں کی انقلابی لیڈر شپ۔ یہ انقلاب دنیا بھر میں ہر شعبہ کے اندر ایک امتیازی مثال تھا۔ مثلاً اِس میں ''خاتونِ اول'' نام کا کوئی عہدہ نہ تھا۔ کروپسکایا، یوں تو سربراہِ مملکت کی بیوی تھی مگر وہ استقبالیہ قطاروں میں مہمانوں سے ہاتھ ملانے کبھی کھڑی نہ ہوئی۔ وہ عوامی، انقلابی تقریبات میں لینن کی بیوی (فرسٹ لیڈی) کے بجائے انقلابی کروپسکایا کے بہ طور جاتی تھی۔

مسٹر ڈِرن ڈِرن

لینن بہت دلچسپ انسان تھا، متنوع، پُر کیف، بھرپور اور زندہ دل انسان۔ اس پہلودار شخصیت کے بارے میں بے تحاشا لکھا گیا مگر حقیقت یہ ہے کہ اُس کے کام کے بارے میں، اُس کی توانائی کے بارے میں، اس کے تیز اور محنتی دماغ کے بارے میں کبھی بھی سیر حاصل بات نہ ہوسکے گی۔

روس کے سیاسی جلاوطن خود کو دو حصوں میں تقسیم کرتے تھے: ''واک کرنے والے'' اور، ''سینما دیکھنے والے''۔ کروپسکایا اور لینن واک کرنے والوں میں شمار ہوتے تھے۔ (19) اُن دونوں کو پہاڑوں پر چڑھنا بہت اچھا لگتا تھا۔ جب بھی موقع ملتا وہ پہاڑوں کا رخ کرتے تھے۔ ایک بار تو لینن اور کروپسکایا ''لمبے پیدل ٹور'' پہ نکلے۔ دو ہفتے کا پروگرام بنایا مگر وہ دو ماہ تک چلتے رہے۔ وہ دونوں 400 کلو میٹر تک، یعنی آدھا سوئٹزر لینڈ چلے۔ کروپسکایا نے لکھا: ''ہم عموماً سنسان ترین راستہ منتخب کرتے جو بیابان کی طرف لے جاتا، لوگوں سے دُور۔'' (20)

وہ دونوں زبردست سائیکلسٹ بھی تھے۔ کہتے ہیں کہ لینن کی سائیکل سرجیکل انسٹرومنٹس کی طرح صاف ستھری ہوتی تھی۔ (21)

لینن ایک مضبوط پیراک، ایک شوقین شکاری، ایک ماہر سکیٹنگ کرنے والا، ایک جمناسٹ اور ایک زبردست کشتی ران تھا۔ وہ ہائیکنگ اور گھڑ سواری کا شوقین تھا۔ سفرِ عشق کا سبک رفتار راہی تھا۔ شطرنج کا بہت اچھا کھلاڑی تھا۔ وہ بچوں کی طرح کھمبیاں ڈھونڈنے نکل پڑتا تھا۔

مطلب یہ کہ وہ دونوں مجموعی طور پر آؤٹ ڈور زندگی پسند کرتے تھے۔ لینن ایک لاجواب شکاری تھا۔ ایک بار لومڑی کے ایک ہانکے کے شکار کے دوران لومڑی سیدھا اس کی طرف آئی مگر وہ اُس پہ گولی نہ چلا سکا۔ لومڑی رکی اور اس کی طرف دیکھنے لگی اور پھر درختوں میں پھسل گئی۔ ''آپ نے گولی کیوں نہیں چلائی؟'' میں نے پوچھا۔ ''لومڑی بہت خوب صورت تھی''۔ اس نے کہا۔ (22)

شکار کے بارے میں ایک اور دلچسپ واقعہ دیکھیے۔ لینن جب گورکی کے پاس اٹلی گیا تو وہاں وہ کبھی کبھی میڈیٹرن میں مچھلیاں پکڑتا تھا۔ گورکی نے بعد میں لکھا کہ مقامی ''ماہی گیروں نے اُس کو سمجھایا کہ مچھلی کو اُس وقت کھینچنا چاہیے جب انگلی ڈور کی وائبریشن محسوس کرے۔'' کوسی: ڈِرن، ڈِرن، کپی سی''۔ ایک سکینڈ بعد اس نے اک مچھلی کھینچی اور بچوں جیسی خوشی اور شکاری جیسے جوش کے ساتھ چلایا: ''ڈِرن، ڈِرن''۔ ماہی گیر بچوں کی طرح قہقہے لگانے لگے اور انھوں نے اُسے چھوٹا سا نام دیا: ''مسٹر ڈِرن، ڈِرن۔'' (23)

لینن نے ویٹ لفٹنگ کے ایک وقت کے چیمپیئن ویلن ٹینوف سے ویٹ لفٹنگ سیکھنا شروع کی۔ اصل اوزار تو موجود نہ تھے لہٰذا وہ لینن کے گھر جھاڑوؤں سے اُسے سکھانے لگا۔ لینن کی سانس زور زور سے ہنسنے لگی تو لینن نے اس سے کہا، ''ہمیں ڈسٹرب نہ کریں، ہم ایک بہت اہم کام میں مصروف ہیں۔'' (24)

دوسروں کے عقیدوں کا احترام

لینن لوگوں کے عقائد کے بارے میں بہت محتاط تھا۔ وہ عوام الناس کی روحانی اقدار، روحانی شخصیات اور روحانی تعلیمات کی بہت تکریم کرتا تھا۔ لینن کا کہنا تھا کہ ''مذہب ماننے والوں کی مذہبی حساسیتوں کو کبھی ٹھیس نہیں پہنچانی چاہیے۔''

صرف یہی نہیں، اُس نے تو تنبیہ کے انداز میں اور ڈسپلن کے بہ طور زور دے کر کہا تھا کہ ''یہ حتمی طور پر ضروری ہے کہ مذہب پہ کسی طرح کی گستاخی نہ کی جائے۔'' (25)

آرٹ اور لٹریچر

لینن اور کروپسکایا خوب مطالعہ کرتے تھے۔ لینن شام کے وقت عموماً فلسفہ کی کتابیں پڑھتا تھا۔ ہیگل، کانٹ، یا فرانسیسی میٹریلسٹوں کو۔ اور جب وہ بہت تھک جاتا تو پشکن، لرمونتوف، نکراسوف، ٹالسٹائی اور ترگنیف کو۔ اس نے نہ صرف ترگنیف، ٹالسٹائی اور چرنی شیوسکی کا ''کیا کیا جائے؟'' پڑھ رکھے تھے بل کہ انھیں کئی بار پڑھا تھا۔ وہ عمومی طور پر کلاسیک کا دل دادہ تھا۔ بعد میں جب کمیونسٹ اقتدار میں آئے تو لینن نے کلاسیک کے سستے ایڈیشن چھپوائے۔

یہ بہت ہی مہذب لوگ تھے۔ وہ ٹالسٹائی اور ترگنیف کے مطالعہ میں محض تفریح اور ریلیکس ایشن نہیں پاتے تھے بل کہ وہ انھیں ایک ثقافتی ادبی انداز میں لیتے تھے۔

دونوں ساتھی فائن آرٹ کے دل دادگان میں سے تھے۔ بیتھوون اور لزٹ کی موسیقی لینن کی روح میں گہرائی تک اثر کرتے تھے۔ سینما میں لینن کی عظیم دلچسپی تو ساری دنیا کو معلوم ہے۔

لینن نے انقلاب کا مطلب یہ بھی بتایا: ''ایسا وسیع، کثیر صورت، نوع بہ نوع ادبی کام منظّم کرنا جو سوشلسٹ مزدور تحریک سے گہرے اور اٹوٹ طور پر وابستہ ہو۔ تمام سوشلسٹ ادب کو پارٹی لٹریچر ہونا چاہیے۔ اُس کے مطابق سوویت ادب آزاد ادب ہوگا کیوں کہ خود غرضی اور جاہ و منصب کی ہوس نہیں بل کہ کمیونسٹ کے خیالات اور محنت کش لوگوں سے ہم دردی اس کی صفوں میں نو بہ نو طاقتیں لاتی رہے گی۔ یہ آزاد ادب ہوگا کیوں کہ یہ کسی شکم سیر فلمی ہیروئن، چربی پن میں مبتلا اور اداس ''چوٹی کے دس ہزار'' لوگوں کی خدمت کے لیے نہیں بل کہ لاکھوں اور کروڑوں محنت کشوں کے لیے ہوگا جو ملک کا شباب، اس کی توانائی اور اس کا مستقبل ہیں۔ یہ آزاد ادب ہوگا جو بنی نوعِ انسان کی انقلابی فکر کے آخری لفظ کو کمیونسٹ پرولتاریہ کے تجربے اور عملی کام سے مالا مال بنائے گا۔ یہ ادب ماضی کی آزمودگی (سائنسی سوشلزم جس نے ابتدائی اور یوٹوپیائی شکلوں سے لے کر سوشلزم

کے ارتقا کی تکمیل کی ہے) اور حال کے تجربے (رفیق مزدوروں کی موجودہ جدوجہد) کے درمیان مستقل اشتراکِ عمل پیدا کرے گا۔''

سیاست اول سیاست آخر

کروپسکایا اور لینن جیسے کمیٹڈ اور ہول ٹائم نظریاتی لوگوں کے کوئی ذاتی تعلقات نہیں ہوتے۔ ایسے لوگوں کے دوست بھی سیاسی ہوتے ہیں اور دشمن بھی سیاسی ہوتے ہیں۔ مثلاً مارٹوک لینن کا ایسا دوست تھا جس کے لیے وہ ساری عمر اچھے جذبات رکھتا تھا مگر اس نے سیاسی وجوہات کی بنا اس کے ساتھ ناترسی سے تعلقات توڑ دیے۔

جنوری 1918ء میں لینن نے پیرس سے ایک پرانے دوست چارلس ڈوماس سے سیاسی اختلافات کی وجہ سے ملنے سے انکار کیا۔ یہی اصول ٹراٹسکی، سٹالن، بخارن، کامینیف اور زینوزائینوئیف جیسے اس کے اہم ہم کاروں پہ بھی لاگو ہوتے تھے۔ کوئی بھی تنقید سے بالا نہ تھا۔ 1919ء میں سٹالن کے سٹاف کے ساتھ ایک ملٹری سپیشلسٹ کی شمولیت پر لینن نے سٹالن کے خلاف ٹراٹسکی کی حمایت کی تھی۔ ڈسپلن سب سے مقدم تھا۔

تشدد

ڈسپلن کے پابند کروپسکایا اور لینن تشدد پسند نہ تھے۔ وہ چاہتے تھے کہ ہر مہذب شخص تشدد کے بغیر زندگی جیے۔ 1917ء میں لینن نے کہا تھا کہ مزدور اُس وقت تک تشدد سے باز رہیں جب تک کہ اُن کے اپنے خلاف تشدد استعمال نہ کیا جائے۔

دراصل کمیونزم ایک فاشسٹ طرز کے جنگ باز فرقہ میں پلا بڑھا ہی نہیں۔ کمیونسٹ اور اس کی اولین حکومت قاتل نہیں، بچوں کے باپ کی طرح تھے جو اُن کی بہبود، دفاع اور سلامتی کی حفاظت کے لیے پیدا ہوئے تھے۔ لینن اور کروپسکایا نے نہ کبھی ملٹری یونیفارم پہنی اور نہ کوئی دوسری وردی۔

ایک ٹیچر والا طریقہ

لینن اپنے عوام کا پروفیسر رہا، استاد رہا۔ وہ مشکل ترین حالات میں بھی دباؤ میں نہ آتا۔ مگر وہ کسی بھی بات کو غیر سنجیدہ نہ لیتا۔ وہ دوسرے کا احترام کرتا تھا۔ ایک باوقار احترام۔ وہ حتیٰ کہ جب قریب ترین دوستوں کی محفل میں ہوتا تب بھی ایک ریزرو قائم رکھتا۔ اس کے اور پارٹی ممبران کے درمیان احترام اور وقار کی ایک ایسی لائن موجود ہوتی کہ کوئی اُسے عبور نہ کرتا۔

''لینن ایک حیا والا آدمی تھا''۔ لونا چارسکی کے بہ قول لینن نہ خشک آدمی تھا اور نہ جنونی۔

کروپسکایا اور لینن کی حیرت انگیز دانائی، استثنائی دماغی توانائی، انسائیکلوپیڈیائی علم اور نظریاتی تجزیہ کی اہلیت انھیں ممتاز رکھتی تھی۔ وہ زندہ دل اشخاص رہے۔ بہت کشش والی شخصیتیں تھیں ان کی۔ جو لوگ ان کے رابطے میں آتے وہ نہ صرف انھیں سیاسی لیڈر کے بہ طور قبول کرتے تھے بل کہ ان سے محبت بھی کرنے لگتے۔

لینن تقریر بھی اچھی کرتا تھا۔ وہ ایک بے باک اور بے ترس لڑاکا تھا۔ وہ جلسوں میں ایک اثر رکھنے والا مقرر اور تحریر و گفت گو دونوں میں ایک توانا گفت گو کرنے والا تھا۔ مگر وہ کوئی بہت ڈرامائی مقرر نہ تھا۔ وہ مزاح، رقت آمیز یا حتیٰ کہ جذبات بھی استعمال نہیں کرتا تھا۔ البتہ وہ بے انتہا دانش ورانہ اثر ڈالنے والا مقرر تھا۔ پیچیدہ نظاموں کو سادہ ترین اور عمومی ترین قابلِ رسائی باتوں میں سمجھاتا تھا۔ (26)

چوں کہ وہ تقریر میں بہت فوکس رہتا تھا، اس لیے اُس کی تقریروں میں غیر ضروری بات نہیں ملتی تھی۔ اُس کے اپنے بہ قول: ''میں جب بھی تقریر کرتا ہوں تو سامعین کے بجائے ہمیشہ مزدوروں اور کسانوں کے بارے میں سوچ کر کرتا ہوں۔'' (27)

کروپسکایا اور لینن دونوں کی تحریر بہت سادہ، بہت فنکشنل ہے۔ اپنا مافی الضمیر سمجھانا فوری مقصد بھی تھا اور غیر ارادی طور پر یہ انھیں تا ابد زندہ رکھنے کا وسیلہ بھی بنا۔ بہت ہی مرکوز اور فوکس تحریر۔ روسی زبان کی ساخت ہی ایسی ہے کہ اس میں فقرے بہت لمبے ہو جاتے ہیں مگر ان

دونوں انقلابی لکھاریوں نے کبھی بھی اپنی بات مشکل الفاظ میں نہیں کہی۔ وہ بہت سادہ بیان تھے اور یہ بات سارے لکھنے والے جانتے ہیں کہ سادہ بیانی بہت مشکل ہوتی ہے۔ اسی سادگی اور دور بینی نے اُنھیں اتنا بڑا انسان بنا دیا۔

کروپسکایا اور لینن دونوں بہت زیادہ مقدار میں لکھنے والے لوگ تھے۔ لینن کے تو موضوعات بھی بہت زیادہ ہوتے تھے۔ اس نے اس قدر متنوع موضوعات پہ لکھا اور اس قدر تفصیل سے لکھا کہ مل کر 55 کتابوں کے مجموعے بن گئے اور ہر کتاب سیکڑوں صفحات پر مشتمل ہے۔ 1980ء تک لینن کی ان کتابوں کا 128 زبانوں میں ترجمہ ہو چکا تھا اور یونیسکو کے اعداد و شمار کے مطابق لینن دنیا میں سب سے زیادہ پڑھا جانے والا مصنف تھا۔

لوئی فشر کے بہ قول:

''لینن نے اندازاً دس ملین الفاظ لکھے...... یہ الفاظ آہنی ارادے والے شخص، ڈسپلن مخالفوں کے لیے توہین کے سرد پختہ ارادہ والے شخص، ایک جنونی کا drive، اور مقصد کی اس کی یک سوئی، متاثر کن شدت، غیر ذاتیات والی اپروچ، شخصی قربانی، سیاسی دانائی اور حتمی سچ کے حصول کی مکمل یقین کے ذریعے کم زور انسانوں کو قائل کرنے کی قابلیت والے شخص کا تفصیلی اظہار کرتے ہیں۔'' (28)

لینن اور کروپسکایا دونوں کی عادت تھی کہ وہ تحریر میں خود کو کم سے کم دہراتے تھے۔ اُن کی تحریر میں قدیم و جدید ادب سے بہت سارے اقتباس استعمال نہیں ہوتے تھے۔

لینن دلچسپ انداز کا لکھاری تھا۔ اس نے 12 جنوری 1896ء میں اپنی بہن آنا کو خط میں جب یہ لکھا کہ وہ روزانہ 9 گھنٹے سوتا ہے تو ساتھ یہ بھی لکھا کہ اِس دوران ''میں اپنی مستقبل کی کتاب کے مختلف ابواب خواب میں دیکھتا ہوں۔''

لینن بہت ہی زندہ دلی سے اپنی جوانی کی تحریروں کے بارے میں تذکرہ کرتا ہے۔

''کارل راڈیک نے لینن سے ذکر کیا کہ وہ اس کی 1903ء کی تحریریں پڑھتا رہا۔ لینن نے شرارتی مسکراہٹ سے مذاق میں جواب دیا: ''اب یہ پڑھنا دلچسپ ہے کہ تب ہم کتنے احمق تھے۔'' (29)

اپنی تحریروں میں لینن بالخصوص مارکسزم کو عقیدہ بنانے کے خلاف جدوجہد کرتا رہا۔ وہ ہمیشہ دُہراتا رہا کہ مارکسزم ایک جامد عقیدہ نہیں بل کہ عمل کے لیے ایک راہ نما ہے۔ لینن کی ساری نظریاتی اور تنظیمی سرگرمی اسی آئیڈیا کی تائید کرتی ہے۔ وہ ''ٹھوس صورت حال کا ٹھوس تجزیہ'' کو مارکسزم کی روح اور اصل جوہر کی حیثیت دیتا تھا۔

لینن کی تحریروں سے آپ کو ملے گا کہ وہ کارل مارکس اور فریڈرک اینگلز کی تعلیمات کا ایک زبردست تسلسل نگار رہے۔ ساتھ ساتھ یہ بھی کہ لینن کی نظریاتی اور سیاسی سرگرمیوں نے مارکسزم اور محنت کشوں کی بین الاقوامی تحریک کی ترقی میں ایک نیا عہد کھول دیا۔

یہ دلچسپ ہے کہ لینن اور کروپسکایا کی کوئی بھی کتاب آپ کو بہت ضخیم نہیں ملے گی مگر میری حیرت اس وقت دور ہوئی جب میں نے گورکی کی کتاب The Days with Lenin پڑھی۔ اس میں گورکی کو لینن نے یوں کہا تھا: ''یہ موٹی موٹی کتابیں لکھنے کا وقت نہیں ہے۔ موٹی کتابیں صرف دانش ور پڑھتے ہیں جو بہت واضح طور پر سوشلزم سے ہٹ کر لبرلزم کی طرف جا رہے ہیں اور یہ ہمارا کام نہیں ہے کہ انھیں اُن کے منتخب کردہ راستے سے ہٹائیں۔ ہمیں تو اخبارات اور پمفلٹوں کی ضرورت ہے۔ ہمیں عوام الناس میں لاکھوں پمفلٹ پھینکنے ہوں گے۔''(30)

ریفرنسز

1۔ کارٹر، ایلوُڈ۔ دی نان جیومیٹرک لینن۔ 2011ء۔ اینتھم پریس، لندن۔ صفحہ 131

2۔ ایضاً۔ صفحہ 133

3۔ جمالدینی، عبداللہ جان۔ شمعِ فروزاں۔ سنگت اکیڈمی، کوئٹہ۔ صفحہ 46

4۔ مِک نیل۔ برائیڈ آف دی ریولیوشن۔ صفحہ 185

5۔ کلارا زیٹکن۔ Reminiscences of Lenin۔ انٹرنیشنل پبلشرز، نیویارک۔ 1934ء۔ صفحہ 10

6۔ کلارا زیٹکن۔۔۔ Reminiscences۔ صفحہ 11

7۔ مِک نیل۔ برائیڈ۔۔۔ صفحہ 192

8۔ پیئرسن، میخائل۔ دَہ سیلڈ ٹرین۔ 1975ء۔ Putnam، نیویارک۔ صفحہ 20

9۔ کارٹر، ایلوڈ۔ دی۔۔۔ صفحہ 134

10۔ سروس۔ لینن: اے پولیٹیکل لائف۔ جلد 3۔ صفحہ 185

11۔ ولسن۔ ٹو دِی فن لینڈ سٹیشن۔ صفحہ 450

12۔ کروپسکایا۔ Memoirs۔ صفحہ 533

13۔ ایضاً۔ صفحہ 533

14۔ گورکی۔ ڈیز ودِھ لینن۔ صفحہ 5

15۔ ڈیوڈ شب۔ لینن، اے بائیوگرافی۔ 1966ء۔ پنگوئن۔ صفحہ 416

16۔ لینن۔ اشترا کی نظریات اور ثقافت۔ 1978ء۔ دارالاشاعت ترقی، ماسکو۔ صفحہ 196

17۔ وولکوگونوف۔ لینن، لائف اینڈ لی گےسی۔ صفحہ 440

18۔ مِک نیل۔ برائیڈ آف۔۔۔ صفحہ 184

19۔ مِک نیل۔ برائیڈ۔۔۔ صفحہ 150

20۔ کارٹر، ایلوُ ڈ۔ دی نان جیومیٹرک لینن۔ 2011ء۔ اینتھم پریس، لندن۔ صفحہ 164

21۔ پیئرسن۔۔۔ دی سیلڈ ٹرین۔۔۔ نیویارک۔ صفحہ 20

22۔ کارٹر، ایلوُ ڈ۔ دی نان جیومیٹرک۔۔۔ صفحہ 155

23۔ ایضاً۔ صفحہ 159

24۔ ایضاً۔ صفحہ 160

25۔ لینن۔ کلیکٹڈ ورکس۔ جلد 45۔ صفحہ 119

26۔ پیئرسن، میخائل۔ دہ سیلڈ ٹرین۔ صفحہ 11

27۔ ایڈمنڈ ولسن۔ ٹو دی فن لینڈ سٹیشن۔ صفحہ 390

28۔ کلارا زیٹکن۔۔۔ Reminiscences۔۔۔ صفحہ 32

29۔ لوئی فشر۔ دی لائف آف لینن۔ صفحہ 22

30۔ گورکی، میکسم۔ ڈیز ودھ لینن۔ 1932ء۔ مارٹن لارنس، لندن۔ صفحہ 21

کروپسکایا کے لیے لمبی جدائی

کروپسکایا کا جوڑی دار، لینن باقی نہ رہا تھا۔ لینن دوسروں کے لیے تو پارٹی سربراہ تھا، بابائے قوم تھا، کامریڈ اور لیڈر تھا' ٹیچر، فلاسفر اور راہ نما تھا۔ مگر کروپسکایا کے لیے؟!

اس کے لیے وہ ان سب باتوں کے علاوہ اُس کی محبت بھی تھا۔ پہلی اور آخری محبت۔ وہ اس کی جلاوطنیوں کا ساتھی تھا۔ کامریڈ رفیقِ حیات!!

اُس کی تو دنیا لٹ چکی تھی۔ میں اُس کے نقصان کے بارے میں اپنا قلم یہیں روک دیتا ہوں۔ قاری اندازہ لگائے۔

بس یہ کہ اُس کی باوقار ازدواجی زندگی بیوگی میں بدل گئی تھی۔

مگر لینن کی موت اچانک والی نہ تھی۔ وہ تو اپنی زندگی کے آخری برسوں میں بہت بیمار رہا تھا۔ اس لیے کروپسکایا کو اسی زمانے میں بھی اپنے بیمار جیون ساتھی کے لیے کئی فریضے درپیش ہوئے تھے۔ اُسے اپنے فالج زدہ سیاسی سنگت اور زندگی کے ساتھی کی خدمت بھی کرنا تھی۔ دیگر جاری بہت سارا انقلابی کام بھی کرنا تھا؛ ایجوکیشن والا کام، نظریاتی کام اور تنظیمی کام......اور پھر تحریر اور تقریر کا کام۔

کروپسکایا ایک اچھی تاثر ڈالنے والی انسان تھی: نرم گفتار مگر خود اعتماد، عارفانہ انداز کی منکسر المزاجی، لہجے میں مصالحانہ پن مگر مناظراتی خنجروں سے مسلح۔

فطری بات ہے کہ جب لینن بیماری کے ہاتھوں غیر فعال تھا تو سینیارٹی اور احترام کے لحاظ سے پارٹی کی سفید ریش کروپسکایا ہی کو ہونا تھا۔ اُسے پارٹی کو امید، استقلال، تسلسل اور سہارا دینا تھا۔ وہ اپنی فطرت اور تربیت کے ہاتھوں اقتدار وغیرہ سے تو بہت دور تھی مگر اپنی پارٹی اور انقلابی حکومت کی سینئر اور معتبر ترین ورکر کی حیثیت سے اس کی بڑی عزت تھی۔ ورکرز میں اُس کا بڑا اعتبار تھا لہٰذا اس نے مایوسی کے خلاف لکھا، پارٹی کے اندر ممکنہ سازشوں کے خلاف لکھا، گروہ بندی کے خلاف لکھا۔ اُسے سب سنگتوں کو ساتھ رکھنا تھا۔ چھوٹی چھوٹی انسانی کمینگیوں کے خلاف لڑنا تھا۔

اب لینن کی وفات کے بعد کروپسکایا کو بیوگی کی زندگی میں نہیں بل کہ ایک باوقار انقلابی سیاسی مدبر اور لیڈر کے بہ طور گزارنا تھی۔ وہ اپنے کاز اور اپنی پارٹی سے مخلص اور وفادار رہی۔ وہ پارٹی لیڈرشپ کے ساتھ حد درجہ مصالحت کے ساتھ رہی۔ تاریخ میں لینن کے بعد سوویت یونین کے عظیم لوگوں میں اُسی کا نام شامل ہے۔ اس لیے کہ وہ پوری زندگی ایک نجات یافتہ انسان رہی، لینن کی دلبر محبوبہ اور اس کے شایانِ شان رفیقہء حیات رہی۔ وہ سراسر پارٹی ورکر رہی، کمیٹڈ کامریڈ اور عوام الناس کی پیاری ماں رہی......انقلاب کی دلہن۔

کروپسکایا اور لینن ''دُکھ مقدر'' افراد تھے۔ مگر ان کا یہ مقدر آسمان میں درج نہ تھا، وہ انھوں نے خود لکھا تھا۔ اُن دونوں نے بادشاہی نظام کے خلاف جدوجہد کے کرخت پچیس برس ہنسی خوشی اکٹھے گزارے اور یہ بہت سخت پچیس برس تھے۔ غربت، جلاوطنیاں، گرفتاری اور قتل ہونے کے خطرات اُن کا مقدر رہے۔

انھوں نے شادی کی وجہ سے انقلابی راستہ اختیار نہیں کیا تھا بل کہ وہ تو انقلابی سیاست کی وجہ سے، اور الگ الگ راہ سے یہ سیاست بھگتاتے بھگتاتے ایک دوسرے سے رشتے میں آگئے تھے۔ لینن اور کروپسکایا کا ایک دوسرے کا رفیقِ حیات بننا عین فطری تھا۔ بلاشبہ دونوں ایک دوسرے کے مستحق تھے اور شایانِ شان بھی۔

اپنے ساتھی کی وفات (21 جنوری 1924ء) پہ کروپسکایا تعزیت تو وصول کرتی رہی مگر ہم دردیاں جمع کرنا اُس کی سرشت میں نہ تھا۔ چناں چہ وہ پندرہ دن بعد 5 فروری ہی کو باہر نکلی۔

عوامی جلسوں اور کانفرنسوں میں تعلیم اور نوجوانوں کے موضوعات پہ بولنے کے لیے۔ لینن کے بچھڑ جانے کے بعد اس کی جو فوری ترین تقریر تھی اس کا عنوان تھا: ''لینن ازم کا مطالعہ کیسے کیا جائے؟'' (1)

قدرتی بات ہے کہ لینن کے بعد سب کچھ ویسے نہ گیا جیسا کہ لینن اور کروپسکایا سوچتے تھے۔ لینن کے بعد آنے والے لیڈرز کے پاس لینن کی سی پدرانہ اور رفیقانہ اخلاقی اتھارٹی موجود نہ تھی۔ انھیں انقلاب اور حکومت جاری رکھنے کے لیے دنیاوی طریقے استعمال کرنے پڑے جو لینن کے عادی لوگوں کو کبھی کبھی غیر اصولی کی سرحدوں کو چھو لینے والے لگتے تھے۔ کروپسکایا نے اِن حرکتوں میں ملوث ہوئے بغیر کمیونسٹ پارٹی کی مضبوطی اور استحکام انقلاب کا اپنا مشن جاری رکھا۔ وہ اپنے اگائے درخت کو کسی صورت برباد ہونے نہ دیتی تھی۔ حتیٰ کہ کبھی کبھار شخصی تکالیف کا سامنا کرنے تک کی نوبت آئی۔ اتنے بڑے لیڈر کے چلے جانے کے بعد فطری طور پر پیدا ہونے والے چھوٹے موٹے مناقشوں یا چھوٹی موٹی گروہ بندیوں کے دوران اُس نے صرف اور صرف پارٹی، انقلاب اور مارکسزم کے تسلسل کا سائڈ لیا۔ وہ کھرپی چلانے اور کلہاڑا مارنے کا فرق سمجھتی تھی۔ وہ بہت سے اقدامات کی وجہ سے حکمران لوگوں سے ناخوش ضرور تھی مگر اُس نے واقعات کو، سب کچھ کا بن و بیخ اکھاڑنے کی حد تک جانے کبھی نہ دیا۔ یہ واقعی اُس کے لیے آزمائش کی زندگی تھی۔

تھائیراڈ کو کیا خبر اور کیا پروا کہ آپ کمیونسٹ ہیں۔ تھائیرائڈ کے نتیجے میں دل کی تیز دھڑکن کیوں احساس کرے کہ اس لیڈر کو زندگی کی اپنی واحد سرگرمی یعنی اپنا انقلابی مشن چلانے دیا جائے!!

اس دوران صحت اور بیماری کی آنکھ مچولی بھی جاری رہی۔ اُسے بہ قول اُس کے ''گند'' (منرل واٹر) بھی بار بار پینا پڑا اور ڈاکٹروں کے ''حملہ آور دستوں'' کی حملہ آوریاں بھی بھگتنا پڑیں۔ کبھی کبھار اُسے صحت افزا مقامات پر جانے کے ڈاکٹری ''احکامات'' بھی ماننے پڑے۔ اپنے انقلابی فریضے اور لینن کے ساتھ مشترکہ آدرش کی تکمیل میں بیماری کبھی کبھار رکاوٹ بن جاتی تھی مگر اِس چلتن پہاڑ کو کوئی مسئلہ اپنی جگہ سے ہٹا نہ سکا۔

اس دوران پارٹی لیڈروں کی باہمی فکری اور ذاتی رنجشیں اور مخاصمتیں بھی جاری تھیں۔

تضاد بھرے اختلافی مضامین لکھے جا رہے تھے، کانفرنسیں جلسے جاری تھے۔ ایسے میں حساس اور سینئر کروپسکایا ہاتھ پہ ہاتھ دھرے نہیں بیٹھ سکتی تھی۔ وہ ٹراٹسکی کی گم راہ لائن کو زبردست تنقید کا نشانہ بنائے رہی مگر اُس نے سوشلسٹ جدوجہد اور انقلاب کے اوائل کے زمانے میں ٹراٹسکی کی محنت، وقف شدگی اور مشکل حالات میں پامردی سے انقلاب کے دفاع میں کھڑے رہنے کو کبھی اوجھل ہونے نہ دیا۔ کروپسکایا نے تدبر اور وقار کو کبھی ہاتھ سے جانے نہ دیا۔ پارٹی اور حکومت کے ساتھ رہتے ہوئے اس نے اپنی آزادانہ انقلابی سائنسی رائے رکھنے کو نہ کبھی ترک کیا اور نہ کبھی اس کے باوقار اظہار سے کترائی۔

سب سے پہلا اور بڑا کام اس نے یہ کیا کہ 1925ء سے 1933ء تک (پہلے اخبار ''پراودا'' اور پھر ''بالشویک'' میں) لینن کے شخصی خاکے کا ایک سلسلہ لکھا جسے بعد میں ''لینن کی Memoirs (یادداشتیں) کے نام سے کتابی شکل دی۔ یہ کتاب پہلے 1926ء میں چھپی، پھر اس کے نسبتاً مکمل اور تزئین شدہ ایڈیشن 1930ء، 1932ء اور 1934ء میں چھپے۔

یہ کتاب زبردست اہمیت کی حامل ہے۔ اس لیے کہ اسے سوویت یونین کی سب سے بڑی حقیقت پسند، شخصیت پرستی سے پاک اور لینن سے قریب ترین شخص نے لکھا۔ اس کتاب کے مندرجات باوقار، معلوماتی، اور درست ہیں۔ لینن کے بارے میں اس نے جو لکھا، اس طرز پہ لکھا کہ شخصی تعلقات کو دکھاوے کے بہ طور کسی صورت آگے نہ لایا جائے۔

اسی طرح اس نے بچوں کے بارے میں بہت لکھا۔ اُن کی صحت، صفائی، ورزش اور پڑھائی کے بارے میں۔ اس نے بالخصوص یتیم بچوں کے بارے میں کافی لکھا۔

مثال کے طور پر 1935ء میں اس نے 210 میٹنگیں کنڈکٹ کیں۔

کروپسکایا نے مندرجہ ذیل چیزیں لکھیں:

شائع شدہ مضامین 118، خطوط کے ریویو 3365، رپورٹیں بنائیں 125۔

اس کی دلچسپیوں کا دائرہ اُس کی تحریروں سے معلوم ہوتا ہے۔ مثلاً 1933ء میں اس کے جو آرٹیکلز چھپے اُن کی ایک موٹی لسٹ یوں ہے: قومیتوں کے اندر کلچرل کام کے مسائل، وزارتِ تعلیم

اور لائبریری فرنٹ کی تعمیرِ نو، لائبریریوں کو روز مرہ زندگی کا حصہ بنانا چاہیے، کلچرلی منظم زندگی اور ایک منور زندگی کے لیے سٹرگل پہ، بچوں کی کتابوں پر، لینن اور گورکی، 1917ء کی گرمیوں میں پیٹروگراڈ کی یونین آف ورکنگ یوتھ، مارکس۔ ابھرتی نسل کی کمیونسٹ ایجوکیشن پہ۔

پارٹی ہسٹری پہ لکھنا اُس کی ڈیوٹی تھی اس لیے کہ یہ تو اس کی زندگی کا حصہ تھی۔ وہ ہر کام جس قدر جلد ممکن ہوتا کرتی۔ اسے ہر فریضہ ارجنٹ اور اہم ترین لگتا تھا۔(2)

کروپسکایا سارے انٹیلی جنشیا سے ناخواندگی کو ختم کرنے کی کمیٹیوں کے کام میں حصہ لینے کی اپیل کرتی تھی۔ یہ کمیٹیاں سارے ملک میں قائم تھیں۔ کسانوں کے کوآپریٹوز میں، فیکٹریوں میں، سکولوں، کلبوں میں، ریڈنگ رومز میں، لائبریریوں میں۔ ان کا فریضہ ملینوں اَن پڑھ لوگوں کو لکھنا پڑھنا سکھانا تھا۔ صرف جوانوں کو ہی نہیں بل کہ بڑوں کو بھی حتیٰ کہ بوڑھوں کو بھی۔ شہر اور دیہات میں لائبریریاں قائم کرنا، تعلیم بالغاں، کلچرل کام، کلب، اور ریڈنگ رومز قائم کرنا اور دیگر بے شمار...... اس نے 'ناخواندگی مردہ باد' سارے کسانوں کو پیغام، اور، ناخواندگی کا خاتمہ جیسے کتابچے لکھے۔(3)

کروپسکایا کی راہ نمائی میں 1925ء میں سوویت حکومت نے عمومی، مفت اور لازمی پرائمری ایجوکیشن شروع کی۔ اس کے نتیجے میں بہت کم عرصے میں ابھرتی نسل میں ناخواندگی رک گئی۔ پرائمری سکولوں کا نیٹ ورک تیزی سے وسیع ہو گیا۔(4)

اس کی تعلیم کے نظریے کا نچوڑ تھا: لیبر ایجوکیشن اور تعلیمی پیرا کیری کولر سرگرمیوں کا پورا رینج۔

میکسم گورکی کے ساتھ اپنے خیالات شیئر کرتے ہوئے کروپسکایا نے کہا تھا کہ ''سوشلزم کی تعمیر کا مطلب محض بڑی فیکٹریوں اور اناج کے ملز کی عمارتیں نہیں ہیں۔ ایسی چیزیں بھی ضروری ہیں مگر سوشلزم کی تعمیر کے لیے یہ بہ ذاتِ خود کافی نہیں ہیں۔ انسانوں کو ذہنی اور قلبی طور پر ترقی کرتے رہنا ہوگا۔(5)

کروپسکایا نے میگزین ''سرخ لائبریرین'' کی بنیاد رکھی اور وہ اس کی مستقل لکھاری

رہی۔ وہ ''ایک نئی زندگی کی طرف'' نامی رسالے کی بھی ایڈیٹر تھی۔ کروپسکایا ''نئے سکول کی طرف راستہ'' نامی میگزین کی بھی ایڈیٹر تھی۔ اس کے ہر شمارے میں مختلف درس گاہی مسائل پر اُس کے مضامین شامل ہوتے۔ بے حد وزارتی مصروفیات کے باوجود وہ ہر شمارے کے لیے دو یا تین مضمون ضرور لکھتی۔ اس کے علاوہ وہ ''قومیتوں کی ایجوکیشن'' نامی رسالے کے ایڈیٹوریل سٹاف کی بھی ممبر تھی اور اس پر مسلسل توجہ کیے رکھتی۔(6)

اخبارات اور میگزینوں کے ایڈیٹوریل سٹاف کے علاوہ سائنس دان اور درس گاہیں اُس سے مدد اور مشورہ لیتی تھیں۔ ممتاز سوویت جیوگرافر بارانسکی (جس کی ٹیکسٹ بکس نے سکولی بچوں کی ایک سے زیادہ نسلوں کی خدمت کی) نے مارچ 1935ء میں کروپسکایا کو مندرجہ ذیل خط لکھا:

''ڈیئر نادیژدا کروپسکایا!

''اگر آپ ہمارے میگزین (جیوگرافی اینڈ سکول) کے لیے جس موضوع پہ آپ چاہیں ایک مضمون لکھ دیں تو یہ ہم پہ اور سارے سکول جیوگرافی پہ مہربانی ہوگی۔ مجھے اچھی طرح معلوم ہے کہ آپ بہت مصروف ہیں مگر پھر بھی مجھے یقین ہے کہ آپ اس کام کے لیے ایک دو گھنٹے نکالیں گی۔ یہ ہمیں بہت زیادہ مدد دے گا۔ آپ جانتی ہیں کہ میں خوشامد کرنے سے بہت دور ہوں مگر آپ واقعتاً وہ واحد شخصیت ہیں جو کتابوں یا ''تیز رفتار'' تھیوریوں کے بجائے زندگی کے تجربے اور آزادانہ فکر سے مسئلہ کا جوہر جانتی ہیں۔

''ہماری خصوصی خواہش ہوگی کہ اگر آپ جیوگرافی کی تعلیمی اہمیت پہ ایک مضمون لکھیں یا آپ کے خیال میں ایک جیوگرافی کی ٹیکسٹ بک کیسی ہونی چاہیے یا جیوگرافی کی تعلیم کی طرف ولادیمیر لینن کے رویے پہ ایک مضمون۔ مزید برآں ہمارے میگزین کے بارے میں آپ کی رائے بہت قیمتی ہوگی، اس میں کیا خامیاں ہیں، وغیرہ۔''(7)

وہ بہت برسوں تک تعلیم کے نئے نظام کے معلمانہ پہلوؤں کی تشریح کی انچارج رہی۔

تعلیم اور لائبریریوں کے بارے میں کروپسکایا کی دلچسپی اور مہارت وقتی نہ تھیں۔ اُس نے تو انقلاب سے بہت قبل طویل جلاوطنی کے دوران جرمنی، سوئٹزرلینڈ، فرانس اور انگلینڈ میں تعلیمی

نظاموں کا بہت غور سے جائزہ لیا تھا۔ وہ وہاں کے سکولوں کالجوں میں جاتی رہی، ٹیچروں سے بات کرتی رہی اور درس گاہی لٹریچر پڑھتی رہی۔ انگلش، فرنچ اور جرمن زبانوں پہ عبور نے اس کی بڑی مدد کی۔ اس نے روسی ریڈر کے لیے بیرونِ ملک سکولوں پہ کئی مضامین لکھے۔ اس نے روسو، پسٹالوزی، فیلن برگ اور رابرٹ اوون جیسے عظیم فلاسفرز اور منورین کی تصانیف کا زبردست مطالعہ کیا تھا۔ اس نے ان تصانیف سے اقتباسات کے 26 رجسٹر بھر دیے تھے۔

اس نے 1915ء میں ایک طویل مضمون لکھا ''پبلک ایجوکیشن اور ڈیموکریسی۔'' برن میں موجود میکسم گورکی کو مکمل کردہ مسودہ بھیجتے ہوئے لینن نے لکھا تھا: ''مصنف بیس سے زائد برسوں سے تعلیمی معاملات پر مطالعہ کرتی رہی ہے۔ یہ کتابچہ اس کے ذاتی مشاہدات اور یورپ اور امریکا میں نئی تعلیمی ترقی کے بارے میں مواد دونوں پہ مبنی ہے۔ فہرست سے ہی آپ دیکھیں گے کہ پہلے نصف میں ڈیموکریٹک خیالات کی ہسٹری کے بارے میں ایک خاکہ موجود ہے۔ یہ بہت اہم ہے ،اس لیے کہ ماضی کے عظیم ڈیموکریٹس کے خیالات کو عموماً غلط انداز میں پیش کیا جاتا ہے یا غلط نقطہء نظر سے پیش کیا جاتا ہے۔ جدید ترین، سامراجی عہد میں تعلیم کے اندر تبدیلیوں کو حالیہ برسوں کے مواد کی بنیاد پر لکھا گیا ہے، اور اس معاملے پر روس میں ڈیموکریٹوں کے لیے کچھ بہت ہی دلچسپ روشنی ڈالی ہے۔''(8)

تھائیرائڈ کی اپنی پرانی بیماری کے باوجود کروپسکایا نے خود کو اپنے تباہ شدہ، خانہ جنگی سے برباد اور غیر لچک دار بیوروکریسی کے ذریعے چلائے جانے والے پس ماندہ ملک میں ایک انسانی، زرخیز اور سوشلسٹ نظامِ تعلیم کو ڈیزائن اور تعمیر کرنے کے ناممکن فریضے پہ وقف کر دیا۔ یہ صرف سکولوں کا معاملہ نہ تھا۔ یہاں تو تعلیمِ بالغاں، ناخواندگی کے خلاف جنگ، عورتوں کی نجات، لائبریریوں کے قیام، کمیونسٹ یوتھ موومنٹ اور کلچر بھی اس کے شعبے تھے۔(9)

کروپسکایا کو زندگی کی بقیہ دو دہائیوں تک سخت ضرورت کے مطابق بہت کچھ لکھنا پڑا، اور تیز رفتاری سے لکھنا پڑا۔ اس لیے الفاظ اور فقروں کی خوب صورتی کا نہ وقت تھا اور نہ تقاضا۔ تقریریں کرنا تھیں، مضامین پڑھنے تھے۔ اس کی چھپی ہوئی تحریروں کی ببلوگرافی بتاتی ہے کہ اکتوبر

انقلاب سے لے کر اس کی موت تک تقریباً دو ہزار تحریریں ہیں۔ اس کی مکمل مدرسی تصانیف صرف تعلیم کے موضوع پر دماغ کو چکرا دینے والے سات ہزار صفحات پر مشتمل ہیں۔ اس کی آفیشل سوانح حیات، 1918ء سے لے کر اس کی موت تک شائع شدہ مواد کتاب سائز کے 56 جلدوں کا بتاتی ہے۔(10)

سوویت کیا، دنیا کا کوئی بھی انقلاب تعلیم کے بغیر کچھ بھی نہیں ہوتا۔ چناں چہ بے شمار رسالے ایجوکیشن کو کوریج دیتے تھے جس پر کروپسکایا کا سخت ایڈیٹوریل کنٹرول تھا۔ یہ رسائل تھے: پبلک ایجوکیشن، بالغان ایجوکیشن، کمیونسٹ عورتیں......اور ''پراودا'' جو پارٹی کا ترجمان اخبار تھا۔

اس کے علاوہ تعلیم کے موضوع پر کروپسکایا کے بے شمار ''بک ریویو'' اس بات کی غمازی کرتے ہیں کہ وہ اس موضوع پر روسی، جرمن، فرنچ اور انگلش میں بے تحاشا پڑھتی تھی۔

تحریروں کی طرح کروپسکایا کو تقریریں بھی بہت کرنا پڑتی تھیں۔ 1919ء میں ایک بار وہ ڈیڑھ ماہ تک کے لیے اندرونِ ملک ایک طویل سفر پر نکلی۔ کہتے ہیں کہ اس ٹرپ میں اس نے 34 تقریریں کیں۔ حالاں کہ وہ چھٹیوں پہ گئی تھی مگر جہاں جاتی وہاں پارٹی یا ٹریڈ یونین کے لوگ اس سے ''محض'' دو الفاظ بولنے کی فرمائش کر ڈالتے اور ایک سو افراد کے بجائے چھ ہزار لوگ سننے جمع ہو جاتے۔(11)

کروپسکایا کی پرائیویٹ لائبریری میں 100 مختلف سیکشن تھے جو پارٹی کی ہسٹری، فلاسفی، نیشنل اکانومی، سوشیالوجی، عورتوں کے مسائل، باہر کے ملکوں کی قومی معیشت، یوتھ موومنٹ، سٹیٹ اور قانون، آرٹ، مزدوروں کی سائنٹفک تنظیم، اور چائلڈ لیبر سے متعلق تھے۔(12)

کروپسکایا، پارٹی کی ساری کانگریسوں میں ایک ڈیلیگیٹ منتخب ہوتی رہی۔ 1937ء میں تو وہ سوویت یونین کی سپریم سوویت کی پریذیڈیم کی ممبر تھی۔

وہ بہت مہارت کے ساتھ اور مؤثر انداز میں حکومت، پارٹی اور ایجوکیشن میں اپنے کام کو اپنے سائنٹفک اور لٹریری جدوجہد کے ساتھ جوڑتی رہی۔ (اس کا مجموعہ تصانیف گیارہ جلدوں میں چھپا)۔(13)

کروپسکایا لینن کی موت کے بعد عورتوں کی نجات کی چیمپیئن رہی۔ وہ اس بات پہ زور دیے رہی کہ عورت مزدور اور عورت کسان کی نجات مرد مزدور اور مرد کسان کی نجات کے ساتھ جڑی ہوئی ہے۔ اس کا نظریہ تھا کہ جینڈر آزادی اور طبقاتی آزادی باہم جڑی ہوئی ہیں۔ عورتوں کو مردوں کی طرح کپٹلزم کے استحصال سے آزاد ہونا ہوگا۔ عورتوں کو مردوں کے برابر ہونا ہوگا۔ اسے گھر کی چاردیواری اور گھریلو جھنجھٹوں سے آزاد ہونا ہوگا۔ عورت کی یہ نجات اُس کی معاشی آزادی سے مشروط ہے۔ مردوزن کو یہ معاشی آزادی سوشلزم ہی دے سکتا ہے۔

کروپسکایا نے شادی شدہ زندگی میں بھی اور پھر بیوگی میں بھی ہر طرح کے حالات میں انقلاب کے ساتھ اپنی خود قربانی کی وقف شدگی جاری رکھی......انقلاب کی منکوحہ!

ریفرنسز

1۔ مِک نیل۔ برائیڈ آف دی ریولیوشن۔ صفحہ 244

2۔ لودمیلا۔۔۔ اے لائف۔۔۔ صفحہ 12

3۔ ایضاً۔ صفحہ 14

4۔ سکاٹکن، کاؤجانوف۔ ناڈژدا کروپسکایا۔ پراسپکٹس۔ نمبر 1/2 1994۔ پیرس۔ یونیسکو۔ صفحہ 4

5۔ ایضاً۔ صفحہ 7

6۔ لودمیلا۔۔۔ اے لائف۔۔۔ صفحہ 16

7۔ ایضاً۔ صفحہ 18

8۔ لینن۔ Col.works۔ جلد 36۔ صفحہ 367

9۔ مِک نیل۔ برائیڈ۔۔۔ صفحہ 188

10۔ ایضاً۔ صفحہ 189

11۔ ایضاً۔ صفحہ 191

12۔ ایضاً۔ صفحہ 191

13۔ میھائل، سکیٹکن اور کوجانوف۔ ناڈژدا کروپسکایا۔ یونیسکو۔ جلد xxiv نمبر 1/2۔ 1994۔ صفحہ 49 تا 60

دریا کا سمندر میں اتر جانا

26 فروری 1939ء کروپسکایا کی 70ویں سال گرہ ہوتی مگر 23 فروری 1939ء اُس کی زندگی کا آخری دن ثابت ہوا۔ اُس روز صبح چھ بجے کروپسکایا کی جسمانی زندگی نہ ختم ہونے والی اندھیری سرنگ حوالے ہوتی ہے۔ اس معمر عورت کو ابڈامنل ایمبولزم ہو گیا تھا۔

بہ ظاہر لاوارث کہ اولاد تھی نہیں، ماں باپ پہلے فوت ہو چکے، خاوند کو مرے ہوئے ڈیڑھ درجن برس بیت چکے۔ کوئی بہن بھائی نہیں۔ دیکھنے کا ایک زاویہ یہ ہے۔

ایک دوسرا زاویہ بھی ہے: وہ یہ کہ کروپسکایا روسی عوام الناس کی ماں تھی۔ مِک نیل نے اپنی کتاب ''برائیڈ آف ریوولیوشن'' کے صفحہ 293 پر لکھا:

''اگلے دن یہ لاوارث لاش 'ہال آف کالمز' میں لیٹی تھی۔ اس کے تین میڈل اُس کے لباس پہ لگائے گئے تھے۔ اس کی لاش کی تعظیم کے لیے سربراہِ مملکت سٹالن موجود تھا۔ اس کے ساتھ سوویت انقلاب کے اہم ترین افراد موجود تھے۔ اگلے 24 گھنٹے میں عام سوویت شہری تعظیم کو آجاتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ 5 لاکھ افراد خاموشی کے ساتھ لائن بناتے ہوئے اس لاوارث عورت کی لاش کے پاس آکر جھک کے آگے بڑھے تھے۔''

اس کے دوست، رفقائے کار اور دیگر انقلابی باری باری میت کے قریب کھڑے رہے۔ مسلح افواج کی مختلف شاخوں کے آنر گارڈ بھی ڈیوٹی پہ موجود تھی۔

یکم مارچ کو اس کی میت کریمیٹ کر دی گئی اور راکھ والی صراحی ہال میں لائی گئی تاکہ لوگ اسے تعظیم پیش کر سکیں۔ تب یہ صراحی ریڈ سکوائر لے جائی گئی، لینن کے ماسولیم کو (لینن کا ماسولیم جہاں کروپسکایا اتنے عرصے سے جانے سے کتراتی رہی تھی)۔ تقریریں ختم ہوئیں تو سٹالن اور دیگر نے صراحی اٹھائی اور اسے کریملن دیوار میں سوویت یونین کے دوسرے ہیروؤں کے ساتھ دفن کر دیا۔

انقلاب کی دلہن!!